تذکرۃ القراءؒ

محمد الیاس الاعظمی

دانش بکڈپو ٹانڈہ ضلع امبیڈکر نگر (فیض آباد) یو۔پی ۲۲۴۱۹۰

جزی اللہ بالخیرات عنا ائمۃ
لنا نقلوا القرآن عذباً وسلسلا

تذکرۃ القراء

یعنی قراء سبعہ اور ان کے رواۃ قرأت کے حالات و سوانح اور
ان کے علمی و دینی اور مذہبی و اخلاقی کارناموں کا مجموعہ

از

محمد الیاس الاعظمی

ناشر

دانش بکڈپو ٹانڈہ، ضلع امبیڈکر نگر یوپی

تفصیلات

نام کتاب ________ تذکرۃ القراء
مرتب ________ محمد الیاس الاعظمی ایم۔اے
ناشر ________ دانش بکڈپو، ٹانڈہ، ضلع امبیڈکر نگر (یو۔پی)
تعداد ________
سنہ اشاعت ________ جنوری ۱۹۹۶ء
قیمت ________ ۵۰/= روپیے
صفحات ________ ۲۱۷
مطبع ________ نشاط آفسٹ پریس ٹانڈہ

ملنے کا واحد پتہ

دانش بکڈپو، ٹانڈہ ضلع امبیڈکر نگر (فیض آباد)
یو۔پی - پن ۲۲۴۱۹۰

انتساب

والد محترم

حاجی شیخ عبدالرزاق صاحب مدظلہ

اور

والدہ محترمہ

مومنہ خاتون کے نام جن کے

فیض تربیت سے اس لائق ہوا اور

قلم پکڑنا سیکھا

محمد الیاس الاعظمی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

تذکرۃ القراءؒ

عنوان	صفحہ
پیش لفظ	۱۲
(مولانا مجیب اللہ ندوی صاحب)	
دیباچہ	۱۴
۱	
امام نافع بن ابو نعیم مدنیؒ (م ۱۶۹ھ / ۷۸۵ء)	
نام ونسب	۱۶
پیدائش اور وطن	۱۶
حلیہ اور اخلاق	۱۷
اساتذہ وشیوخ	۱۸
سلسلہ قرأت	۱۸
درس وافادہ اور طلبہ کا ازدحام	۱۹
تلامذہ	۲۱
رواۃ قرأت	۲۲
فضل وکمال	۲۲
علم قرأت میں درجہ ومرتبہ	۲۴
فن حدیث	۲۵
ثقاہت وعدالت	۲۵
زہد واتقار	۲۵
زیارت صحابہ	۲۶
منہ سے خوشبو	۲۶
وصیت	۲۶
وفات	۲۷
۲	
امام عیسی بن مینا قالون مدنیؒ (م ۲۲۰ھ / ۸۳۵ء)	
نام ونسب	۲۸
لقب	۲۸
ولادت وطن اور خاندان	۲۹
تحصیل علم اور شیوخ	۳۰
درس وتدریس اور تلامذہ	۳۰
سلسلہ قرأت	۳۱

عنوان	صفحہ
امامت ومرجعیت	۳۱
کرامت	۳۳
فن حدیث	۳۳
شہرت ومقبولیت	۳۳
وفات	۳۴
اولاد واحفاد	۳۴
— ۳ —	
امام عثمان بن سعید ورش مصریؒ (م ۱۹۷ھ / ۸۱۲ء)	
نام ونسب	۳۵
لقب	۳۵
ولادت ووطن	۳۷
حصول علم اور شیوخ	۳۷
علمی تبحر اور فن قرأت میں بلند پایئگی	۳۹
تلامذہ اور راوی قرأت	۳۹
خوش الحانی	۴۰
حلیہ	۴۱
وفات	۴۱
— ۴ —	
امام عبداللہ ابن کثیر مکیؒ (دم ۱۲۰ھ / ۷۳۷ء)	

عنوان	صفحہ
نام ونسب	۴۳
نسبت	۴۳
ولادت ووطن	۴۴
تعلیم وتربیت اور اساتذہ	۴۵
سلسلہ قرأت	۴۶
درس وتدریس	۴۶
تلامذہ	۴۶
رواۃ قرأت	۴۸
زیارت صحابہ کرامؓ	۴۸
علم قرأت	۴۹
فن حدیث	۴۹
ثقاہت وعدالت	۵۰
لغت وعربیت اور فصاحت وبلاغت	۵۰
قضا	۵۱
ذریعہ معاش	۵۱
حلیہ	۵۲
انتقال	۵۲
— ۵ —	
امام احمد بن محمد بزیؒ (م ۲۵۰ھ / ۸۶۴ء)	
نام ونسب	۵۳
نسبت	۵۴

عنوان	صفحہ
پیدائش اور وطن	۵۴
شیوخ	۵۵
سلسلہ قرأت	۵۵
تلامذہ	۵۵
راوی قرأت	۵۵
امامت و مشیخت	۵۶
فن حدیث	۵۶
فتنہ خلق قرآن	۵۸
وفات	۵۸
۶	
امام محمد بن عبد الرحمٰن قنبل مکیؒ (م ۲۹۱ھ / ۹۰۲ء)	
نام و نسب	۵۹
نسبت	۵۹
ولادت و وطن	۶۰
اساتذہ و شیوخ	۶۰
سلسلہ قرأت	۶۰
فضل و کمال اور علم قرأت میں بلند پائیگی	۶۰
سیرت و کردار	۶۱
تعلقات	۶۱
تلامذہ	۶۱
راوی قرأت	۶۲
ملازمت	۶۲
وفات	۶۲
۷	
امام ابو عمرو زبان بن العلا بصریؒ (م ۱۵۴ھ / ۷۷۰ء)	
نام و نسب	۶۳
نسبت	۶۵
پیدائش، وطن اور پرورش	۶۵
اساتذہ و شیوخ	۶۶
سند و سلسلہ قرأت	۶۷
حلقہ فیض اور طلبہ کا ازدحام	۶۷
تلامذہ	۶۸
رواۃ قرأت	۶۸
علم و فضل	۶۹
حجاج کے مظالم	۷۱
امراء کے دربار میں رسوخ	۷۲
فن قرأت میں علوئے مرتبت	۷۲
حدیث	۷۴
ثقاہت و عدالت	۷۵
نحو	۷۶
لغت و عربیت	۷۶
شعر و ادب	۷۶
جامعیت	۷۷
کرامات	۷۸
تصانیف	۷۹
اقوال زریں	۷۹
انتقال	۸۰
۸	
امام حفص بن عمر دوریؒ (م ۲۴۶ھ / ۸۸۰ء)	
نام و نسب	۸۲
ولادت و وطن اور نسبت	۸۲

عنوان	صفحہ
حصول علم اور شیوخ	۸۲
سلسلہ قرأت	۸۳
تلامذہ	۸۴
فن قرأت	۸۵
احادیث	۸۵
ضبط وثقاہت	۸۶
نحو	۸۶
فتنہ خلق قرآن	۸۶
دینداری	۸۷
تصانیف	۸۷
وفات	۸۸
اولاد	۸۸
— ۹ —	
امام صالح بن زیاد سوسی رح (م ۲۶۱ھ / ۸۷۴ء)	
نام ونسب	۸۹
خاندان اور ولادت ووطن	۸۹
نسبت	۹۰
شیخ	۹۰
سلسلہ قرأت	۹۱
فن قرأت	۹۱
تلامذہ	۹۱
حدیث	۹۱
ثقاہت	۹۲
وفات	۹۲
اولاد	۹۲
— ۱۰ —	
امام عبداللہ ابن عامر شامی رح (م ۱۱۸ھ / ۷۳۶ء)	
نام ونسب اور کنیت	۹۳
خاندان	۹۴
ولادت ووطن	۹۴
حصول علم اور شیوخ	۹۷
سلسلہ قرأت	۹۸
تلامذہ	۹۸
علم وفضل	۹۸
حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے عقیدت ومحبت	۹۹
قرأت میں درجہ ومرتبہ	۹۹
حدیث	۱۰۰
مرویات میں پایہ	۱۰۰
عہدۂ قضا	۱۰۱
امامت وخطابت	۱۰۲
وفات	۱۰۲
— ۱۱ —	
امام ابوالولید ہشام بن عمار دمشقی رح (م ۲۴۵ھ / ۸۵۹ء)	
نام ونسب	۱۰۳

عنوان	صفحہ
ولادت ووطن	۱۰۳
علم وفضل	۱۰۳
امامت وخطابت	۱۰۵
حصول علم اور شیوخ	۱۰۵
سلسلہ قرأت	۱۰۶
تلامذہ	۱۰۷
فن قرأت	۱۰۷
حدیث	۱۰۷
عدالت وصداقت	۱۰۸
ائمہ اہل سنت کی پیروی	۱۰۹
وفات	۱۰۹
اولاد	۱۰۹
— ۱۲ —	
امام ابن ذکوان قرشیؒ (م ۲۴۲ھ / ۸۵۶ء)	
نام ونسب	۱۱۰
ولادت ووطن	۱۱۰
شیوخ وتلامذہ	۱۱۰
سلسلہ قرأت	۱۱۱
امامت ومشیخت اور فن قرأت میں درجہ	۱۱۱
حدیث	۱۱۲
صداقت وثقاہت	۱۱۳
تصنیف	۱۱۳
عصا	۱۱۳
وفات	۱۱۳
اولاد	۱۱۳
— ۱۳ —	
امام عاصم بن ابی النجود کوفیؒ (م ۱۲۸ھ / ۷۴۵ء)	
نام اور ولدیت	۱۱۴
وطن	۱۱۵
شیوخ	۱۱۵
سلسلہ قرأت	۱۱۵
درس وتدریس اور تلامذہ	۱۱۵
رواۃ قرأت	۱۱۶
تبحر علمی	۱۱۶
قرأت میں درجہ ومرتبہ	۱۱۸
خوش الحانی	۱۲۰
حدیث	۱۲۰
ثقاہت وعدالت	۱۲۱
قوت حفظ	۱۲۱
زہد وتقویٰ	۱۲۲
وفات	۱۲۳

عنوان	صفحہ
— ۱۴ —	
امام ابو بکر بن عیاش اسدیؒ (م ۱۹۳ھ / ۸۰۸ء)	
نام ونسب	۱۲۴
ولادت	۱۲۶
وطن اور خاندان	۱۲۷
طلب علم اور شیوخ	۱۲۷
درس وتدریس	۱۲۹
تلامذہ	۱۳۰
سلسلہ قرأت	۱۳۱
فضل وکمال	۱۳۱
قرآن پاک اور علم قرأت سے تعلق	۱۳۲
حدیث میں بلند پائیگی	۱۳۴
نقد وجرح	۱۳۴
فقہ	۱۳۵
عبادت	۱۳۵
نماز اور روزہ	۱۳۷
کرامت	۱۳۷
ذوق شعری	۱۳۸
بنوامیہ کی حمایت	۱۳۹
فضیلت شیخین	۱۴۰
عقیدہ ومسلک	۱۴۲
فتنہ خلق قرآن	۱۴۳
مقولے	۱۴۳
پیشہ	۱۴۴
وفات	۱۴۴
اولاد	۱۴۴
— ۱۵ —	
امام حفص بن سلیمان کوفیؒ (م ۱۸۰ھ / ۷۹۶ء)	
نام ونسب	۱۴۶
ولادت وطن اور تعلیم	۱۴۶
اساتذہ وشیوخ	۱۴۹
تلامذہ	۱۴۹
فن قرأت میں علوئے کمال وقبولیت	۱۴۹
حفظ وثقاہت	۱۵۱
زہد وتقویٰ	۱۵۲
موازنہ شعبہؒ وحفصؒ	۱۵۲
پیشہ	۱۵۳
وفات	۱۵۴
— ۱۶ —	
امام حمزہ بن حبیب الزیات کوفیؒ (م ۱۵۶ھ / ۷۷۲ء)	
نام ونسب	۱۵۶

عنوان	صفحہ
ولادت ووطن	١٥٦
نسبت	١٥٦
فضل وکمال	١٥٧
تحصیل علم اور شیوخ	١٦٠
سلسلہ قرأت	١٦١
درس وتدریس اور تلامذہ	١٦١
راوی قرأت	١٦٢
فن قرأت میں بلند پائیگی	١٦٢
علم فرائض	١٦٥
حدیث	١٦٦
جرح وتعدیل	١٦٧
استغناد بے نیازی	١٦٧
زہد وورع	١٦٧
ذریعہ معاش	١٦٩
خواب	١٧٠
مناقب	١٧٠
تصانیف	١٧١
وفات	١٧١
— ١٧ —	
امام خلف بن ہشام بغدادی رح (م ٢٢٩ھ / ٨٤٣ء)	
نام ونسب	١٧٢
ولادت	١٧٢
حصول علم	١٧٣
شیوخ	١٧٤
تلامذہ	١٧٤
حدیث	١٧٥
ثقاہت	١٧٥
نحو	١٧٥
زہد واتقا اور شرافت	١٧٦
امام حمزہ کی اتباع	١٧٧
وفات	١٧٧
— ١٨ —	
امام خلاد بن خالد کوفی رح (م ٢٢٠ھ / ٨٣٥ء)	
نام ونسب	١٧٩
پیدائش اور وطن	١٧٩
حصول علم اور اساتذہ	١٧٩
تلامذہ	١٧٩
فن قرأت	١٨٠
حدیث	١٨٠
حفظ وضبط اور ثقاہت	١٨٠
وفات	١٨٠

عنوان	صفحہ
۱۹	
امام علی بن حمزہ کسائیؒ (م ۱۸۹ھ / ۸۰۵ء)	
نام ونسب	۱۸۱
نسبتیں	۱۸۲
پیدائش اور وطن	۱۸۴
تجرد	۱۸۵
تحصیل علم اور شیوخ	۱۸۵
سلسلہ قرأت	۱۸۶
درس افادہ	۱۸۶
تلامذہ	۱۸۶
رواۃ قرأت	۱۸۸
علم وفضل	۱۸۸
قرأت میں درجہ ومرتبہ	۱۹۰
حدیث	۱۹۱
صداقت	۱۹۲
لغت وعربیت	"
طلب نحو کا سبب	۱۹۳
قرأت اور نحو	۱۹۴
نحوی اسکول	۱۹۴
نحو میں کمال وامتیاز	۱۹۵
شعر وسخن	۱۹۶
فقہی بصیرت	۱۹۷

عنوان	صفحہ
خلفاء سے ربط وتعلق	۱۹۹
زہد وورع	۲۰۳
تصانیف	۲۰۴
وفات	۲۰۵
بشارتیں	۲۰۶
۲۰	
امام لیث بن خالد بغدادیؒ (م ۲۴۰ھ / ۸۵۴ء)	
نام	۲۰۸
ولادت ووطن	۲۰۸
شیوخ وتلامذہ	۲۰۸
قرأت	۲۰۹
حدیث	۲۰۹
وفات	۲۰۹
کتابیات	۲۱۰

پیش لفظ

استاذی المحترم حضرت مولانا مجیب اللہ صاحب ندوی مدظلہ العالی
ناظم جامعۃ الرشاد اعظم گڑھ

قرآن پاک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کر کے فرمایا گیا ہے۔

ورتل القرآن ترتیلا — اور قرآن پاک کو ترتیل سے پڑھئے

احادیث میں ترتیل سے پڑھنے کی تفصیل آئی ہے ایک حدیث میں ہے کہ حضرت انسؓ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کے بارے میں پوچھا گیا کہ آپؐ کس طرح قرأت فرماتے تھے تو انھوں نے پڑھ کر بتایا کہ :۔

کانت قرأۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم مدًّا مدًّا ثم قرأ بسم اللہ الرحمن الرحیم یمد بسم اللہ ویمد بالرحمن ویمد بالرحیم (بخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مد کے ساتھ صاف پڑھتے تھے انھوں نے پڑھ کر بتایا کہ آپؐ بسم اللہ کے لفظ کو کھینچ کر پڑھتے تھے اسی طرح الرحمن اور الرحیم کو بھی کھینچ کر پڑھتے تھے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ

ما اذن اللہ بشئ ما اذن لنبی یتغنی بالقرآن (بخاری ومسلم)

اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ جس آواز کو توجہ سے سنتا ہے وہ نبیؐ کی اچھی آواز کے ساتھ قرآن پڑھنے کو سنتا ہے۔

بخاری ومسلم کی دوسری حدیث میں حسن الصوت کا لفظ آیا ہے یعنی نبیؐ جب اچھی آواز سے قرآن پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے پوری توجہ سے سنتے ہیں۔

قرآن پاک کی مذکورہ آیت، اسوۂ رسول اور متعدد احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن پاک کو صاف صاف اور اچھی آواز سے پڑھنا مستحسن قرار دیا گیا ہے جس طرح قرآن پاک

کی خدمت مختلف حضرات نے مختلف پہلوؤں سے انجام دی اسی طرح کتاب اللہ کے الفاظ کو صحت کے ساتھ پڑھنے پڑھانے کی خدمت میں بھی مختلف حضرات نے اپنی عمریں صرف کر دیں۔

صحابہ کرامؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قرآت کو تابعین تک پہونچایا اور تابعین کے دور ہی میں کچھ اللہ کے بندوں نے اس میں غیر معمولی دلچسپی لی اور اسے ایک عظیم الشان فن کی حیثیت دی، عربوں کے علاوہ غیر عربوں نے بھی پوری دلچسپی وانہماک کے ساتھ اس فن کے فروغ میں حصہ لیا خود ہندوستان میں بھی اس فن کے ممتاز علماء پیدا ہوئے جنکی شہرت عرب ملکوں تک پہونچی۔

پیش نظر کتاب "تذکرۃ القراء" میں قراء سبعہ اور ان کے ممتاز تلامذہ کے حالات و سوانح و علمی و دینی خدمات اور مذہبی و اخلاقی کارناموں کو عزیزم محمد الیاس الاعظمی ایم اے نے بڑے سلیقہ اور حسن ترتیب کے ساتھ جمع کر دیا ہے۔ انھوں نے زبان و بیان اور اسلوب نگارش میں جدید انداز تحریر کے بجائے علامہ شبلی اور ان کے تلامذہ کے علمی انداز تحریر کو اپنانے کی کوشش کی ہے اور اس میں کامیاب رہے ہیں۔ ان کی ابتدائی تعلیم جامعۃ الرشاد میں ہوئی اسوقت تو یہ محسوس نہیں ہوتا تھا کہ ان کے اندر اتنی صلاحیتیں پوشیدہ ہیں مگر اللہ تعالیٰ دین کی خدمت کیلئے اپنے بہت سے ایسے بندوں میں انکی ذاتی محنت اور جدوجہد سے ایسی صلاحیتیں پیدا کر دیتا ہے جن کے بارے میں ظاہری طور پر امکان بھی نہیں ہوتا۔ امید ہے یہ کتاب مقبول ہوگی خاص طور سے فن قرآت سے دلچسپی لینے والے حضرات اس سے پوری دلچسپی لینگے۔

خادم

مجیب اللہ ندوی

ناظم جامعۃ الرشاد۔ اعظم گڑھ

۲۵/۵/۹۵ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

قراء سبعہ اور انکے رواۃ قرأت کا تعلق اس تابناک عہد سے ہے جو تاریخ اسلام کا تاریخ ساز عہد ہے، اس عہد زریں میں تمام اکابر ائمہ علوم و فنون پیدا ہوتے جنھوں نے اسوۂ رسولؐ و صحابہؓ اور تابعین کی علمی و عملی اور اخلاقی دولت کو پورے عالم میں پھیلایا اور درحقیقت اسلام کا یہی وہ عہد زریں ہے جس میں مسلمانوں کو دینی و دنیوی دونوں سعادتوں کی معراج نصیب ہوئی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

خیر امتی القرن الذین یلونی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم الخ (مسلم کتاب الفضائل)	میری امت میں اس زمانہ کے لوگ بہتر ہیں جو مجھ سے ملا ہوا ہے (صحابہؓ) پھر وہ لوگ جو ان سے ملے ہوتے ہیں (تابعینؒ) پھر وہ لوگ جو ان سے ملے ہوئے ہیں (تبع تابعینؒ)

دوسری روایت میں ہے کہ

خیر الناس قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم الخ (ایضاً)	سب سے بہتر لوگ میرے زمانہ کے ہیں (صحابہؓ) پھر وہ جو ان سے ملے ہوئے ہیں (تابعینؒ) پھر وہ جو ان سے ملے ہوئے ہیں (تبع تابعین)

قراء کرام کی بزرگی اور اہمیت اس لحاظ سے مزید بڑھ جاتی ہے کہ ان لوگوں نے تاحیات قرآن پاک کو سینے سے لگائے رکھا اور اسکے سیکھنے و سکھانے میں عمریں صرف کر دیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے :

خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ۔ تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن پاک سیکھے اور سکھاتے۔

نیز قراء کی یہ مقدس جماعت اپنے علم و فضل، زہد و اتقاء، سادگی و تواضع، استغناء و بے نیازی حق گوئی و بے باکی، اور اخلاق و کردار میں یکتائے روزگار اور صحابہ کرام کا عمدہ عکس و نمونہ تھی اسکے

باوجود اردو میں قرار کرام کے ساتھ وہ اعتنا نہیں کیا گیا جسکے اصلا وہ مستحق تھے چنانچہ انھیں اسباب کی بنا پر احقر نے اپنی کم علمی اور کم مائگی کے باوجود ان کے مبارک تذکرہ کو اپنا موضوع بنایا اور تفصیل سے قرار سبعہ اور ان کے دو، دو رواۃ کے حالات زندگی، علمی و دینی خدمات اور امتیازات و کمالات کو مستند کتابوں سے یکجا کر کے علمی و تحقیقی انداز سوانح نگاری پر مرتب کیا۔

انکے حالات کے ساتھ فن قرأت کی ترویج واشاعت میں انکے نمایاں کردار کو خصوصیت سے اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے، اس فن سے انکے شغف وانہماک کے واقعات کی روشنی میں انکے علوئے کمال وقبولیت اور بلند مرتبہ کی نشاندہی بھی کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

یہ کتاب صرف قرار کرام کا تذکرہ ہی نہیں ہے بلکہ ان کے عہد کی ایک مختصر تاریخ بھی ہے اس سے جہاں مسلمانوں کی دینی ودنیوی سعادت وفلاح اور انکی معراج کمال کا اندازہ ہوتا ہے وہیں اس دور کے فتنوں پر بھی روشنی پڑتی ہے، امید ہے یہ کتاب ہمارے لئے عبرت ونصیحت کا ساماں ہوگی

اس کتاب کی تیاری میں جن لوگوں نے میرا تعاون کیا ان کا شکریہ ادا کرنا نہایت ضروری سمجھتا ہوں لیکن سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوں کہ اگر اسکی رحمت بے پایاں قدم قدم پر میرے ساتھ نہ ہوتی تو یہ کام ہرگز وجود میں نہ آتا۔

استاذی المحترم مولانا مجیب اللہ صاحب ندوی اور مولانا ضیار الدین صاحب اصلاحی کا بے حد ممنون وشکر گزار ہوں کہ ان بزرگوں نے میری حوصلہ افزائی کی اور مفید مشورے دیئے احباب میں مولانا عمیر الصدیق ندوی اور مولانا محمد عارف اعظمی کا صمیم قلب سے شکر گزار ہوں کہ ان لوگوں نے میری بڑی مدد کی خصوصاً عمیر صاحب نے بڑے خندہ پیشانی سے میرا تعاون کیا اور ہر ہر مرحلہ پر میری رہنمائی کی اللہ تعالیٰ اس علم دوستی کا عمدہ بدلہ عطا فرمائے۔

اس دور میں طباعت مصنفین کیلئے ایک بڑا سخت مرحلہ ہے معروف پبلشر جناب زبیر احمد صاحب دانش بکڈپو ٹانڈہ نے اس کتاب کی طباعت کا ذمہ لے کر میرے اوپر بڑا احسان کیا ہے اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر دے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس حقیر کوشش کو شرف قبولیت بخشے اور راقم الحروف کیلئے ذریعہ نجات بنائے — ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین — ناچیز — محمد الیاس الاعظمی

لکھا ہے کہ امام نافع خلیق تھے [1]

اساتذہ و شیوخ

امام نافع مدنی کثیر الشیوخ ہیں انھوں نے اہل مدینہ کے تابعین کی ایک سر کردہ جماعت جو حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ، حضرت ابی ابن کعبؓ اور حضرت ابوہریرہؓ جیسے اجلہ روزگار صحابہ کرام کے نامور تلامذہ تھے سے قرآن وحدیث کی تعلیم حاصل کی ابوقرۃ موسیٰ بن طارق کا بیان ہے کہ میرے پاس تواتر سے یہ بات پہونچی ہے کہ امام نافع نے شروع کے پانچ تابعین سے علم قرأت کی تحصیل وتکمیل کی [2] خود امام نافع مدنیؒ کا بیان ہے کہ میں نے ستّر تابعین سے علم قرأت کی تحصیل کی، ابن العماد حنبلی نے موسیٰ بن طارق کا بیان نقل کیا ہے جس میں صراحت ہے کہ امام نافع نے ستّر تابعین کے حلقہ فیض سے استفادہ کیا ہے [3] چند شیوخ کے نام یہ ہیں :-

ابوجعفر یزید بن القعقاع مدنی، ابوداؤد عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرج، ابوروح یزید بن رومان اسدی، شیبہ بن نصاح، ابوعبداللہ مسلم بن جندب ہذلی، فاطمہ بنت علی، زید بن اسلم، ابوالزناد، عامر بن عبداللہ بن زبیر، محمد بن یحیٰی بن حبان، نافع مولیٰ ابن عمر، صفوان بن سلیم صالح بن خوات انصاری، ابوبکر محمد بن عبداللہ بن شہاب الزہری، الاصبغ بن عبدالعزیز نحوی عبدالرحمٰن بن القاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق وغیرہ [4]۔

سلسلہ قرأت

امام نافع مدنی نے ابوجعفر یزید بن القعقاع مدنی، عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرج، شیبہ بن نصاح، مسلم بن جندب ہذلی اور یزید بن رومان اسدی سے قرأت کی روایت وتحصیل کی اور ان حضرات نے حضرت ابوہریرہؓ، حضرت ابن عباسؓ سے اور ان حضرات صحابہ کرامؓ نے حضرت ابی ابن کعبؓ سے پڑھا اور حضرت ابی ابن کعبؓ نے نبی کریم

---

[1] معرفۃ القراء ۱/۱۱۰ -

[2] غایۃ النہایہ ۲/۳۳۰ -

[3] شذرات الذہب ۳/۵۱ ومعرفۃ القراء ۱/۱۰۷ ومرآۃ الجنان ۱/۳۵۸ -

[4] غایۃ النہایہ ۲/۳۳۰ ومعرفۃ القراء ۱/۱۰۷ وعلامہ ابن حجر عسقلانی تہذیب التہذیب ۱۰/۴۰۷ دائرۃ المعارف حیدرآباد ۱۳۲۷ھ -

صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس زبان سے سیکھا تھا اس طرح یہ قرأت تین واسطوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچتی ہے۔[۱]

درس وافادہ اور طلبہ کا اژدحام

امام نافع مدنی نے قرآن پاک کی خدمت کو فرض اولین سمجھا اور کم وبیش ستر سال تک مسلسل اسکی خدمت میں مصروف رہے،[۲] یہانتک کہ رات کو بھی اپنے چشمۂ فیض سے وابستہ لوگوں کو قرآن پاک کا درس دیتے الاعشیٰ کا بیان ہے کہ امام نافعؒ پڑھنے والوں کیلئے قرآن کو آسان بنا دیتے تھے[۳] اسکے متعلق کرنل مرزا بسم اللہ بیگ لکھتے ہیں: "تیس[۴] آیت سے زائد نہ پڑھنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ بڑی احتیاط اور تحقیق سے تعلیم دی جاتی تھی۔ امام نافع کا ستر تابعین سے پڑھنا اور ورشؒ کا

کئی بار ختم کرنا انکے تحقیق کے شوق کو ظاہر کرتا ہے"۔[۴]

طلبہ کا اسقدر ہجوم ہوتا تھا کہ کسی کو تیس آیت سے زائد پڑھنے کا وقت نہ ملتا اوقات کے مطابق تمام طلبہ پہ آیات کو منقسم کر رکھا تھا بڑی احتیاط اور تحقیق سے قرآن پڑھاتے امام نافع کے تلمیذ ارشد اور راوی قرأت امام عثمان بن سعید الورش مصری کا بیان ہے کہ جب میں امام نافع کی خدمت میں حاضر ہوا تو طلبہ کا ہجوم دیکھکر سخت متردد ہوا اور حصول تعلیم کیلئے بعض بزرگوں کی سفارش پیش کرنی پڑی تب بڑی مشکل سے پڑھنے کا موقع ملا،[۵] کرنل مرحوم لکھتے ہیں :۔

"امام نافع کا یہ فرمانا کہ مجھے مہاجرین وانصار کی اولادوں کو پڑھانے سے فرصت نہیں یہ ظاہر کرتا ہے کہ عربی النسل جنکی مادری زبان عربی تھی

---

[۱] علامہ ابو عمرو عثمان الدانی، التیسیر ۷/، مکتبہ نعیمیہ متو ۱۴۰۶ھ۔

[۲] غایۃ النہایہ ۲/۳۳۰۔

[۳] معرفۃ القراء ۱/۱۰۹

[۴] کرنل مرزا بسم اللہ بیگ، تذکرہ قاریان ھند ۱/۳۵۔۳۶ (حیدر آباد)

[۵] معرفۃ القراء ۱/۱۵۴۔۱۵۵۔

اور جنکے گھروں میں قرآن پاک کا کثرت سے چرچا تھا وہ بھی مستند استاد
سے قرآن شریف پڑھنا وسیکھنا ویسا ہی ضروری سمجھتے تھے جیسا کہ ایک
غیر عرب ضروری سمجھتا تھا اور اسی طرح پڑھنے کی کوشش کرتے تھے جیسا کہ
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھایا تھا بلکہ صرف صحیح پڑھنا اس تعلیم کیلئے
طالب علم اس قدر ہجوم کئے رہتے تھے کہ دن بھر حضرت کو فرصت نہ ملتی تھی"[1]

امام ورشؒ کو سفارش کے بعد جب پڑھنے کا موقع ملا تو امام نافع نے دوسرے طلبہ کی طرح انکو بھی تیس آیت پڑھنے کے بعد ٹھہرنے کا حکم دیا اسکے بعد امام نافع کے حلقۂ فیض سے وابستہ لوگوں میں سے دو طالب علم باری باری اٹھے اور دس آیت پڑھنے کے برابر وقت اپنے اوقات میں سے امام ورش کو ہبہ کر دیا، جس سے امام ورش کو پچاس آیت پڑھنے کا موقع ملا[2] مرزا بسم اللہ رقمطراز ہیں :-

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ طالب علموں میں بھی ایثار کا کتنا مادہ تھا کہ اپنے وقت میں سے وقت دینے پر بلا کہے آمادہ ہو گئے یہ خیال نہ کیا کہ ایک غیر ملکی آفاقی آیا ہے ہمارے مقابلہ میں کیا وقعت رکھتا ہے غیر عرب ہے کیا جانتا ہے اور کیا سیکھے گا یہ ہے وہ علمی فضا اور ماحول کا وہ عجیب نظارہ جو بارہ سو برس پہلے کی ایک درس گاہ میں نظر آتا ہے کیا کوئی یونیورسٹی آج بھی اپنے طالب علموں میں اس ذوق اور کردار و ایثار کے نمونے پیش کر سکتی ہے ایک فرد واحد مسجد میں بیٹھ کر صبح سے شام تک درس دیتا ہے ہزاروں طالب علم مستفید ہو کر نکلتے ہیں اور دنیا میں پھیل جاتے ہیں اور تعلیم پر ایک پیسہ خرچ نہیں ہوتا، اور کام یونیورسٹی کے پیمانے پر ہوتا

---

[1] تذکرہ قاریان ہند ا/۳۶

[2] معرفۃ القراء ۱/۱۵۴-۱۵۵ -

ہے۔ سترؔ سال تک اسطرح درس دینا کس قدر محنت وصبر چاہتا ہے یہ
تھا نمونہ اس ذوق وشوق کا جو قرآن کی تعلیم نے ان بزرگوں کے دلوں
میں پیدا کردیا تھا۔[1]

منت سہل نہیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں — تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

اس عہد میں قرآن پاک کی تعلیم سے لوگوں کو بڑا تعلق وشغف تھا شیوخ کا یہ حال تھا کہ طلبہ کے ہجوم کیوجہ سے کسی کو ممبر پہ بیٹھنا پڑتا اور تعلیم وتعلم کا سلسلہ جاری ہوجاتا، کسی کو اپنے طلبہ کو فوج کی طرح اپنے پیچھے لے کر چلنا پڑتا، کسی کو دن ورات تعلیم دینی پڑتی غرض پڑھنے پڑھانے، محنت وشغف، اور جدوجہد سے بھرپور ایک ماحول تھا آج کے دور میں اسکا تصور بھی مشکل ہے۔

تلامذہ امام نافع مدنی کے تلامذہ بھی کثیر التعداد ہیں ان کے چشمۂ فیض سے فیضیاب ہونیوالوں کے اسمائے گرامی یہ ہیں :۔

امام مالک بن انس، اسماعیل بن جعفر انصاری، عیسٰی بن وردان، سلیمان بن مسلم بن حجاز، اسحاق بن محمد اسحاق المسیبی، ابوبکر، اسماعیل اور ابو اویس کے دونوں صاحبزادے یعقوب بن جعفر، عبدالرحمٰن بن ابوالزناد، عیسٰی بن مینا قالون مدنی، سعید بن ابراہیم اور انکے بھائی یعقوب، محمد بن عمر الواقدی، زبیر بن عامر، خلف بن وضاح، ابوالذکر محمد بن یحیٰی، ابوالعجلان بن علی، صفوان، محمد بن عبداللہ بن ابراہیم بن وھب، موسٰی بن طارق، ابوقرۃ الیمانی، عبدالملک بن قریب الاصمعی، خالد بن مخلد العطوانی، ابوعمرو زبان بن العلاء، ابوالربیع الزہرانی، خارجہ بن مصعب خراسانی، خلف بن بزاز الاسلمی، سقلاب بن شیبہ، عثمان بن سعید الورش، عبداللہ بن وھب، محمد بن عبداللہ بن وھب، معلی بن دحیۃ، لیث بن سعد اشہب بن عبدالعزیز، حمید بن سلامہ، عتبہ بن حماد الشامی، ابومسہر الدمشقی، ولید بن مسلم، عبداللہ بن ادریس الاودی،

---

[1] تذکرہ قاریان ھند ۱/۳۶۔

عراک بن خالد، خویلد بن معدان، کردم الغزالی، ابوالحارث شیخ، الغاز بن قیس الاندلسی، ابوبکر الفورسی، محمد الفورسی وغیرہ ؎

ان تلامذہ میں سے بعض نے ایک قرأت کی روایت کی ہے اور بعض نے دو قرأتوں کی روایت کی ہے اور ہم نے تمام تلامذہ کا ذکر ایک ساتھ کر دیا ہے جبکہ دوسرے تذکرہ نگاروں نے مدینہ منورہ اور مصر و شام کے تلامذہ کا ذکر علیحدہ علیحدہ کیا ہے۔

رواۃ قرأت ائمہ سبعہ کے رواۃ قرأت تین حصوں میں تقسیم کئے جا سکتے ہیں۔

۱۔ بلا واسطہ اماموں کے شاگرد ہیں مثلاً امام نافع مدنی امام عاصم کوفی اور امام ابوالحسن علی کسائی کے رواۃ قرأت۔

۲۔ رواۃ قرأت اور اماموں کے درمیان کئی واسطے ہیں مثلاً امام ابن کثیر مکی اور امام ابن عامر شامی کے رواۃ قرأت۔

۳۔ رواۃ قرأت اور اماموں کے درمیان صرف ایک واسطہ ہو مثلاً امام ابوعمرو زبان بن العلا بصری اور امام حمزۃ الزیات کوفی کے رواۃ قرأت۔

امام نافع مدنی کے دو رواۃ قرأت بہت مشہور و معروف ہیں جس پر جمہور علماء کا اتفاق و اجماع ہے اور ابن مجاھد کی ترتیب سے لے کر آج تک کسی عہد و زمانہ میں انکے متعلق اختلاف و نزاع نہیں رہا، انکے نام یہ ہیں :۔

۱۔ امام ابوموسیٰ عیسیٰ بن مینا قالون مدنی (م ۲۲۰ھ / ۸۳۵ء)

۲۔ امام عثمان بن سعید الورش مصری (م ۱۹۷ھ / ۸۱۲ء)

فضل و کمال امام نافع مدنی جامع کمالات و صفات تھے علوم اسلامیہ خصوصاً علم قرأت میں کامل دستگاہ حاصل تھی، علم حدیث میں بھی اونچا مقام رکھتے تھے

؎ معرفۃ القراء ۱/۱۰۷ وغایۃ النہایہ ۲/۳۳۱ وتہذیب التہذیب ۱۰/۴۰۷۔

زہد وورع اور عبادت وریاضت میں بھی بے مثل تھے ائمہ جرح و تعدیل نے انکی ثقاہت و عدالت پر اتفاق کیا ہے ان کا شمار ان جلیل القدر تابعین میں ہوتا ہے جنھوں نے علم وفن کو بام عروج پر پہونچانے میں نمایاں کردار ادا کیا، کتاب اللہ کی جس قرأت کے تواتر پر امت کا اتفاق ہے ان میں امام نافع مدنی کی قرأت بھی شامل ہے اور یہی انکے کمالات کا نمایاں باب بھی ہے، علامہ ذھبی نے امام نافع کو مقری اہل المدینہ اور احد الاعلام لکھا ہے[1] اصمعی فرماتے ہیں :-

کان من القراء الفقہاء العباد ۔[2] امام نافع قراء فقہاء اور عبادت گذاروں میں تھے ۔

امام نافع مدینہ منورہ میں علم قرأت اور رسم الخط دونوں کے امام تھے مدینہ منورہ میں کبار تابعین کے بعد انھیں پر علم قرأت میں اتفاق کیا گیا، سعید بن منصور کہتے ہیں کہ میں نے امام مالک بن انس کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اہل مدینہ کی قرأت سنت ہے کسی نے پوچھا کیا نافع کی قرأت تو امام مالک نے فرمایا ہاں نافع کی قرأت مسنون ہے[3]

ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ امام نافع مدنی وجوہ قرأت اور عربیت کے عالم تھے حدیث پر مضبوطی سے عمل کرنے والے تھے[4] عبد اللہ بن احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے دریافت کیا کہ کونسی قرأت آپکو سب سے زیادہ محبوب ہے تو انھوں نے جواب دیا، اہل مدینہ کی قرأت، میں نے دریافت کیا کہ اگر یہ نہ ہو تو انھوں نے فرمایا امام عاصم کوفی کی قرأت[5]

مشہور ادیب و شاعر اور ماہر علم تجوید و قرأت علی قیروانی نے امام نافع مدنی کی قرأت پر ایک طویل قصیدہ لکھا تھا جو دو ہزار اشعار پر مشتمل تھا[6]

---

[1] علامہ ذھبی، میزان الاعتدال ۳/ ۲۲۷ مطبعۃ السعادۃ مصر ۱۳۲۵ھ ومعرفۃ القراء ۱/ ۱۰۷

[2] تہذیب التہذیب ۱۰/ ۴۰۷ ۔

[3] معرفۃ القراء ۱/ ۱۰۸ ۔

[4] ملا علی قاری شرح شاطبی ص ۱۱ ۔

[5] معرفۃ القراء ۱/ ۱۰۸ وغایۃ النہایہ ۲/ ۳۳۱ - ۳۳۲ ۔

[6] مولانا عبد القیوم حقانی، پیشہ رزق حلال اور چند ارباب علم وکمال ص ۱۸۳ ۔ العلا پبلیکیشنز۔ دہلی ۔

علم قرأت میں درجہ و مرتبہ امام نافع مدنی کا علم قرأت میں درجہ و مرتبہ بہت بلند ہے انکا شمار اس فن کے ائمہ میں کیا جاتا ہے، انکو گو قرآن وحدیث دونوں میں درک وبصیرت حاصل تھی تاہم ان کا اصل طرہ امتیاز وافتخار علم قرأت ہی تھا، لیث بن سعد کا بیان ہے کہ میں نے ۱۱۳ھ میں حج کیا اسوقت مدینہ منورہ میں امام قرأت امام نافع بن ابونعیم مدنی تھے،[1] صاحب غایۃ النہایہ نے لکھاہے کہ مدینہ منورہ میں علم قرأت امام نافع مدنی کی ذات پر ختم ہوتا تھا،[2] ابن مجاہد فرماتے ہیں کہ تابعین کے بعد مدینہ منورہ میں قرأت کے امام، امام نافع مدنی ہیں یہ دجوہ قرأت کے بہت بڑے عالم اور سلف کے سچے پیروکار تھے،[3] سعید بن منصور کا بیان ہے کہ میں نے امام مالک بن انس کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اہل مدینہ کی قرأت مسنون ہے تو ان سے دریافت کیا گیا کہ کیا امام نافع کی قرأت تو انھوں نے جواب دیا کہ ہاں امام نافع مدنی کی قرأت۔[4] بسملہ کے سلسلے میں امام مالک سے دریافت کیا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ ہر چیز کے بارے میں اہل حق سے دریافت کیا کرو اسوقت امام قرأت امام نافع مدنی ہیں،[5] نیز فرماتے ہیں :۔

نافع امام الناس فی القراۃ۔[6] امام نافع قرأت میں لوگوں کے امام ہیں۔

خیرالدین زرکلی تحریر فرماتے ہیں :۔

انتھت الیہ رئاسۃ القرأۃ۔[7] امام نافع پر ریاست قرأت ختم ہوگئی۔

لیث بن سعد فرماتے ہیں کہ" میں نے اہل مدینہ کو یہ کہتے ہوئے پایا کہ امام نافع کی قرأت سنت ہے۔"[8]

---

[1] غایۃ النہایہ ۲/۳۳۳ وشذرات الذھب ۱/۲۷۰ ومعرفۃ القراء ۱/۱۰۸۔
[2] ایضاً۔
[3] ایضاً۔
[4] ایضاً۔
[5] ایضاً ۲/۳۳۳۔
[6] معرفۃ القراء ۱/۱۰۸ وشذرات الذھب ۱/۲۷۰۔
[7] الاعلام ۸/۵
[8] تہذیب التہذیب ۱۰/۴۰۸۔

چنانچہ انھیں گوناگوں اوصاف وکمالات کی بنا پر اپنے شیخ امام ابوجعفر یزید بن القعقاع مدنی کے بعد مدینہ منورہ کے بالاتفاق امام القرار تسلیم کیے گئے۔

فن حدیث

گو حدیث کی کتابوں میں انکی کوئی حدیث نہیں ملتی لیکن انکے حالات میں اتنا ضرور ملتا ہے کہ انھوں نے عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرج سے حصول علم قرأت کے بعد سو حدیثوں کا سماع کیا، ابن عدی کا بیان ہے کہ امام نافع کے پاس عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرج سے روایت کردہ سو حدیثوں کا ایک نسخہ تھا نیز ابوالزناد سے بھی روایت کردہ سو حدیثوں کا مجموعہ تھا اور متفرقات میں بھی انکے پاس پچاس سے زائد حدیثیں تھیں اور میں نے انکی کوئی حدیث منکر نہیں دیکھی اور میرے خیال میں ان میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے[۱]

ثقاہت وعدالت

امام نافع کی ثقاہت وعدالت پر علمائے جرح وتعدیل کی آرار بہت اچھی اور مثبت ہیں، علامہ ابن الجزری، یحیٰی بن معین، احمد بن حنبل، اور ابن سعد نے ثقہ اور حاتم انسائی نے صدوق صالح الحدیث قرار دیا ہے[۲] نسائی اور ابن المدینی کا خیال ہے کہ انکی مرویات نقل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے[۳] ابن حبان نے ان کا ذکر کتاب الثقات میں کیا ہے، علامہ ابن حجر عسقلانی رقمطراز ہیں :۔

لم ارفی احادیثہ شیئا منکرا وارجو انہ لاباس بہ[۴]	میں انکی مرویات میں کوئی منکر بات نہیں دیکھتا میرا خیال ہے انکے قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

زہد واتقار

امام نافع مدنی بڑے عابد وزاہد اور متقی وپرہیز گار تھے، ستر سال تک درس قرآن دینا ہی اس کی بہت بڑی دلیل ہے، ان کے شاگرد رشید امام عیسیٰ بن مینا قالون مدنی کا بیان ہے کہ امام نافع بن ابونعیم مدنی لوگوں میں پاکیزہ اخلاق عمدہ قرأت اور متقی وپرہیزگار

---

[۱] معرفۃ القرار ۱/۱۱۱ وغایۃ النہایہ ۲/۳۳۲ وتہذیب التہذیب ۱۰/۴۰۷

[۲] ایضاً۔

[۳] ایضاً ومیزان الاعتدال ۳/۲۲۷۔

[۴] تہذیب التہذیب ۱۰/۴۰۷۔

تھے انھوں نے مسجد نبویؐ میں ساٹھ سال تک نماز ادا کی[1]۔

زیارت صحابہ امام نافع مدنی نے دو صحابہ حضرت طفیلؓ، اور حضرت ابن ابی انیسؓ کی زیارت کی تھی اور اسی بنا پر انکا شمار تابعین میں کیا جاتا ہے۔

منہ سے خوشبو علامہ شاطبی اپنے قصیدہ میں فرماتے ہیں :۔

فاما الكريم السر في الطيب نافع   فذاك الذی اختار المدينة منزلا

ترجمہ: بہرحال شریف راز اور پاک باطن والے خوشبو کے معاملہ میں جو کہ امام نافع ہیں یہ وہ خوش نصیب بزرگ ہیں جنھوں نے مدینہ کو اپنا وطن بنایا۔

امام نافع مدنی کو ایک عجیب قسم کی کرامت فطرت کی طرف سے ودیعت کی گئی تھی، وہ جب کسی سے گفتگو کرتے یا قرآن کی تلاوت کرتے یا قرآن کا درس دیتے تو ان کے منہ سے خوشبو آتی تھی، دریافت کیا گیا کہ کیا آپ ہمیشہ خوشبو استعمال کرتے ہیں تو امام نافع نے فرمایا کہ نہ میں خوشبو استعمال کرتا ہوں اور نہ اس کے قریب جاتا ہوں بلکہ واقعہ یہ ہے کہ مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی اور میں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے منہ سے اپنا دہن مبارک ملاکر قرآن مجید کی تلاوت فرما رہے ہیں، جب میں بیدار ہوا تو میرے منہ سے خوشبو آرہی تھی، اسی وقت سے میرے منہ سے یہ خوشبو آرہی ہے[2]۔

وصیت امام نافع مدنی کی وفات کا جب وقت قریب آیا تو صاحبزادوں نے کچھ وصیت کی درخواست کی تو انھوں نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی[3]

اتقوا الله واصلحوا ذات بينكم واطيعوا الله ورسوله ان كنتم مؤمنين ۔

تم اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اپنے تعلقات کی اصلاح کرو اور اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو اگر تم ایمان والے ہو۔

---

[1] غایۃ النہایہ ۲/۳۳۱۔

[2] ایضاً ۲/۳۳۲ و معرفۃ القراء ۱/۱۰۸ و شذرات الذہب ۱/۲۷ و ملا علی قاری شرح شاطبی ص ۱۱ ۔

[3] ایضاً و تہذیب التہذیب ۱۰/۴۰۸۔

وفات امام نافع مدنیؒ نے مدۃ العمر علم قرأت کی خدمت کرنے کے بعد ۱۶۹ھ / ۷۸۵ء میں مدینہ منورہ میں بزمانہ ہادی باللہ دنیائے فانی کو خیرباد کہا،[1] اور مدینہ منورہ کے مشہور قبرستان جنت البقیع میں امام مالک کے پہلو میں سپرد خاک کئے گئے، مزار آج بھی مرجع خلائق ہے۔

وفات کے متعلق سنہ ۱۵۰ھ سنہ ۱۷۰ھ اور سنہ ۱۷۵ھ کے بھی اقوال ملتے ہیں مگر اول الذکر ہی صحیح سنہ وفات ہے۔[2]

---

[1] معرفۃ القراء ۱/۱۱۱ وغایۃ النہایہ ۲/۳۳۴ وشذرات الذہب ۳/۵۱ ومرآۃ الجنان ۱/۳۵۹۔

[2] شذرات الذہب ۳/۵۱۔

امام عیسیٰ بن مینا قالونؒ مدنیؒ

نام ونسب عیسیٰ نام، ابو موسیٰ کنیت اور قالون لقب تھا، شجرہ نسب مندرجہ ذیل ہے:۔

ابو موسیٰ عیسیٰ بن مینا بن وردان بن عیسیٰ بن عبدالصمد بن عمر بن عبداللہ الزرقی مدنیؒ [1]

صاحب شجرہ سبعہ قرأت نے عیسیٰ بن عبدالصمد کے بجائے عیسیٰ بن عبدالرحمٰن لکھا ہے [2]، صحیح عبدالصمد ہی ہے کیونکہ علامہ ذہبیؒ ابن الجزری اور یاقوت رومی وغیرہ نے عبدالصمد ہی کا ذکر کیا ہے۔

لقب انکا لقب قالون ہے یہ لقب انکے شیخ امام نافع بن ابونعیم مدنی نے انکے تبحر علمی اور فن قرأت میں جامع کمالات ہونے کی بنا پر دیا تھا قالون رومی زبان میں جید عمدہ اور پسندیدہ چیز کو کہتے ہیں [3] بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ لقب قالون کو امام مالک نے دیا تھا [4] لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔

امام قالون امام نافع مدنی کے پروردہ اور محبوب ترین شاگرد تھے علامہ ذہبی لکھتے ہیں:۔

انہ ربیب نافع [5] وہ نافع کے ربیب تھے۔

---

[1] یاقوت رومی، معجم الادباء ۶/۱۰۳، مکتبہ ھندیہ بالموسکی مصر ۱۳۱۲ء و علامہ ابن الجزری غایۃ النہایہ ۱/۶۱۵ مکتبہ الخانجی مصر ۱۳۳۲ء

[2] شجرہ سبعہ قرأت ص ۱۱۔ مطبع مجیدی دہلی۔

[3] التیسیر ص ۴ معرفۃ القراء الکبار ۱/۱۵۵ و معجم الادباء ۶/۱۰۴ و الاعلام ۵/۱۱۰۔

[4] حافظ ابو شامہ، ابراز المعانی ص ۲۰ بحوالہ علم قرأت اور قراء سبعہ ص ۷۵۔

[5] معرفۃ القراء ۱/۱۵۵۔

قالون کو اسی لقب سے دائمی شہرت و مقبولیت ملی[۱] ۔ خود امام قالون کا بیان ہے کہ جب میں اپنے شیخ امام نافع مدنی کے سامنے قرأت کرتا تو وہ مجھے قالون کہتے تھے[۲]، لیکن عبداللہ بن علی کا بیان ہے کہ امام نافع، عیسیٰ بن مینا کو قالون اسلیے کہتے تھے کہ وہ اصلاً رومی النسل تھے یاقوت رومی کا بھی یہی خیال ہے[۳]، درست بھی یہی ہے کہ قالون رومی ہی کو کہتے ہیں یونانی قدماء و متاخرین دونوں نے قالون کا استعمال کیا ہے جسکے معنی جمیل اور طیب کے ہیں ۔

خیرالدین زرکلی نے عبداللہ بن عمر کا ایک واقعہ نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ انکی ایک رومی النسل باندی تھی جس سے وہ شدید محبت کرتے تھے ایک مرتبہ وہ زمین پر گر گئی تو انھوں نے اسے قالون کہا اور یہ شعر پڑھا ۔

قد کنت اجنبی قالون فانطلقت   فالیوم اعلم انی غیر قالون[۴]

ولادت و وطن اور خاندان امام قالون مدنی سنہ ۱۲۰ھ میں مدینہ میں بزمانہ ھشام بن عبدالملک پیدا ہوئے[۵]، اور یہی آپ کا وطن بھی ہے جو تمام شہروں میں محترم ہے قالون اسی نسبت سے مدنی کہے جاتے ہیں ۔

امام قالون دراصل رومی نژاد تھے انکے جد اعلیٰ عبداللہ اسیران روم میں سے تھے جو فاروق اعظمؓ کے زمانہ خلافت میں گرفتار کرکے لائے گئے تھے جب انھیں فاروق اعظمؓ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو انھوں نے عبداللہ کو ایک انصار کے ہاتھوں فروخت کر دیا قالون انھیں کی اولاد اور انصار کے آزاد کردہ غلام تھے[۶] لیکن علامہ ذہبیؒ نے بنو زہرہ کا آزاد کردہ غلام بتایا ہے[۷]، ممکن ہے

---

[۱] غایۃ النہایہ ۱/۶۱۵ - [۲] الاعلام ۵/۱۱۰ [۳] معجم الادباء ۶/۱۰۴ -

[۴] الاعلام ۵/۱۱۰ -

[۵] غایۃ النہایہ ۱/۶۱۵ ومعجم الادباء ۶/۱۰۴

[۶] ایضاً ومولانا محمد اسحاق بھٹی، مضمون "چند قراء" ماہنامہ المعارف لاہور مارچ ۱۹۶۹ء ص ۲۵ -

[۷] ایضاً -

بنو زہرہ انصار کے کسی قبیلہ کی شاخ کا نام ہو اور علامہ ذھبی ؒ نے انصار کے بجائے بنو زھرہ وضاحت کے ساتھ لکھا ہو۔

تحصیل علم اور شیوخ

امام قالون نے جب دنیا میں آنکھیں کھولیں تو مدینہ منورہ کا ہر گھر قال اللہ اور قال الرسول کی صداؤں سے گونج رہا تھا اور ہر گھر گویا بذات خود دارالعلوم بنا ہوا تھا امام قالون کی اسی ماحول میں نشوونما اور پرورش وپرداخت ہوئی ۱۵۰ھ میں بزمانہ منصور امام نافع بن ابونعیم مدنی سے قرآن پاک کی تعلیم کی تحصیل شروع کی امام نافع مدنی اسوقت مدینہ طیبہ کی مسند قرأت پر جلوہ افروز تھے انکی فنی مہارت اور علم وفضل کا شہرہ چہار سو تھا امام قالون چونکہ انکے ربیب تھے[۱] اس لیے انکو فیضیابی کا موقع بھی زیادہ ملا اور بجا طور پر وہ صاحب نافع کہلائے، علامہ ذھبی لکھتے ہیں:۔

لم یزل یقرأ علی نافع حتی مھر و حذق[۲]	امام قالون امام نافع سے مستقل پڑھتے رہے یہاں تک کہ فن قرأت میں بڑی مہارت کے حامل ہوگئے۔

امام قالون متواتر پچاس سال یعنی تیس سال دوران تعلیم اور بیس سال حصول علم کے بعد امام نافع کو قرآن پاک سناتے، اور فن قرأت کے رموز و نکات سمجھتے رہے، قالون جب تلاوت کرتے تھے تو امام نافع مدنی جھوم اٹھتے اور فرط مسرت سے قالون اور ان کے فن کی تعریف کرتے۔

امام نافع کے علاوہ قالون نے عیسیٰ بن وردان سے عرضاً فن قرأت کی تحصیل کی[۳]۔

درس وتدریس اور تلامذہ

قالون تکمیل قرأت کے بعد درس وتدریس میں مصروف ہوگئے، عثمان بن خرزاد کا بیان ہے کہ خود امام قالون نے مجھ سے کہا کہ جب میں امام نافع مدنی سے بے شمار بار قرآن پڑھ چکا تو امام صاحب نے فرمایا تم مجھ سے کب تک

---

۱ ایضاً۔
۲ ایضاً۔
۳ ایضاً۔

پڑھتے رہوگے اب تم ایک جگہ بیٹھو تاکہ میں تمہارے پاس طالب علموں کو بھیجوں [۱]، اس کے بعد امام قالون درس وتدریس میں مصروف ہوگئے اور بہت سے لوگوں نے ان سے اپنی علمی تشنگی بجھائی، علامہ ذہبی لکھتے ہیں :۔

وتبتل لاقراء القرآن والعربیۃ [۲] — امام قالون قرآن و عربیت کی تعلیم میں یکسو ہوگئے۔

انکے چند نامور تلامذہ کے اسمائے گرامی یہ ہیں :۔

قاضی ابو اسحاق بن اسحاق بن اسماعیل [۳] (۱۷۹/ ۲۸۲ھ) ابو جعفر محمد بن ہارون بن ابراہیم بغدادی (م ۲۵۸ھ) ابوالحسن احمد بن یزید حلوان (م ۲۵۰ھ) ابراہیم بن حسن کسائی، ابراہیم بن محمد مدنی، احمد بن صالح مصری، حسن بن علی الشحام، حسن بن عبداللہ المعلم، سالم بن ہارون ابوسلمان، عبداللہ بن عیسی مدنی، عبیداللہ بن محمد العمری، عثمان بن خرزاد، محمد بن عبدالحکیم القطری محمد بن عثمان ابومروان عثمانی، مصعب بن ابراہیم، موسی بن اسحاق القاضی، زبیر بن محمد عبداللہ الزبیری، عبداللہ بن فلیح اور خود امام قالون کے دونوں صاحبزادے ابراہیم اور محمد وغیرہ [۴]

سلسلہ قرأت امام قالون مدنی نے امام نافع مدنی سے قرآن پڑھا انھوں نے امام ابوجعفر یزید بن القعقاع مدنی سے پڑھا اور انھوں حضرت ابوہریرہ رضؓ سے پڑھا جنھوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا اور پڑھا تھا، اسطرح امام قالون مدنی کی قرأت چار واسطوں سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچتی ہے۔

امامت ومرجعیت امام قالون مدنی نہ صرف فن قرأت کے ماہر ومشاق تھے بلکہ نحو و عربیت میں بھی ممتاز تھے، تذکرہ نگاروں نے انکا شمار مدینہ منورہ کے علماء قراء اور نحاۃ میں کیا ہے، علامہ دانی نے انکو معلم العربیہ لکھا ہے [۵]، انھیں گوناگوں خصوصیات کیوجہ سے مدینہ منورہ کے مسلمانوں کے مقتدیٰ، امام اور تمام تر توجہات کا مرکز بن

---

[۱] ایضاً ۱/۱۵۶ و غایۃ النہایہ ۱/۶۱۵۔ [۲] معرفۃ القراء ۱/۱۵۶۔

[۳] مصنف کتاب القرأت، واحکام القرآن ومعانی القرآن

[۴] غایۃ النہایہ ۱/۶۱۵ و معرفۃ القراء ۱/۱۵۶۔ [۵] التیسیر ص ۴۔

گئے تھے، امام نافع مدنی کی وفات کے بعد مدینہ منورہ کی مسند قرأت پر بحیثیت امام القراء جلوہ افروز ہوئے اور ستر سال تک اس پر فائز رہے اور شیخ القراء اور امام القراء جیسے القاب سے نوازے گئے، قاری ابوالحسن اعظمی لکھتے ہیں :۔

"امام نافع کے بعد آپ ہی پر اہل مدینہ کا اجماع ہوا اور آپ ہی وہاں کے امام القراء ہوئے"[1]

انکی عظمت شان اور علوئے مرتبہ پر ائمہ فن کا اتفاق ہے، علامہ ذہبی لکھتے ہیں :۔

امام فی القرأۃ فثبت واما فی الحدیث فیکتب حدیثہ فی الجملۃ۔[2]
قرأت میں امامت مسلم ہے اور علم حدیث میں فی الجملہ انکی حدیث لکھی گئیں۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں :۔

حجۃ فی القرأۃ۔[3]
امام قالون فن قرأت میں حجت تھے۔

خیرالدین زرکلی لکھتے ہیں :۔

انتھت الیہ الریاسۃ فی علوم العربیۃ والقرأۃ فی زمانہ بالحجاز[4]
ان کے زمانہ میں حجاز میں عربی علوم اور علم قرأت کی صدر نشینی ان پر ختم تھی۔

ابن حبان نے ان کا ذکر کتاب الثقات میں کیا ہے۔[5] ابن ابی حاتم کا بیان ہے کہ قالون کے سامنے قرآن پاک پڑھا جاتا تو پڑھنے والوں کے ہونٹوں کی حرکت سے یہ معلوم کر لیتے تھے کہ قاری سے غلطی کا ارتکاب کہاں ہوا ہے پھر اس کی اصلاح فرماتے حالانکہ وہ گراں گوش تھے۔[6]

---

[1] قاری ابوالحسن اعظمی، علم قرأت اور قراء سبعہ ص ۷۵، نبی پرنٹنگ پریس دیوبند۔

[2] علامہ ذہبی، میزان الاعتدال ۲ / ۳۱۶ مطبع السعادۃ مصر ۱۳۲۵ھ۔

[3] ابن العماد حنبلی، شذرات الذہب ۲ / ۴۸ مکتبۃ القدسی قاہرہ ۱۳۵۰ھ و علامہ جلال الدین سیوطی، حسن المحاضرہ فی اخبار مصر و القاہرہ ۱ / ۲۶۰ مکتبۃ الشریفیہ مصر۔ [4] الاعلام ۵ / ۱۱۰۔

[5] معرفۃ القراء ۱ / ۱۵۶۔

[6] غایۃ النہایہ ۱ / ۶۱۶ و ابن حجر عسقلانی، لسان المیزان ۴ / ۴۰۸ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن والاعلام ۵ / ۱۱۰۔

کرامت امام قالون مدنی اسقدر گراں گوش بلکہ حس سماعت سے محروم تھے کہ اگر انکے کان کے پاس بجلی بھی کڑکتی تو بھی انکو احساس نہ ہوتا لیکن عجیب بات ہے کہ قرآن پاک وہ بالکل صاف اور عمدہ اور اچھی طرح سن سکتے تھے، ابو محمد بغدادی کا بیان ہے کہ قالون ایسے صم تھے کہ باجہ کی آواز بھی نہیں سنتے تھے لیکن جب کوئی قاری قرأت کرتا تھا تو اسکو سن لیتے تھے اور اگر کوئی شخص قرآن کی تلاوت کے دوران غلطی کرتا تو فوراً ٹوک دیتے[1] یاقوت رومی رقمطراز ہیں :۔

اصم لایسمع البوق وکان اذا قرأ علیہ قاری القم اذنہ فاہ یسمع قراۃ[2]

وہ سماعت سے ایسے محروم تھے کہ باجے کی آواز بھی نہ سنتے مگر پڑھنے والے کے ہونٹ سے یہ جان جاتے کہ کہاں غلطی ہوتی ہے۔

صاحب سوانح قراء سبعہ لکھتے ہیں :۔

"کانوں کے بہرے ہونے کے باوجود قرآن پاک سننے میں ذرا بھی رکاوٹ اور تکلف محسوس نہیں کرتے تھے یہ قرآن پاک کا معجزہ اور آپ کی کرامت تھی[3]"

فن حدیث امام قالون کو حدیث پاک سے بھی شغف و تعلق تھا اس فن کی تحصیل اپنے شیخ امام نافع مدنی، محمد بن جعفر بن ابی کثیرہ اور عبدالرحمٰن بن ابوالزناد وغیرہ سے کی اور ان سے محمد بن اسماعیل بخاری، قاضی اسماعیل، موسیٰ بن اسحاق انصاری، ابو ذرعہ رازی، ابراہیم بن دیزیل، محمد بن عبدالحکیم القطری، اور عثمان بن خرزاذ الانطاکی وغیرہ نے سماع کیا[4] لیکن حقیقت یہ ہے کہ حدیث سے تعلق ہونے کے باوجود وہ اس فن کے آدمی نہ تھے، احمد بن صالح مصری سے قالون کی احادیث کے بارے میں سوال کیا گیا تو وہ مسکرانے لگے اور فرمایا کہ وہ ہر ایک سے روایت کرتے ہیں[5]

شہرت و مقبولیت امام قالون نے اپنی علمی جلالت کیوجہ سے بڑی شہرت و مقبولیت پائی، علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ قالون کی عمر اور شہرت دونوں بہت دراز

---

[1] غایۃ النہایہ ۱/۶۱۶۔ [2] معجم الادباء ۶/۱۰۳۔
[3] سوانح قراء سبعہ ص ۲۔
[4] میزان الاعتدال ۲/۳۱۹ و لسان المیزان ۴/۴۰۷ و معرفۃ القراء ۱/۱۵۶۔
[5] ایضاً و شذرات الذہب ۲/۴۸۔

ہوئی، خیرالدین زرکلی لکھتے ہیں :-

احد القراء المشھورین من اھل المدینۃ[1] — وہ اہل مدینہ کے یکے از مشہور قراء تھے۔

وفات

امام قالون نے پوری زندگی خدمت قرآن پاک میں صرف کی اور سو سال کی عمر میں ۲۲۰ھ / ۸۳۵ء میں مدینہ منورہ میں وفات پائی[2] اور جنت البقیع میں سپرد خاک کیے گئے۔

وفات سے متعلق ۱۹۷ھ اور ۲۰۵ھ کے بھی اقوال ملتے ہیں،[3] مگر علامہ ذہبی نے اسے غلط قرار دیا ہے[4]۔

اولاد و احفاد

ان کے دو صاحبزادوں ابراہیم اور محمد کا ذکر ملتا ہے[5]۔

---

[1] الاعلام ۱۱۰/۵ -

[2] التیسیر ص ۴ و غایۃ النہایہ ۶۱۶/۱ و شذرات الذہب ۴۸/۲ و مرآۃ الجنان ۸۰/۲ و معرفۃ القراء ۱۵۶/۱ -

[3] ایضاً و معجم الادباء ۱۰۴/۶ و حسن المحاضرہ فی اخبار مصر و القاہرہ ۲۰۷/۱ -

[4] معرفۃ القراء ۱۵۵/۱ -

[5] معرفۃ القراء ۱۵۶/۱ و حاشیہ الاستکمال ص ۱۰۰ -

امام عثمان بن سعید ورش مصریؒ

نام ونسب عثمان نام، ابو سعید کنیت، ورش لقب اور شجرہ نسب مندرجہ ذیل ہے :-

عثمان بن سعید بن عدی بن غزوان بن داؤد بن سابق قبطی مصری [1]

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ عثمان بن سعید بن عبداللہ بن عمرو بن سلیمان بن ابراہیم ہیں، [2] مگر یاقوت الرومی نے اول الذکر ہی کو زیادہ مشہور قرار دیا ہے [3]

ورش کی کنیت میں بھی اختلاف ہے کسی نے ابو سعید کسی نے ابو القاسم اور کسی نے ابو عمرو بتایا ہے لیکن علامہ ابن الجزری نے ابو سعید ہی کو امام ورش کی کنیت قرار دیا ہے [4]، یاقوت رومی نے بھی اسی کنیت کو زیادہ مشہور لکھا ہے [5]

امام ورش آل زبیرؓ بن العوام کے آزاد کردہ غلام اور اصلاً قبطی تھے، [6] بعض لوگوں نے افریقی لکھا ہے، [7] لیکن وہ اس کا کوئی معقول سبب نہیں بتا سکے ہیں۔

لقب امام عثمان بن سعید کا لقب ورش تھا اس لقب کی توجیہہ میں کئی دلچسپ اقوال ہیں

---

[1] یاقوت الرومی، معجم الادباء ۵/۳۳ مطبع ہندیہ بالموسکی مصر۔

[2] غایۃ النہایہ ۱/۵۰۲۔

[3] معجم الادباء ۵/۳۳۔

[4] غایۃ النہایہ ۱/۵۰۲۔

[5] معجم الادباء ۵/۳۳۔

[6] ابن العماد حنبلی، شذرات الذہب ۱/۳۴۹ مکتبۃ القدسی قاہرہ ۱۳۵۰ھ/۱۹۳۱ء۔

[7] معرفۃ القراء ۱/۱۵۲

مثلاً یہ لقب ان کے شیخ امام نافع بن ابونعیم مدنیؒ نے ان کی سرخ و سفید رنگت کی وجہ سے دیا تھا،[۱] لغت میں ورش ابیض اللون کو کہتے ہیں، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ امام نافع مدنی انھیں ورشان کہا کرتے تھے، مثلاً ورشان کہاں ہیں، ورشان آؤ، ورشان پڑھو وغیرہ[۲] علامہ دمیری کا بیان ہے کہ امام ورش چونکہ بڑے خوش آواز تھے اس لیے امام نافع مدنی انھیں ورشان کہا کرتے تھے جو ان کا لقب ہوگیا اور کثرت استعمال کی وجہ سے الف اور نون ساقط و حذف ہوگیا اور صرف لفظ ورش باقی رہ گیا[۳] کہا جاتا ہے کہ ورشان ایک معروف چڑیا ہے[۴] جسے بعض لوگوں نے کبوتر اور قمری نر لکھا ہے[۵]

ایک روایت یہ بھی ہے کہ ورش ایک چیز ہے جو دودھ سے تیار کی جاتی ہے[۶] یا یہ کہ یہ پنیر یا پنیر کے قسم کی کوئی چیز ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ امام ورش پست قد ہونیکے باوجود مختصر لباس پہنتے تھے جس سے انکی پنڈلیاں صاف نظر آتی تھیں جسے دیکھکر امام نافع مدنی انھیں ورشان کہا کرتے تھے[۷] لیکن ان تمام اقوال میں زیادہ صحیح یہی ہے کہ امام ورش زیادہ گورے تھے اور اسی رنگت کیوجہ سے انھیں انکے شیخ امام نافع بن ابونعیم مدنیؒ نے یہ لقب دیا تھا، یہی خیال علامہ سیوطی اور ابن العماد حنبلی کا بھی ہے[۸] قاری حبیب اللہ صاحب لکھتے ہیں:۔

۱۔ ایضاً و معجم الادباء ۵/۳۳۔

۲۔ ایضاً و غایۃ النہایہ ۱/۵۰۲۔

۳۔ معرفۃ القراء ۱/۱۵۲ و حیاۃ الحیوان ص۔

۴۔ معجم الادباء ۵/۳۳ و معرفۃ القراء ۱/۱۵۳۔

۵۔ محمد اسحاق بھٹی، مضمون چند قراء، ماہنامہ المعارف لاہور مارچ ۱۹۶۹ء ص ۲۸۔

۶۔ معجم الادباء ۵/۳۳ و غایۃ النہایہ ۱/۵۰۲۔

۷۔ ایضاً۔

۸۔ حسن المحاضرہ فی اخبار مصر و القاہرہ ۱/۲۰۷ و شذرات الذہب ۱/۳۴۹۔

"زیادہ سفید یا گورا رنگ ہونے کیوجہ سے امام نافع نے آپ کو ورش کا لقب دیا تھا"۔[۱]

بہر حال یہ لقب اتنا مشہور ہوا کہ اصل نام کے بجائے انکی شناخت ہی اس لقب سے ہونے لگی خود امام ورش کو اپنے نام کی بہ نسبت یہ لقب زیادہ پسندیدہ تھا علامہ ابن الجزری کا بیان ہے کہ امام ورشؒ اس لقب سے بہت خوش ہوتے اور فرماتے کہ یہ میرے استاد کا عطا کیا ہوا ہے[۲]

ولادت ووطن

امام ورش کی ولادت ۱۱۰ھ/۷۲۸ء میں بزمانہ خلافت ہشام بن عبدالملک مصر میں ہوئی[۳] علامہ سیوطی (م ۹۱۱ھ) نے امام ورش کا سنہ ولادت ۱۱۵ھ لکھا ہے[۴]، لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ امام ورش کی ولادت کے بارے میں تمام تذکرہ نگار اس بات پر متفق ہیں کہ انکی ولادت ۱۱۰ھ میں ہوئی، علامہ سیوطی نے اپنی رائے کی تائید میں کوئی وجہ اور دلیل بھی پیش نہیں کی ہے۔

حصول علم اور شیوخ

امام ورش مصری کی ابتدائی تعلیم کے متعلق زیادہ معلومات نہیں ملتی ہیں ۱۵۵ھ یعنی ۴۵ سال کی عمر میں منصور کے دور خلافت میں امام نافع بن ابونعیم مدنیؒ سے تحصیل علوم قرآنی کیلئے مصر سے مدینہ منورہ کا رخ کیا[۵]، امام نافع مدنی کے یہاں کثرت طلبہ کیوجہ سے کسی شخص کو پڑھنے کا موقع بمشکل ہی ملتا تھا اور اگر کسی خوش بخت کو موقع ملتا بھی تو تیسؔ آیات قرآنی سے زیادہ پڑھنے کی اجازت نہیں ہوتی تھی امام ورش کو اپنی تعلیم کیلئے بعض لوگوں کی سفارش پیش کرنی پڑی اور کہا کہ یہ شخص

---

[۱] سوانح قراء سبعہ ص ۳۔۴۔

[۲] غایۃ النہایہ ۱/۵۰۲ ومعرفۃ القراء ۱/۱۵۳۔

[۳] ایضاً وشذرات الذھب ۱/۳۴۹۔

[۴] حسن المحاضرہ ۱/۲۰۷۔

[۵] معرفۃ القراء ۱/۱۵۳ وغایۃ النہایہ ۱/۵۰۲۔

حاجی یا تاجر نہیں محض حصول قرأت کی غرض سے مصر سے مدینہ آیا ہے امام نافع مدنی نے کہا کہ آپ لوگ دیکھتے ہیں کہ میں مہاجرین وانصار کی اولاد کی تعلیم کیوجہ سے کتنا عدیم الفرصت رہتا ہوں جب زیادہ اصرار کیا گیا تو رات کو مسجد نبوی میں رہنے کی تاکید کی اور جب فجر کے پہلے امام نافع مدنیؒ مسجد میں تشریف لائے تو دریافت کیا کہ وہ مصری کہاں ہے ورشس حاضر ہوئے تو انھوں نے کچھ اصول وقواعد بتائے اور پڑھنے کا حکم دیا اور جب امام ورشس تیس ۳۰ آیتیں پڑھ چکے تو خاموش ہو جانے کا حکم دیا بعدازاں انکے تلامذہ میں سے ایک نے کھڑے ہو کر کہا اے شیخ اللہ آپکو عزت دے ہم آپ کے ساتھ مدینہ منورہ ہی میں رہتے ہیں اور یہ شخص مصر سے ہجرت کر کے آپکے پاس صرف حصول علم قرأت کیلئے آیا ہے لہذا میں اپنے اوقات میں سے دس ۱۰ آیات کے بقدر وقت اس کو دیتا ہوں پھر اسی طرح ایک اور نوجوان طالب علم نے ایثار و ہمدردی کا جذبہ دکھلایا جس کے بعد امام ورشس نے بیس ۲۰ آیتیں اور پڑھیں، اسی طرح پچاس پچاس ۵۰ آیتیں کر کے کئی با قرآن پاک پڑھا[1] اور بڑی مہارت وصلاحیت پیدا کی۔

یونس بن عبدالاعلیٰ کا بیان ہے کہ امام ورشس نے فرمایا کہ میں امام نافع مدنی کے سامنے قرآن پاک کا ساتواں حصہ پڑھتا تھا اور میں نے سات دنوں میں قرآن ختم کیا اور برابر ایسا ہی کرتا رہا یہانتک کہ ایک ماہ میں چار مرتبہ قرآن پاک ختم کیا اور واپس ہو گیا[2]

تذکرہ نگاروں نے امام نافع مدنی کے علاوہ کچھ اور شیوخ کا بھی تذکرہ کیا ہے، ہذلی کا بیان ہے کہ امام ورشس نے کچھ کلمات کی روایت عبداللہ بن عامر الکنیزی، اسماعیل قسط، عباس بن ولید سے ابن عامر کی سند سے اور حفصؒ سے امام عاصم کوفی کی سند سے کیا ہے اور عبدالوارث سے ابو عمرو کی سند سے اور حمزہ بن قاسم الاحول سے امام حمزہ کی سند سے کیا ہے لیکن یہ بات علامہ ابن الجزری کے خیال میں درست نہیں ہے[3]

---

[1] معجم الادباء ۵/۲۴۴ ومعرفۃ القراء ۱/۱۵۲۔

[2] غایۃ النہایہ ۱/۵۰۳۔ [3] ایضاً ۱/۵۰۲۔

علمی تبحر اور فن قرأت میں بلند پائیگی

امام ورش مصریؒ اپنے علم وفضل اور تبحر و جامعیت کیلئے دیار مصر میں بہت مشہور و ممتاز اور نمایاں تھے بیالیس سال تک علم قرأت وتجوید کی خدمت کی علاوہ ازیں لغت و عربیت اور نحو میں بھی وافر مقام تھا، ابن العماد حنبلی رقمطراز ہیں :۔

وکان ماهرا فی العربیة [۱] — امام ورش عربیت کے بھی ماہر تھے۔

بعض تذکرہ نگاروں نے امام ورش کو نحوی بھی لکھا ہے یوسف الازرق کا بیان ہے کہ امام ورش نے جب نحو میں مہارت حاصل کرلی تو علم قرأت کیطرف متوجہ ہوئے اور اس فن کی بڑی خدمت کی مدۃ العمر اسکی ترویج واشاعت میں منہمک رہے اس فن میں انکا مقام و مرتبہ بہت بلند ہے، علامہ ذھبی اور علامہ ابن الجزری کا بیان ہے کہ :۔

وکان ثقة حجة فی القرأة [۲] — امام ورش علم قرأت میں ثقہ اور حجت تھے۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں :۔

شیخ القراء المحققین وامام اهل الاداء المرتلین، انتهت الیه رئاسة القراء بالدیار المصریة فی زمانه [۳] — محقق قرار کے شیخ اور صاحب ترتیل وادا کے امام تھے ان کے زمانہ میں ریاست قرأت انہی پہ ختم ہوتی تھی۔

علامہ شاطبی اپنے قصیدہ میں فرماتے ہیں :۔

وقال عیسیٰ ثم عثمان ورشهم — بصحبة المجد الرفیع تاثلا

ترجمہ : امام عیسیٰ پھر امام عثمان جو ورش ہیں امام نافع کی صحبت کی وجہ سے بلندی اور بزرگی حاصل کی ،

تلامذہ اور راوی قرأت

صاحب طبقات وتذکرہ نے امام ورش کو کثیر التلامذہ لکھا ہے، چند ممتاز تلامذہ کے نام یہ ہیں :۔

---

[۱] شذرات الذهب ۱/ ۳۴۹ -

[۲] غایة النهایه ۱/ ۵۰۲ ومعرفة القراء ۱/ ۱۵۳ -

[۳] شذرات الذهب ۱/ ۳۴۹ وغایة النهایه ۱/ ۵۰۲ -

احمد بن صالح الحافظ، داؤد بن ابی طیبہ، ابوالربیع سلیمان بن داؤد المہری، عامر بن سعید ابوالاشعث الجرشی، عبدالصمد بن عبدالرحمٰن بن القاسم، محمد بن عبداللہ بن یزید مکی، یونس بن عبدالاعلیٰ ابومسعود اسود اللون، عمرو بن یسار وغیرہ[1]

ان کے علاوہ عبداللہ بن وھب اور اسحاق بن حجاج وغیرہ نے بھی فن قرأت کی سماعت کی[2]

امام ورش مصریؒ کے سب سے مشہور اور نامور تلامذہ میں یوسف الازرق کا شمار ہوتا ہے جو امام ورش کی وفات کے بعد مسند قرأت پر متمکن ہوئے اور امام ورش ہی کی قرأت کی ترویج واشاعت کی اور انھیں کی قرأت کے راوی کہلائے۔

امام ابویعقوب یوسف بن عمر بن یسار الازرق مصری ثقہ، صادق، ضابط اور صاحب اتقان تھے امام ورش سے بیسیوں مرتبہ تحقیق وحدر کے ساتھ قرآن پڑھا خود کہتے ہیں کہ جب امام ورش کے پاس تھا تو ترتیل وتحقیق سے پڑھتا تھا اور جب انکے ساتھ اسکندریہ گیا تو حدر کے ساتھ قرآن پڑھتا تھا۔ خزاعی کا بیان ہے کہ اہل مغرب ان کے سوا روایت ورش کا کوئی طریقہ جانتے ہی نہ تھے، ۲۴۰ھ میں وفات پائی۔

خوش الحانی اہل مصر مدتوں سے اپنی خوش آوازی اور ترنم کیلئے پورے عالم میں امتیازی شان رکھتے ہیں، امام ورش اس مصری امتیاز کے اعلیٰ نمونہ تھے بڑی ہی خوش الحانی اور تحقیق سے قرآن پاک پڑھنے والے تھے دمیری کا بیان ہے کہ امام ورشؒ بڑے ہی خوش آواز تھے یونس بن عبدالاعلیٰ کا بیان ہے کہ امام ورش کی قرأت عمدہ تھی اور وہ نہایت ہی خوش آواز تھے جب مد، تشدید اعراب ادا کرتے تھے تو سامعین اکتاتے نہ تھے، سید کلیم اللہ حسینی لکھتے ہیں:۔

"انکی روایت میں تمام مدود طویل ہیں جو مصریوں کی جسامت اور بلند آواز سے

---

[1] معرفۃ القراء ۱/۱۵۳ وغایۃ النہایہ ۱/۵۰۲

[2] ایضاً۔

مناسبت رکھتے ہیں اس لیے ان خصوصیات کیوجہ سے مصری عموماً ورش ہی کی روایت سے خوب تلاوت کلام پاک کرتے ہیں، ورش نہایت خوش الحان اور جید قاری تھے۔"

خود امام ورش کا بیان ہے کہ میں اچھی اور بلند آوازوالا تھا، جب میں نے قرآن پڑھنا شروع کیا تو میری آواز سے مسجد نبوی گونج اٹھی [۱]

حلیہ امام ورش مصری کے حلیہ کے متعلق فاضل دمیری نے حیاۃ الحیوان میں لکھا ہے کہ عثمان بن سعید پستہ قد سرخ رنگ اور فربہ اندام تھے اور آنکھیں کٹرنجی تھیں، علامہ ذہبی اور علامہ ابن الجزری نے بھی یہی لکھا ہے [۲]

امام ورش چھوٹا لباس پہنتے تھے اور چھوٹے لباس کیوجہ سے جب چلتے تھے تو انکی پنڈلیاں صاف نظر آتی تھیں [۳] علامہ ذہبیؒ کا بیان ہے کہ امام ورش اچھے کپڑے پہنتے تھے [۴]

وفات امام ورش مصری کی وفات ۱۹۷ھ / ۸۱۲ء میں بعمر ستاسی سال مصر میں مامون کے دور خلافت میں ہوئی [۵] اور موضع قرافہ صغری کی خاک کا پیوند ہوئے کسی تاریخ گو نے تاریخ وفات عالم دانا سے نکالی ہے۔

علامہ ابن القاصح بغدادی کا بیان ہے کہ مشہور ہے کہ امام ورش کی قبر قرافہ میں ہے، [۶] علامہ ابن الجزری نے لکھا ہے کہ جب میں مصر کے سفر پر تھا تو میرے احباب نے امام ورش کی قبر کے بارے میں بتایا اور مجھکو قرافہ صغری لے گئے تو میں نے اس کی زیارت کی [۷]

---

۱ معجم الادباء ۵/ ۳۴ و معرفۃ القراء ۱/ ۱۵۳۔

۲ ایضاً و غایۃ النہایہ ۱/ ۵۰۲ و حیاۃ الحیوان ص ۲۰۷۔ ۳ ایضاً۔

۴ معرفۃ القراء ۱/ ۱۵۳۔

۵ ایضاً و علامہ دانی، التیسیر ص ۴ و غایۃ النہایہ ۱/ ۵۰۳ و معجم الادباء ۵/ ۳۳

۶ سراج القاری المبتدی ص ۹ دار الفکر مصر

۷ غایۃ النہایہ ۱/ ۵۰۳۔

امام عبداللہ ابن کثیر مکیؒ

امام عبداللہ ابن کثیر مکی صحابی رسول ؐ حضرت عبداللہ ابن السائب مخزومی کے شاگردوں میں ہیں ، یہ اپنے علم وفضل اور گوناگوں اوصاف وکمالات کے اعتبار سے مختلف علوم وفنون خصوصاً علم قرأت میں درجہ امتیاز پر فائز تھے ۔ بے شمار طالبان علم ان سے مستفید ہوئے ان کی عظمت وبلند پائیگی کے سبب ان کا شمار جلیل القدر ائمہ قرأت میں کیا جاتا ہے ، مشہور ومتواتر قرأتوں میں سے ایک قرأت ان سے ثابت و منسوب ہے ، ان کا درجہ ومرتبہ نہ صرف فن قرأت میں مسلّم ہے بلکہ انہیں لغت و عربیت اور حدیث میں بھی اہم مقام حاصل ہے ۔

یہ علم وعمل کے مجمع البحرین تھے عبادت وریاضت اور زھد ورع میں سلف کا بہترین نمونہ تھے ان کے تابعی ہونے کا ذکر عام طور سے ملتا ہے[1] اور تابعین میں ان کا شمار تیسرے طبقہ میں کیا جاتا ہے[2]

ان کے تذکرہ سے طبقات وتراجم اور رجال کی کتابیں معمور ہیں لیکن تعجب ہے کہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں ان پر جو مقالہ شامل ہے اس کے مقالہ نگار نے لکھا ہے کہ " اس کے بارے میں ہماری معلومات محض اس بیان پر مبنی ہے جو کسی گمنام شخص نے لکھا ہے اور برلن کے مخطوطہ میں موجود ہے[3]

اس تحریر کو ہم محض ناواقفیت اور بے خبری پر محمول کر سکتے ہیں ، یہاں ہم قدرے تفصیل

---

[1] التیسیر ص ۴ [2] وفیات الاعیان ۱/۴۴۸ ۔

[3] اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۱/۶۵۴ دانش گاہ پنجاب لاہور ۔

سے ان کے حالات و سوانح قلمبند کرتے ہیں تاکہ یہ اندازہ ہو سکے کہ امام ابن کثیر کے حالات و سوانح اور علمی جلالت اور قدر و منزلت پر تذکرہ نگاروں نے کس درجہ توجہ مبذول کی ہے۔

نام و نسب

عبداللہ نام، ابومعبد کنیت اور شجرہ نسب مندرجہ ذیل ہے۔
عبداللہ بن کثیر بن عمرو بن عبداللہ بن زاذان بن فیروزان بن ہرمز داری مکی[۱]

ان کے نسب میں قدرے اختلاف ہے امام بخاری اور علامہ ابوعمرو دانی نے عبداللہ بن کثیر بن عمرو کی جگہ عبداللہ بن کثیر بن عبدالمطلب بتایا ہے[۲]

ان کی کنیت میں بھی قدرے اختلاف ہے مثلاً ابوسعید، ابوعبداللہ اور ابوبکر یہ تینوں کنیتیں بیان کی ہیں[۳] لیکن ابن خلکان، یافعی، اور ابن الجزری نے ابومعبد ہی بیان کیا ہے اور اسی کو درست قرار دیا ہے[۴]

نسبت

امام ابن کثیر مکی کو داری کہا جاتا ہے اور اس نسبت کی کئی وجہیں بیان کی گئی ہیں امام اصمعی کا بیان ہے کہ داری اس شخص کو کہتے ہیں جو کسب معاش سے بے نیاز ہو[۵] بعض لوگوں کا خیال ہے کہ دارین کی طرف نسبت ہے۔ دارین بحرین کے ایک گاؤں کا نام ہے جہاں خوشبو کی پیداوار ہوتی ہے[۶] علامہ ذہبی نے دارین کو ہندوستان کے نواح میں ایک علاقہ کا نام بتایا ہے[۷] مگر یہ اس لئے صحیح نہیں ہے کہ ہندوستان کے نواح میں اس نام کی کوئی بستی نہیں ہے دراصل یہاں علامہ ذہبی سے سہو ہوا ہے کیونکہ دارین بحرین کے ایک گاؤں کا نام ہے[۸] تیسرا قیاس یہ ہے کہ ابن کثیر دار ابن

۱۔ غایۃ النہایہ ۱/۴۴۳ ۲۔ ایضاً

۳۔ الفہرست ص ۴۲ و دائرہ معارف اسلامیہ ۱/۶۵۳۔

۴۔ تاریخ ابن خلکان ۱/۲۴۸ وغایۃ النہایہ ۱/۴۴۳ و مرآۃ الجنان ۱/۲۵۷

۵۔ غایۃ النہایہ ۱/۴۴۳ ۶۔ ایضاً

۷۔ معرفۃ القراء الکبار ۱/۸۶

۸۔ غایۃ النہایہ ۱/۴۴۳

ہانی بن جیب بن عمارہ کی اولاد میں سے تھے، ابن ہانی کا تعلق مکہ مکرمہ کے مشہور قبیلہ تمیم سے تھا،[1] لیکن یہ قیاس آرائیاں ہیں جو حقیقت سے دور ہیں علامہ ابن الجزری نے بھی اسکی تردید کی ہے لکھتے ہیں۔

وقیل لہ الداری لانہ کان عطارا والعطار تسمیۃ العرب[2]

امام ابن کثیر مکی کو داری اسلیئے کہتے ہیں کہ یہ عطار تھے اور عطار کو اہل عرب داری کہتے ہیں۔

ابن حجر عسقلانی رقمطراز ہیں :۔

وکان عطارا بمکۃ واھل مکۃ یقولون العطار داری[3]

امام ابن کثیر مکہ کے عطار تھے اور اہل مکہ عطار کو داری کہتے ہیں۔

علامہ ذھبی کا بیان ہے کہ داری عطار کو کہتے ہیں[4]

ولادت و وطن امام ابن کثیر مکیؒ مکہ معظمہ میں ۴۵ھ / ۶۶۵ء میں بزمانہ حکومت حضرت امیر معاویہؓ پیدا ہوئے[5] اصلاً فارسی النسل تھے[6] علامہ ذھبی لکھتے ہیں :۔

وابن کثیر من ابناء فارس الذین بعثھم کسری الی صنعا فطردوا عنھا الحبشۃ[7]

ابن کثیر ان فارسیوں میں سے تھے جنھیں کسریٰ نے صنعا بھیج دیا تھا پھر یہ لوگ جشہ بھیج دیئے گئے۔

ملا علی قاری رقمطراز ہیں :۔

وھو من ابناء فارس الذین بعثھم کسری فی السفن الی الیمن[8]

ابن کثیر ان فارس کی اولاد میں سے تھے جنھیں کسریٰ نے کشتیوں میں سوار کر کے یمن کی طرف روانہ کیا تھا۔

---

[1] ایضاً۔ [2] ایضاً۔

[3] ابن عسقلانی تہذیب التہذیب ۵ / ۳۶۷ دائرۃ المعارف حیدرآباد ۱۳۲۵ھ۔

[4] معرفۃ القراء ۱/ ۸۶۔

[5] ایضاً و وفیات الاعیان ۱/ ۴۴۸ مطبعہ میمنیہ مصر ۱۳۱۰ھ۔

[6] ایضاً و معرفۃ القراء ۱/ ۸۶ و مراۃ الجنان ۱/ ۲۵۷۔

[7] معرفۃ القراء ۱/ ۸۶۔

[8] ملا علی قاری، شرح شاطبی ص ۱۲۔

سرزمین حجاز میں وہ بقول ابونعیم اصبہانی بنی عبدالدار کے آزاد کردہ غلام تھے،[1] لیکن یہ اس لیئے درست نہیں کہ اکثر تذکرہ نگاروں کی تحقیق کے مطابق وہ عمرو بن علقمہ الکنانی کے آزاد کردہ غلام تھے۔[2]

تعلیم و تربیت اور اساتذہ

امام ابن کثیر مکی نے بقول علامہ ابوعمرو الدانی اور علامہ ذہبی اور دوسرے تذکرہ نگاروں کے صحابی رسول حضرت عبداللہؓ بن السائب مخزومی اور متعدد اجلہ تابعین وائمہ علم وفن سے فن قرأت کی تحصیل و تکمیل کی ہے[3] ابن مجاہد نے بھی امام شافعی کی سند سے اس بیان کی توثیق کی ہے[4] لیکن حافظ ابوالعلا ہمدانی نے عبداللہؓ بن السائب مخزومی کی شاگردی کو کچھ زیادہ اہمیت نہیں دی اور لکھا ہے کہ یہ بات ہمارے نزدیک معتبر نہیں ہے[5] علامہ ابن الجزری نے یہ تو لکھا ہے کہ امام ابن کثیر نے کئی صحابہ کرام کا زمانہ پایا مگر عبداللہ بن السائب مخزومی سے حصول علم کو انھوں نے بھی بعید از قیاس قرار دیا ہے[6] مگر ملا علی قاری نے وضاحت اور تفصیل سے لکھا ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ نے قرآن مجید سے متعلق تعدد روایات کے پیشِ نظر حضرت زیدؓ بن ثابت اور دوسرے اجلہ صحابہ کے ذریعہ آٹھ مصاحف نقل کروانے کے بعد انکو عالم اسلام کے مختلف مرکزوں جیسے مدینہ ، مکہ ، کوفہ ، بصرہ ، شام ، بحرین اور یمن میں بھجوائے اور حکم دیا کہ اب تمام لوگ اسی کے مطابق قرآن پڑھیں اور بقیہ مصاحف نذر آتش کر دیئے جائیں اس موقع پر مکہ مکرمہ میں حضرت عبداللہ بن السائب مخزومی مصحف عثمانی لے کر آئے اور مکہ میں اس کے مطابق تعلیم دینے لگے یہیں عبداللہ بن کثیر مکی نے ان سے قرآن مجید پڑھا۔[7]

---

[1] تہذیب التہذیب ۵/۳۶۷ ۔ [2] التیسیر ص ۴ والفہرست ص ۴۲ ومعرفۃ القراء ۱/۸۶ سراج القاری المبتدی ص ۱۰ [3] تہذیب التہذیب ۵/۳۶۸ ومعرفۃ القراء ۱/۸۷ و غایۃ النہایہ ۱/۴۴۳ ومرآۃ الجنان ۱/۲۵۷ وسراج القاری ص ۱۰ [4] غایۃ النہایہ ۱/۴۴۳
[5] ایضاً [6] ایضاً
[7] ملا علی قاری شرح شاطبی ص ۱۲

حضرت عبداللہ ابن السائب سے شرف تلمذ حاصل کرنے کے علاوہ ابن کثیر نے جن اصحاب وشیوخ سے اپنی علمی تشنگی پوری کی اس فہرست میں بعض کبار تابعین کے بھی اسمائے گرامی شامل ہیں مثلاً امام عکرمہ مولی ابن عباس، ابوالزبیر، ابوالمنہال، عبدالرحمٰن بن معطم، عبداللہ بن زبیر، ابوایوب انصاری، انس بن مالک، ابوالحجاج مجاہد ابن جبیر، شیخ القرار درباس مولی ابن عباس وغیرہ[1]

سلسلہ قرأت

امام ابن ابن کثیر مکی کی قرأت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک دو واسطوں سے پہونچتی ہے، ابن کثیر نے مجاہد ابن جبیر مکی، شیخ القرار درباس سے پڑھا تھا جنھوں نے حضرت ابی ابن کعبؓ، حضرت عبداللہ ابن عباسؓ، حضرت زید بن ثابتؓ سے درس لیا تھا، اور ان جلیل القدر صحابہ کرامؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان گوہر فشاں سے سنا اور پڑھا تھا اسطرح ابن کثیر کی روایت صرف دو واسطوں سے نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچتی ہے۔

حضرت عبداللہ ابن السائبؓ کے سلسلہ قرأت سے بھی ابن کثیر کی قرأت دو ہی واسطوں سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچتی ہے[2]

درس وتدریس

امام ابن کثیر مکی کے درس وتدریس کا باقاعدہ ذکر نہیں ملتا لیکن انکے جلیل القدر تلامذہ کی تعداد کی کثرت سے گمان ہوتا ہے کہ انکے درس وافادہ کا حلقہ بہت وسیع رہا ہوگا۔

تلامذہ

امام ابن کثیر مکی کے تلامذہ کثیر التعداد ہیں جن میں بعض جلیل القدر تابعین کے ساتھ دوسرے اور اہم علمار وفقہا اور قرار شامل ہیں چند حضرات کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

ابوعمرو بن العلاء البصری، سفیان بن عینیہ، خلیل بن احمد نحوی، شبل بن عباد،

۱ے تہذیب التہذیب ۵/۳۶۷ وغایۃ النہایہ ۱/۴۴۳ ومعرفۃ القرار ۱/۸۷

۲ے التیسیر ص ۷۔

ایوب ، خثیم ، حماد بن سلمہ ، جریک ابن حازم ، ابن ابی نجیح ، ابن جریج ، اسماعیل بن عبداللہ القسط ، اسماعیل بن مسلم ، جریر بن حازم ، حارث بن قدامہ ، حماد بن زید ، خالد بن قاسم ، سلیمان بن مغیرہ ، صدقہ بن عبداللہ[1] ، طلحلہ بن عمر ، عبداللہ بن زید بن یزید ، عبدالملک بن جریج ، علی بن الحکم ، عیسیٰ بن عمرو ثقفی ، قاسم بن عبدالواحد ، قزعہ بن سوید ، قرۃ بن خالد ، مسلم بن خالد ، مطرف بن معقل ، معروف بن مشکان ، ہارون بن موسیٰ ، وہب بن زمعہ ، یعلی بن حکیم ، ابن ابوفدیک ، ابن ابوملیکہ وغیرہ[2]

علامہ دانی نے ابن مجاہد کی تائید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ عبداللہ بن ادریس شافعی امام ابن کثیر کے شاگرد تھے ابوجعفر ابن الباذش نے بھی اسے صحیح قرار دیا ہے مگر ابن الجزری اور ابن خلکان نے اسے اسلئے غلط قرار دیا ہے کہ عبداللہ بن ادریس شافعی ۱۱۵ھ میں پیدا ہوئے اور امام ابن کثیر کی وفات ۱۲۰ھ میں ہوئی اس لئے یہ بات کیسے قابل قبول ہوسکتی ہے ۔[3]

لیکن ابوجعفر باذش کی دلیل یہ ہے کہ عبداللہ ابن کثیر کے بارے میں یہ کہنا کہ انکی وفات ۱۲۰ھ میں ہوئی ہے صحیح نہیں ہے اتنا تو محقق ہے کہ ابن ادریس نے ابن کثیر سے پڑھا یہ غلط فہمی اس لئے پیدا ہوئی کہ ۱۲۰ھ میں عبداللہ ابن کثیر کا انتقال نہیں ہوا بلکہ اس سنہ میں وفات پانے والے انکے ہم نام ایک دوسرے بزرگ عبداللہ بن کثیر القرشی ہیں[4]

لیکن علامہ ابن الجزری نے ابوعبداللہ الحافظ کی ایک تحریر سے یہ ثابت کیا ہے

---

[1] یہ شبل بن عباد کے صاحبزادے ہیں۔

[2] معرفۃ القراء ۱/ ۸۷ و تہذیب التہذیب ۵/ ۳۶۷ و غایۃ النہایۃ ۱/ ۴۴۳-۴۴۴ - و شرح شاطبی ص ۱۲ - [3] غایۃ النہایہ ۱/ ۴۴۳ و وفیات الاعیان ۱/ ۴۴۸ -

[4] غایۃ النہایہ ۱/ ۴۴۴ -

—— کہ عبداللہ ابن ادریس نے نہ تو ابن کثیر کو دیکھا ہے اور نہ ان سے پڑھا ہے[1] اسلئے وہ ابوجعفر باذش کی تاویل کو درست نہیں سمجھتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ عبداللہ ابن کثیر مکی اور عبداللہ ابن کثیر القرشی دونوں بزرگوں کا انتقال ۱۲۰ھ ہی میں ہوا[2]

ناموں کے تشابہ سے پیدا ہونے والی غلط فہمی کی ایک مثال اور بھی ہے جیسے ابو طاہر بن سوار وغیرہ نے مندرجہ ذیل شعر کو امام ابن کثیر مکی کی طرف منسوب کیا ہے۔

بنی کثیر کثیر الذنوب ففی الحل و البل من کاسبہ

لیکن علامہ شمس الدین ذہبی اور ابن الجزری کا بیان ہے کہ جو لوگ اسے عبداللہ بن کثیر داری کا شعر سمجھتے ہیں وہ غلطی پر ہیں یہ شعر مشہور محدث محمد بن کثیر کا ہے[3]

رواۃ قرأت

امام ابن کثیر مکی کثیر التلامذہ تھے مگر انکے کسی شاگرد کو راوی قرأت کا درجہ نہ مل سکا بعد میں انکے شاگردوں کے شاگردوں میں مندرجہ ذیل حضرات کو انکی قرأت کے راوی ہونے کا شرف ملا۔

۱۔ امام احمد بن محمد البزی (م ۲۷۰ھ = ۸۸۳ء)

۲۔ امام محمد بن عبدالرحمٰن قنبل (م ۲۹۱ھ = ۹۰۴ء)

زیارت صحابہ کرام رض

۱۱۰ھ تک صحابہ کرام رض کے وجود مسعود سے یہ دنیا منور رہی اور یہ ابن کثیر کی جوانی اور ہوشمندی کا زمانہ تھا انکو جن صحابہ کرام کی زیارت کا شرف حاصل ہوا انکے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

حضرت ابوایوب انصاری رض، حضرت عبداللہ بن زبیر قرشی رض، حضرت عبداللہ بن السائب مخزومی رض، اور حضرت انس بن مالک رض[4]

---

[1] ایضاً۔

[2] ایضاً۔

[3] ایضاً و معرفۃ القراء ۱/۸۷۔

[4] ملا علی قاری شرح شاطبی ص ۱۲۔

علم قرأت

علم قرأت میں ان کا مرتبہ ومقام مندرجہ ذیل بعض اقوال سے ظاہر وثابت ہے، علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں۔

امام المکیین فی القرأۃ[1] — ابن کثیر فن قرأت میں اہل مکہ کے امام تھے۔

علامہ شاطبیؒ اپنے قصیدہ میں فرماتے ہیں۔

ومکۃ عبد اللہ فیہا مقامہ — ھو ابن کثیر کاثر القوم معتلا

ترجمہ:۔ اور مکہ عبد اللہ کی جائے اقامت ہے اور یہ ابن کثیر اپنی قوم یعنی قرار میں غالب، نامور اور بلند پایہ ہیں۔

انکی قرأت کو مکہ مکرمہ میں خاص طور پر بڑا فروغ حاصل ہوا اہل مکہ کی نظر میں وہ فن قرأت کے امام تھے انکے شاگرد اور مشہور محدث وفقیہہ سفیان بن عینیہ کا بیان ہے کہ مکہ میں عبد اللہ بن کثیر اور حمید بن قیس الاعرج سے بہتر کوئی قاری نہ تھا[2] ابو عبیدہ کا بیان ہے کہ اہل مکہ ابن کثیر کی قرأت کو صحیح سمجھتے تھے اور اسی کی اقتدا کرتے تھے[3] جریج ابن حازم یہ بھی لکھتے ہیں

کان فصیحا بالقرآن[4] — ابن کثیر فصیح القرآن تھے۔

اپنے شیخ امام ابن جبیر مکی کی وفات کے بعد وہ مکہ کی مسند قرأت پر متمکن ہوئے اور تاحیات اس منصب جلیلہ پر فائز رہے[5] ابن مجاہد کا بیان ہے کہ مکہ میں مدۃ العمر متفقہ طور پر قرأت کے امام رہے[6]

فن حدیث

امام ابن کثیر مکی کا گوسرمایہ افتخار علم قرأت تھا لیکن فن حدیث میں بھی امامت کے درجہ پر فائز تھے، ملا علی قاری فرماتے ہیں۔

---

[1] معرفۃ القراء ۱ / ۸۶ — [2] تہذیب التہذیب ۵ / ۳۶۸

[3] ایضاً۔ — [4] ایضاً۔

[5] محی الاسلام پانی پتی، شرح سبعہ قرأت ص ۲۳۔ مطبع مظہری کلکتہ ۱۹۲۴ء

[6] ملا علی قاری، شرح شاطبی ص ۱۲۔

وکان اماما فی الحدیث[1] ابن کثیر حدیث کے امام تھے۔

انھوں نے ابوزبیر، ابن جبیر کی، عبدالرحمن بن معطم، اور عمر بن عبدالعزیز سے حدیث کا سماع کیا اور انھیں سے روایت بھی کی خود ان سے روایت کرنے والوں میں ایوب سختیانی، ابن جریج، جریج ابن حازم، حسین بن واقد، عبداللہ بن نجیح، حماد بن سلمہ، قرۃ بن خالد، اور حارث بن قدامہ جیسے قابل ذکر اصحاب شامل ہیں[2]

ابن سعد کا بیان ہے کہ انکی حدیثیں صحیح ہیں[3] علامہ ذہبی کا بیان ہے کہ ابن کثیر کی احادیث صحاح ستہ میں منقول ہیں[4]

ثقاہت وعدالت

امام ابن کثیر کی ثقاہت وعدالت میں بھی منفرد اور ممتاز تھے علمائے جرح وتعدیل کے نزدیک ابن کثیر کی ثقاہت وعدالت مسلم ہے، ابن سعد، علی ابن مدینی، اور نسائی نے ثقہ اور علامہ ابن حجر نے صدوق قرار دیا ہے[5]، جرح وتعدیل کے شہرہ آفاق امام ابن معین کا بیان ہے کہ ابن کثیر ثقہ تھے[6] محمد بن سعد لکھتے ہیں۔

وکان ثقۃ ولہ احادیث صالحۃ[7] ابن کثیر ثقہ تھے اور انکی احادیث صالح ہیں۔

لغت وعربیت اور فصاحت وبلاغت

امام ابن کثیر قرآن وحدیث اور قرأت وتجوید کے علاوہ لغت وعربیت میں بھی دستگاہ کامل رکھتے تھے اہل تذکرہ نے اس فن میں بھی انکی مہارت کا اعتراف کیا ہے، ابوعمرو کا بیان ہے کہ عبداللہ بن کثیر عربیت میں مجاہد ابن جبیر سے بڑے عالم اور نہایت فصیح وبلیغ تھے[8] صاحب غایۃ النہایہ نے بھی انکی فصاحت

---

[1] ملا علی قاری شرح شاطبی ص ۱۲ معرفۃ القراء ۱/۸۷ وتہذیب والتہذیب ۵/۳۶۷ - ۳۶۸ [2] [3] ایضاً [4] معرفۃ القراء ۱/۸۸ - [5] تہذیب التہذیب ۵/۳۶۷ وابن حجر عسقلانی، تقریب التہذیب ص ۱۸۵ دار النشر الکتب اسلامیہ گجرانوالہ پاکستان وصفی الدین احمد الخزرجی، خلاصہ تذہیب الکمال فی اسماء الرجال ص ۲۱۰ طبع اول مطبعۃ الکبری المیریہ مصر ۱۳۰۱ھ [6] معرفۃ القراء ۱/۸۷ وتہذیب التہذیب ۵/۳۶۸ [7] محمد بن سعد طبقات ابن سعد ۵/۳۵۶ مطبع بریل لندن ۱۳۲۲ھ [8] سوانح قراء سبعہ ص ۵

دبلاغت کا ذکر کیا ہے[۱] امام اصمعی فرماتے ہیں کہ میں نے ابوعمرو سے دریافت کیا کہ "کیا آپ نے ابن کثیر سے اخذ قرأت کیا ہے تو انھوں نے کہا کہ میں نے مجاہد سے قرآن پاک ختم کرنے کے بعد ابن کثیر سے قرآن ختم کیا اور ابن کثیر مکی مجاہد کے مقابلہ میں عربی ادب کے بڑے عالم تھے[۲]

علامہ ذہبیؒ نے سفیان بن عیینہ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ ابن کثیر لوگوں کو قصے سناتے تھے[۳]

قضا ابن کثیر اہل مکہ کے قاضی تھے یہ بھی مذکور ہے کہ ابن کثیر قاضی الجماعت کے عہدے پر مامور تھے، علامہ یافعی لکھتے ہیں کہ۔

قاری اھل مکۃ وقاضی الجماعۃ فیھا[۴] — امام ابن کثیر اہل مکہ کے قاری اور لوگوں کے قاضی تھے،

ابن خلکان اور خیرالدین زرکلی کا بیان ہے کہ:

کان قاضی الجماعۃ بمکۃ[۵] — ابن کثیر مکہ میں لوگوں کے قاضی تھے۔

مختصر یہ کہ ان کا علم وفضل اور انکی شہرت اس درجہ نمایاں اور کامل تھی کہ ان کے اور اوصاف کو جدا جدا بیان کرنا تحصیل لا حاصل کے مترادف ہے ابن العماد حنبلی نے بالکل صحیح لکھا ہے کہ۔

وفضلہ وعلمہ وشھرتہ تغنی عن الاطناب فی اوصافہ[۶] — ان کا فضل وعلم اور شہرت اس سے بے نیاز ہے کہ انکے اوصاف کا ذکر طوالت وتفصیل سے کیا جائے۔

ذریعہ معاش امام ابن کثیر کا قیام گو ایک عرصہ تک عراق میں[۷] اور زیادہ تر مکہ مکرمہ میں علوم وفنون کی خدمت میں گذرا لیکن وہ کسب حلال کی فکر

---

[۱] غایۃ النہایہ ۱/۴۴۴ ـ [۲] ایضاً ۱/۴۴۵ ـ [۳] معرفۃ القراء ۱/۸۷

[۴] مرآۃ الجنان ۱/۲۵۷

[۵] وفیات الاعیان ۱/۴۴۸

[۶] شذرات الذہب ۱/۱۵۷ [۷] سراج القاری ص ۱۰ ـ

سے غافل نہیں تھے عطر کی تجارت انکا ذریعہ معاش رہا۔

حلیہ امام ابن کثیر طویل القامت، گندم گوں اور فراخ چشم تھے آخر عمر میں سفیدی کی وجہ سے داڑھی میں مہندی کا خضاب بھی استعمال کرتے تھے[۱]

علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں۔

کان فصیحا بلیغا مفوها ابیض اللحیة طویلا جسیما اسمر اشهل العینین یخضب بالحناء علیه سکینة ووقار[۲]	ابن کثیر فصیح و بلیغ کشادہ دہن سفید ریش، طویل القامت، فربہ اندام، گندم رنگ اور کرنجی آنکھوں والے تھے مہندی کا خضاب استعمال کرتے تھے پر وقار اور پرسکون تھے

ابن خلکان رقمطراز ہیں:۔

وکان شیخا کبیرا ابیض الرأس واللحیة طویلا جسیما اسمر اشهل العینین ویغیر شیبة بالحناء او بالصفرة وکان حسن السکینة[۳]	معمر بزرگ تھے سر اور داڑھی میں سفیدی غالب تھی دراز قامت، صاحب تن و توش سرگیں آنکھوں والے سفید بالوں کو مہندی یا پیلے رنگ سے رنگتے اور بڑے پر وقار تھے۔

انتقال ابن کثیر کی مکہ میں سنہ ۱۲۰ھ میں بزمانہ ہشام بن عبد الملک بعمر ۷۵ سال شمع حیات گل ہوئی، اور مکہ ہی کی مقدس خاک کا پیوند ہوئے[۴] ان کے جنازہ میں سفیان بن عیینہ نے بھی شرکت فرمائی[۵]

---

[۱] غایۃ النہایہ ۱/ ۴۴۴۔

[۲] معرفۃ القراء ۱/ ۸۸۔

[۳] وفیات الاعیان ۱/ ۴۴۸۔

[۴] غایۃ النہایہ ۱/ ۴۴۴۔

[۵] ایضاً ۱/ ۴۴۵۔

امام احمد بن محمد بزی رحؒ

امام احمد بن محمد بزی گوناگوں خصوصیات و امتیازات کے حامل تھے نہ صرف فن قرأت میں نادرۂ عصر تھے بلکہ حدیث میں بھی درک و بصیرت رکھتے تھے مگر ان کا خاص امتیاز علم قرأت ہی میں تھا اس کے امام شیخ القرار اور رئیس القرار کہے جاتے تھے زہد و اتقا اور قوت حفظ میں بھی بے مثل تھے علامہ ابن الجزری نے استاد، محقق ضابط اور متقن لکھا ہے[1]، خیر الدین زرکلی لکھتے ہیں :-

کبار القراء من اھل المکۃ[2] امام بزی اہل مکہ کے کبار قراء میں سے تھے۔[3]

علامہ ذہبیؒ نے مقریٔ مکہ، ثقہ فی القرأۃ اور حجۃ فی القرآن لکھا ہے[4]، نیز فرماتے ہیں کہ :-

امام فی القرأۃ ثبت فیھا[5] قرأت کے امام اور ثبت تھے۔

نام ونسب احمد نام، ابو الحسن کنیت اور شجرہ نسب حسب ذیل ہے۔
ابو الحسن احمد بن محمد بن عبداللہ بن قاسم بن نافع بن ابو بزہ بشار[6]

---

[1] غایۃ النہایہ ۱۱۹/۱ [2] الاعلام ۲۰۴/۱ [3] شذرات الذہب ۱۲۰/۲

[4] علامہ ذہبی۔ العبر فی خبر من غبر ۴۵۵/۱ دائرۃ المطبوعات والنشر کویت ۱۹۶۰ء -

[5] علامہ ذہبی، میزان الاعتدال ۶۸/۱ مطبعہ السعادۃ مصر طبع اوّل ۱۳۲۵ھ -

[6] غایۃ النہایہ ۱۱۹/۱ و معرفۃ القرار ۱۴۳/۱، ابراز المعانی ص ۲۱ بحوالہ علم قرأت اور قراء سبعہ ص ۸۱

صاحب کتاب الروضہ ابو عمرو نے انکا تذکرہ محمد بن عبداللہ کے نام سے کیا ہے علامہ ابن الجزری کا خیال ہے کہ یہ کاتب کی غلطی یا خود صاحب الروضہ کے سہو قلم کا نتیجہ ہے[1]

بو عمرو عثمان دانی نے انکے نسب نامہ میں عبداللہ بن قاسم کے بعد ابن بزہ کا اضافہ کیا ہے[2]

نسبت وہ بزی کی نسبت سے معروف ہیں، یہ نسبت انکے جداعلی ابو بزہ کی کیطرف ہے[3] اہوازی کا بیان ہے کہ بزی ابو بزہ کی کیطرف منسوب ہیں، حافظ ابو شامہ رقمطراز ہیں۔

البزی لانہ منسوب الی جدہ ابی بزۃ۔[4] بزی اپنے جداعلی ابو بزہ کی طرف منسوب ہیں۔

امام بخاری کا بیان ہے کہ ابو بزہ کا نام بشار ہے[5]۔ ابو بزہ اصلا فارسی تھے[6] بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ابو بزہ ہمدان کے باشندہ تھے[7] انھوں نے صائب بن صفی مخزومی کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا[8] بزی بنو مخزوم کے آزاد کردہ غلام تھے[9]

بزی کے لغوی معنی شدت اور سختی کے ہیں، بزہ ایک جگہ کا نام بھی ہے بعض تذکرہ نگاروں کا خیال ہے کہ موصوف کی نسبت اسی مقام سے ہے لیکن یہ خیال صحیح نہیں ہے کیونکہ موضع بزہ سے ان کے تعلق کی کوئی واضح دلیل نہیں ہے۔

پیدائش اور وطن امام احمد بزی کی پیدائش سنہ ۱۷۰ھ (۷۸۶ء) میں مکہ معظمہ میں ہوئی،[10] مکہ معظمہ ہی ان کا وطن ہے۔ یہ قارئ اہل مکہ کہے جاتے رہے[11]

---

[1] غایۃ النہایہ ۱/ ۱۱۹ [2] التیسیر ص ۴ [3] غایۃ النہایہ ۱/ ۱۱۹

[4] ابراز المعانی ص ۲۱ ۔ [5] معرفۃ القرار ۱/۱۷۳ ۔ ۱۷۴ ۔ [6] ایضاً

[7] غایۃ النہایہ ۱/ ۱۱۹ [8] ایضاً و معرفۃ القرار ۱/ ۱۷۴

[9] ایضاً ۱/۱۷۳ ۔ [10] ایضاً ۱/ ۱۷۴ ۔ [11] ایضاً و العبر فی خبر من غبر ۱/ ۴۵۵ ۔

شیوخ

امام احمد بزی کثیر الشیوخ ہیں انھوں نے اولاً اپنے والد ماجد سے تحصیل علم کیا بعد ازاں دوسرے شیوخ اور ائمہ علم وفن سے اکتساب فیض کیا، چند نامور اور قابل ذکر شیوخ کے نام یہ ہیں۔

ابو القاسم عکرمہ ابن سلیمان، ابو الاخریط وہب بن واضح مکی، عبد اللہ بن زیاد بن عبد اللہ بن یسار مکی[1]

سلسلہ قرأت

امام احمد بزی نے عکرمہ ابن سلیمان مکی سے پڑھا اور انھوں نے شبل بن عباد سے اور شبل بن عباد نے امام ابن کثیر مکی سے قرآنی علم وفن کی تحصیل کی اسطرح روایت امام بزی دو واسطوں سے امام ابن کثیر مکی تک پہونچتی ہے اور امام ابن کثیر مکی کے سلسلہ قرأت کو ملاکر پانچ واسطوں سے امام بزی کی قرأت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچتی ہے۔

تلامذہ

امام احمد بزی کثیر التلامذہ ہیں چند نامور تلامذہ کے نام یہ ہیں۔

ابو ربیعہ محمد بن اسحاق بن وہب، اسحاق بن محمد خزاعی، حسن بن حباب، احمد بن فرح، ابو عبد الرحمن عبد اللہ بن علی اللہبی، ابو جعفر محمد بن عبد اللہ اللہبی، ابو العباس احمد بن محمد اللہبی، محمد بن ہارون، موسیٰ بن ہارون مضر محمد بن الضبی، ابو حامد احمد بن محمد بن موسیٰ خزاعی، عباس بن احمد برقی، ابو علی حداد، ابو معمر الجمی، محمد بن علی خطیب؛ امام محمد قنبل وغیرہ[2]

راوی قرأت

دوسرے ائمہ قرأت کیطرح امام احمد بزی کی قرأت کے بھی راوی ہیں جنکا مختصر تعارف یہ ہے۔

ابو ربیعہ محمد بن اسحاق بن وہب ربعی مکی، عظیم المرتبت قاری اور صاحب عدل واتقان تھے امام احمد بزی کے بعد مسجد حرام کے موذن مقرر ہوئے رمضان ۲۹۴ھ میں مکہ مکرمہ میں وفات پائی۔

---

[1] غایۃ النہایہ ۱/۱۱۹ و موفقۃ القرار ۱/۱۷۴۔ [2] ایضاً۔

امامت ومشیخت امام احمد بزی کو فن قرأت میں بڑا اہم مقام حاصل تھا تذکرہ نگاروں نے مقری مکہ اور رئیس القرار جیسے القاب سے یاد کیا ہے اور اسی مقام بلند کیوجہ سے امام بزی مسجد حرام کے چالیس[۴۰] سال تک مؤذن و امام رہے[۱]

فن حدیث امام احمد بزی کو فن حدیث سے بھی خاص شغف تھا وہ اس فن کے بڑے عالم تھے انھوں نے مؤمل بن اسماعیل، مالک بن سعید بن حسن، ابوعبدالرحمٰن مقری اور سلیمان بن حرب سے حدیث کا سماع کیا[۲] اور خود ان سے روایت کرنے والوں میں ابوبکر احمد بن عبید بن ابی عاصم النبیل، یحیٰ بن محمد بن صاعد، محمد بن علی بن زید الصائغ، احمد بن محمد بن مقاتل وغیرہ لائق ذکر ہیں[۳]

امام بخاریؒ نے بھی اپنی تاریخ میں ان سے روایت کی ہے[۴]، اور ابن حبان نے ان کا ذکر کتاب الثقات میں کیا ہے[۵]

محمد بن ساعد کا بیان ہے کہ مجھ سے احمد بن محمد بزی نے فرمایا کہ ہم نے عکرمہ بن سلیمان کو کہتے ہوئے سنا کہ ہم نے پڑھا اسماعیل بن عبد اللہ قسطنطین سے اور جب سورہ والضحیٰ پر پہونچے تو انھوں نے کہا کہ ہر سورۃ کے اختتام پر اللہ اکبر کہو اس لیئے کہ عبد اللہ بن کثیرؒ نے ہم کو ایسے ہی پڑھایا ہے[۶]

موسیٰ بن ہارون کا بیان ہے کہ مجھ سے ابن ابو بزہ (بزی) نے فرمایا کہ میں

---

[۱] غایۃ النہایہ ۱/ ۱۱۹ ومعرفۃ القرار ۱/ ۱۷۴ وابراز المعانی ص ۲۱ ولسان المیزان ۱/ ۲۸۴ ومرآۃ الجنان ۲/ ۱۵۶

[۲] معرفۃ القرار ۱/ ۱۷۴ وغایۃ النہایہ ۱/ ۱۱۹ [۳] ایضاً [۴] معرفۃ القرار ۱/ ۱۷۵

[۵] لسان المیزان ۱/ ۲۸۴

[۶] ایضاً ومعرفۃ القرار ۱/ ۱۷۵ ومیزان الاعتدال ۱/ ۶۸

نے محمد بن ادریس شافعی سے پڑھا تو انھوں نے مجھ سے کہا کہ اگر تم نے تکبیر کہنا چھوڑ دیا تو تم نے گویا ایک سنت نبوی کو ترک کر دیا[1]

حسن بن حباب کا بیان ہے کہ میں نے امام بزی سے دریافت کیا کہ تکبیر کیسے کہی جائے تو انھوں نے جواب دیا لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر[2]

صاحب معرفتہ القراء کا بیان ہے کہ بزی نے مسجد حرام میں چالیس سال تک اذان دی اور سورہ والضحیٰ سے اللہ اکبر کہتے ہوئے پڑھا[3] امام احمد بزی نے سورۃ والضحیٰ کے آخر سے ختم قرآن تک ہر سورۃ کے اختتام پر تکبیر کہنے والی روایت کو مرفوعاً بیان کیا ہے[4]

گو اس روایت کی تخریج امام بخاری و مسلم نے نہیں کی ہے تاہم اس روایت کو حاکم ابو عبداللہ نے صحیح الاسناد بنایا ہے اور اس کی تخریج اپنی مستدرک میں کی ہے[5]

اور علامہ ذھبی، ابن الجزری، ابن حجر عسقلانی، اور ابن العماد حنبلی نے اس روایت کی کئی کئی اسناد کا ذکر کیا ہے[6]

لیکن کچھ ائمہ جرح و تعدیل نے ان پر نقد و جرح بھی کیا ہے چنانچہ ابو جعفر عقیلی نے منکر الحدیث اور خیر الدین زرکلی نے کان ضعیفا فی الحدیث لکھا ہے[7] ابو حاتم نے بھی ضعیف الحدیث قرار دیا ہے نیز یہ بھی لکھا ہے کہ ان کی حدیث روایت نہیں کی جاتی[8]

---

[1] معرفتہ القراء ۱/۱۷۶ [2] ایضاً ۱/۱۷۸

[3] ایضاً ۱/۱۷۵ [4] غایۃ النہایہ ۱/۱۱۹

[5] ایضاً و معرفتہ القراء ۱/۱۷۶ [6] ایضاً ۱/۱۷۴-۱۷۵-۱۷۶ و میزان الاعتدال ۱/۶۸ و العبر فی خبر من غبر ۱/۴۵۵ و شذرات الذھب ۲/۱۲۰-۱۲۱

[7] الاعلام ۱/۲۰۴ [8] شذرات الذھب ۲/۱۲۱

فتنہ خلق قرآن

تاریخ اسلام کا بدترین اور بدنام زمانہ فتنہ خلق قرآن ہے ۲۱۲ھ میں حاکم بغداد مامون الرشید نے معتزلہ کی شہ پر اسے جبر وقہر کے ساتھ نافذ کرنے کا حکم دیا مامون کو اس میں حد سے زیادہ غلو تھا اس نے اپنی حکومت کے آخری دنوں میں اسے سختی سے نافذ کیا بعد ازاں اسکی اقتدا معتصم باللہ نے بھی کی بلکہ اسکے عہد میں یہ فتنہ حد سے زیادہ بڑھ گیا اور اسوقت کے تمام علماء وفقہا اور محدثین و قراء اس فتنہ کی زد میں آئے بعض لوگوں نے سخت خوف اور دباؤ کیوجہ سے سر اقرار خم کر دیا مگر اصحاب دعوت وعزیمت نے خلق قرآن کا اقرار کرنے سے انکار کر دیا جسکی پاداش میں انھوں نے طوق وسلاسل اور دار ورسن کی سختیوں اور عذابوں کو برداشت بھی کیا، حکومت وقت کے جبر وقہر کا سب سے زیادہ نشانہ امام احمدؒ بن حنبل کی مایہ ناز شخصیت بنی مگر باوجود تمام قہر وستم کے وہ ان سے اس باطل عقیدہ کا اقرار نہ کرا سکی۔

امام احمد بزی گو اس فتنہ کی زد سے محفوظ رہے مگر اس باطل عقیدہ کے سخت مخالف تھے اور قرآن کو کلام اللہ ہی سمجھتے تھے خود فرماتے ہیں کہ "جو شخص قرآن کو مخلوق کہتا ہے وہ دین الہٰی اور دین رسولؐ پر نہیں جب تک کہ توبہ نہ کر لے"[1]

وفات

امام احمد بزی کی وفات ۲۵۰ھ / ۸۶۴ء میں بعمر ۸۰ سال مکہ مکرمہ میں ہوئی[2] صاحب التیسیر وملا علی قاری نے سنہ وفات ۲۴۰ھ لکھا ہے[3]

---

[1] معرفۃ القراء ۱/۱۷۸
[2] ایضاً وغایۃ النہایہ ۱/۱۱۹ وابراز المعانی ص ۲۱۔
[3] التیسیر ص ۴ وشرح شاطبی ص ۱۲۔

امام محمد بن عبدالرحمٰن قنبل مکیؒ

نام ونسب محمد نام، ابوعمرو کنیت اور سلسلہ نسب مندرجہ ذیل ہے۔
ابوعمرو محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد بن خالد بن سعید بن جرجہ مخزومی[1]

نسبت یہ قنبل سے معروف ہیں تذکرہ نگاروں نے اس کے کئی اسباب بتائے ہیں، اوّل یہ کہ امام محمد بن عبدالرحمٰن مکہ کے ایک ایسے گھرانے میں پیدا ہوئے جسے قنابلہ کہا جاتا تھا[2] علامہ دانیؒ کا بیان ہے کہ انکا گھرانہ مکہ میں آج تک قنابلہ کہا جاتا ہے[3] لغت میں قنبل اور قنابل سخت، مضبوط اور شدید القویٰ آدمی کو کہا جاتا ہے جیسا کہ صاحب محکم وقاموس نے لکھا ہے[4]

دوسرے یہ کہ اپنے شاگردوں کی تعلیم میں وہ سختی کا معاملہ کرتے تھے اس لیئے قنبلؒ سے مشہور ہوئے، تیسرے یہ کہ انکا نام ہی قنبل تھا چونکہ یہ کہ وہ اپنے کسی مرض کے علاج کیلئے ایک ایسی دوا کا استعمال کرتے تھے جو گائے کو پلائی جاتی تھی اس دوا کا نام قنبل تھا وہ جب اسے کثرت سے استعمال کرنے لگے تو اسی نام سے مشہور ہو گئے جو بعد میں کثرت استعمال کی وجہ سے قنبل ہو گیا[5]

اسکے علاوہ بھی بہت سی وجہیں بیان کی گئی ہیں، حافظ ابوشامہؒ نے شرح کبیر میں تفصیل سے انکو بیان کر دیا ہے۔

---

[1] معرفۃ القراء الکبار ۱/۲۳۰ و غایۃ النہایہ ۲/۱۶۵ [2] ایضاً۔
[3] التیسیر ص ۴ [4] ابراز المعانی ص ۲۱
[5] معرفۃ القراء ۱/۲۳۰۔

ولادت و وطن

امام محمد قنبل کی ولادت ۱۹۵ھ / ۸۱۰ء میں مکہ معظمہ میں ہوئی انکے شیخ احمد بن محمد بن عون نے مکہ مکرمہ میں انکے قیام کا انتظام کیا، کہا جاتا ہے کہ ان کے والد ایک آزاد کردہ غلام تھے[1]

اساتذہ و شیوخ

امام محمد بن عبد الرحمن قنبلؒ نے امام احمد بزی اور احمد بن محمد بن عون سے فن قرأت کی تحصیل و تکمیل کی[2]

سلسلہ قرأت

امام محمد قنبلؒ نے قرآن کی تعلیم ابو الحسن احمد بن محمد قواس سے حاصل کی انھوں نے ابو الاخریط وہب بن واضح سے اور ابو الاخریط نے اسماعیل قسط سے اور قسط نے شبل بن عباد سے تعلیم حاصل کی شبل بن عباد امام ابن کثیر کے حلقۂ فیض سے مستفید ہوئے تھے اسطرح روایت قنبل چار واسطوں سے امام ابن کثیر تک پہونچتی ہے اور اگر ابن کثیر کے واسطوں کو جوڑ دیا جائے تو روایت قنبل سات واسطوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہونچ جاتی ہے۔

فضل و کمال اور علم قرأت میں بلند پائیگی

امام محمد قنبل علم و فضل کے بلند مقام پر تھے خصوصاً فن قرأت میں ان کا مرتبہ بہت بلند ہے، تذکرہ نگاروں نے امام قرأت اور شیخ القرار کے القاب سے نوازا ہے[3] امام احمد بزی کی وفات کے بعد قنبل ہی قرأت کے امام اور حجاز کے رئیس القرار تسلیم کئے گئے، صاحب غایۃ النہایہ کا بیان ہے کہ حجاز میں مشیخت قرأت انہی پر ختم ہوتی تھی[4]

علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں۔

انتهت اليه رياسة الاقراء بالحجاز[5] حجاز کی ریاست قرأت قنبل پر ختم ہوتی ہے۔

---

[1] ایضاً و غایۃ النہایہ ۲/ ۱۶۵ [2] ایضاً

[3] غایۃ النہایہ ۲/ ۱۶۵ ـ ۱۶۶ [4] ایضاً ـ [5] معرفۃ القرار ۱/ ۲۳۰ ـ

علامہ ذہبیؒ نے قاری مکہ اور خیر الدین زرکلی نے اعلام القراء اور متقن لکھا ہے ،
نیز فرماتے ہیں ۔

انتھت الیہ مشیخۃ الاقراء بالحجاز فی عصرہ [۱] — ان پر ان کے زمانہ میں مشیخت قرأت ختم ہوتی تھی ۔

امام قنبل نے ایک طویل مدت تک درس قرآن دیا آخر عمر میں بہت ضعیف ہو گئے تھے
وفات سے سات سال پہلے درس وتدریس سے کنارہ کشی اختیار کرلی تھی [۲]

سیرت وکردار

امام محمد قنبلؒ عمدہ اخلاق اور اچھی عادت واطوار کے مالک اور متقی تھے صاحب غایۃ النہایہ نے انکی سیرت وکردار کی تعریف کی ہے [۳]

تعلقات

امام محمد قنبل کے اپنے عہد کے صاحب علم وفضل اور ائمہ علم وفن سے بڑے اچھے تعلقات تھے انکے علم وفضل کی شہرت کیوجہ سے
دوسرے اصحاب صلاح وتقویٰ دور دور سے ان سے ملنے آتے تھے کے تبحر علمی کی بناپر
لوگ ان سے ربط وتعلق پیدا کرنے میں خوشی محسوس کرتے تھے ، ابو عبد اللہ قصاص
فرماتے ہیں کہ یہ معاملہ انکی درمیانی عمر میں تھا ، [۴]

تلامذہ

امام محمد قنبلؒ کے پاس ایک جم غفیر اپنی علمی تشنگی بجھانے آتا تھا ، علامہ ذہبیؒ رقمطراز ہیں ۔

رحل الیہ القراء وحملوا عنہ [۵] اور قرار ان کے پاس آکر استفادہ کرتے ۔
ان کے چند تلامذہ کے اسمائے گرامی یہ ہیں ۔

---

[۱] الاعلام ۱۹۰/۶ [۲] معرفۃ القراء ۲۳۰/۱ وعلامہ ذہبیؒ ، العبر فی خبر من غبر ۸۹/۲
دائرۃ المطبوعات والنشر کویت ۱۹۶۱ء ۔
[۳] غایۃ النہایہ ۱۶۶/۱ ومعرفۃ القراء ۲۳۰/۱ ۔
[۴] ایضاً والاعلام ۱۹۰/۶ [۵] العبر فی خبر من غبر ۸۹/۲ ۔

ابوبکر بن مجاہد، ابوالحسن بن شنبوذ، محمد بن عیسٰی جصاص، ابراہیم بن عبدالرزاق (یہ بہت کم مدت ان کی خدمت میں رہے باقاعدہ شاگردی اختیار نہیں کی) ابوبکر محمد بن موسیٰ زینبی، محمد بن عبدالعزیز بن عبداللہ بن صباح، ابوربیعہ محمد بن اسحاق، اسحاق بن احمد خزاعی، محمد بن حمدون، عباس بن فضل، صہر الامیر، احمد بن محمد بن ہارون بن بقرہ، احمد بن موسی بن مجاہد، محمد بن احمد بن شنبوذ، عبداللہ بن احمد بلخی، احمد بن صقر بن ثوبان، احمد بن محمد بن الیقطینی، علی بن حسین بن رقی، عبداللہ بن عمرو بن شوذب، ابوبکر محمد بن حامد عطار، عبداللہ بن ثوبان، جعفر بن محمد السرندیبی عبداللہ بن حمدون، عبداللہ بن جبیر، محمد بن عمرو بن عون، نظیف بن عبداللہ الکسری[۱]

راوی قرأت

دوسرے قرار کرام کیطرح امام محمد قنبل کی قرأت کے بھی ایک خاص راوی ہیں جنکا مختصر تعارف یہ ہے۔

ابوبکر احمد بن موسیٰ بن عباس بن مجاہد، یہ ابن مجاہد سے مشہور ہیں ۲۴۵ھ میں پیدا ہوئے قرأت میں اسقدر مہارت وصلاحیت پیدا کی کہ اس فن کے امام کہلائے، علامہ دانی فرماتے ہیں کہ "علم وفضل اور فہم وادراک میں تمام معاصرین سے فائق و برتر تھے" امام النحو ثعلب کا بیان ہے کہ "ہمارے زمانے میں کتاب اللہ کا ابن مجاہد سے بڑا کوئی عالم نہیں" ۱۹/ شعبان ۳۲۴ھ میں وفات پائی۔[۲]

ملازمت

امام محمد قنبل نے کچھ عرصہ محکمہ پولس میں ملازمت بھی کی علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ قنبلؒ نے اپنی عمر کی درمیانی مدت میں شرطہ (پولس) کے فرائض کی انجام دہی بھی قبول کرلی تھی[۳] خیرالدین زرکلی نے بھی ولی الشرطة بمکة لکھا ہے[۳]

وفات

امام محمد قنبلؒ نے $\frac{۲۹۱ھ}{۹۰۳ء}$ میں بعمر ۹۶/سال مکہ مکرمہ میں وفات پائی۔[۴]

---

[۱] غایۃ النہایہ ۲/ ۱۶۵ – ۱۶۶ ومعرفۃ القرار ۱/ ۲۳۰ [۲] ایضاً۔
[۳] الاعلام ۶/ ۱۹۰ – [۴] معرفۃ القرار ۱/ ۲۳۰ وغایۃ النہایہ ۲/ ۱۶۶۔

امام ابوعمرو زبان بن العلا بصریؒ

امام ابوعمرو زبان بن العلاء بصریؒ گوناگوں اوصاف وکمالات کے جامع تھے وہ قرآن وحدیث لغت وعربیت، نحو اور شعر وادب میں یکتائے روزگار تھے، زہد وتقویٰ اور عبادت وریاضت میں بھی ممتاز تھے انکو درس وتدریس کے ساتھ ہی تصنیف وتالیف سے بھی سروکار رہا لیکن انکا اصل سرمایہ افتخار علم قرأت ہے اسکے حصول و فروغ میں انھوں نے اپنی پوری زندگی صرف کردی اور اس فن کے امام کہلائے۔

نام ونسب

زبان نام، ابوعمرو کنیت، والد کا نام العلاء اور شجرہ نسب حسب ذیل ہے۔

ابوعمرو زبان بن العلاء بن عمار بن عریان بن عبد اللہ بن حسین بن حارث بن جلہمہ[1] بن حجر بن خزاعی بن مازن بن مالک بن عمرو بن تمیم بن مر بن اد بن طابخہ بن الیاس بن مضر بن معد بن عدنان[2]

ان کے شجرہ نسب میں قدرے اختلاف ہے، مذکورہ بالا نسب نامہ علامہ ابن الجزری کی تحقیق کا نتیجہ ہے، نام میں بھی اختلاف ہے تقریباً تیئس[۲۳] نام ملتے ہیں، صاحب روضات الجنات اور علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے انکے اکیس ناموں کا ذکر کیا ہے وہ یہ ہیں

(۱) ابوعمرو (۲) زبان (۳) جبر (۴) جنید (۵) جزو (۶) حماد

---

[1] علامہ ابن الجزری نے یہی نام لکھا ہے مگر اکثر تذکرہ نگاروں نے جلہم لکھا ہے۔

[2] غایۃ النہایہ ۱ / ۲۸۸

(۷) حمید (۸) خیر (۹) ربان (۱۰) عتیبہ (۱۱) عثمان (۱۲) عریان (۱۳) عقبہ (۱۴) عمار (۱۵) عیاد (۱۶) عیینہ (۱۷) قائد (۱۸) قبیصہ (۱۹) محبوب (۲۰) محمد (۲۱) یحییٰ وغیرہ [۱]

ابن بازش نے ربان ابوالعلاء نے ریان عمرو بن شبہ، ابن العماد ضبلی، ابن خلکان، ابن الانباری اور الدکتور شوقی ضیف نے انکی کنیت ہی کو ان کا نام قرار دیا ہے [۲]، اکثر تذکرہ نگاروں نے زبان ہی لکھا ہے اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے کیونکہ بقول علامہ ابن الجزری اکثر علماء و حفاظ کے نزدیک انکا نام زبان ہے [۳] علامہ ذہبیؒ نے بھی اسی کو صحیح بتایا ہے [۴] صاحب روضات الجنات نے بھی ابوعمرو کا صحیح نام زبان ہی لکھا ہے [۵]، صاحب نزہتہ الالباء نے بھی واسمہ زبان لکھا ہے [۶] اصمعیؒ کا بیان ہے کہ مجھے خود ابوعمرو نے اپنا یہی نام بتایا تھا [۷]

علامہ جلال الدین سیوطی اور صاحب روضات الجنات اس اختلاف کی یہ وجہ تحریر کرتے ہیں :-

وسبب الاختلاف فی اسمہ انہ کان لجلالتہ لایسئل عنہ [۸]	ان کے نام میں اختلاف کا سبب یہ ہے کہ کسی نے انکی جلالت کیوجہ سے انکا نام نہیں پوچھا۔

ابوعمرو کے نام کیطرح انکے والد کے نام میں بھی اختلاف ہے العلاء، عمار اور عریان کے علاوہ صاحب روضات الجنات نے عبدالعلاء لکھا ہے [۹] خیرالدین زرکلی نے العلاء کو ابوعمرو کے والد کا لقب بتایا ہے [۱۰] لیکن صحیح یہ ہے کہ ان کا نام العلاء تھا جیسا کہ اکثر تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے۔

---

[۱] محمد باقر الحاجی الموسوی، روضات الجنات ۲ / ۳۹۹ وبغیۃ الوعاۃ ۲ / ۲۶۷۔

[۲] غایۃ النہایہ ۱/ ۲۸۹ ومعرفۃ القراء ۱/ ۱۰۰ وشذرات الذہب ۱/ ۲۳۷ ووفیات الاعیان ۲/ ۱۰۶ ونزہتہ الالباء ص ۳۰ والمدارس النحویہ ص ۲۷۔ [۳] غایۃ النہایہ ۱/ ۲۸۹ [۴] ایضاً ومعرفۃ القراء ۱/ ۱۰۰

[۵] روضات الجنات ۲/ ۳۹۹ [۶] نزہتہ الالباء ص ۲۹۔ [۷] معرفۃ القراء ۱/ ۱۰۱۔

[۸] بغیۃ الوعاۃ ۲/ ۲۶۷ وروضات الجنات ۲/ ۳۹۹ [۹] ایضاً [۱۰] الاعلام ۳/ ۴۱۔

ابو عمرو خالص عرب تھے، ابو عبیدہ فرماتے ہیں:۔

وکان من اشراف العرب و وجوھھم۔[1] — ابو عمرو عرب کے نمایاں اور ممتاز لوگوں میں سے تھے،

مگر قاضی اسد یزیدی کا بیان ہے کہ ابو عمرو فارس کی ایک مشہور جگہ گازرون کے رہنے والے تھے[2] علامہ ابن القاصح بغدادی نے بھی انھیں گازرونی الاصل لکھا ہے[3]، علامہ ابن الجزری نے اس بارے میں تین اقوال نقل کئے ہیں اول یہ کہ ابو عمرو کا تعلق بنو حنیفہ سے تھا، بنو حنیفہ شمالی عرب میں — قبیلہ بکر بن وائل کی ایک شاخ تھی دوم یہ کہ وہ بنی عنبر سے تھے، سوم یہ کہ بنو تمیم سے انکا خاندانی تعلق تھا[4] لیکن ایران سے ابو عمرو کا تعلق واضح نہیں واقعہ یہ کہ وہ تمیمی تھے، حافظ ابوالعلاء ہمدانی کا بیان ہے کہ ماہرین نسب کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ ابو عمرو تمیمی تھے[5]

نسبت

قبیلہ بنو تمیم کے حلیف قبیلہ مازن سے تعلق کی بنیاد پر مازنی اور قبیلہ بنو تمیم سے نسبی تعلق کے سبب تمیمی کہے جاتے ہیں، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جداعلی تمیم کیطرف منسوب ہوکر وہ تمیمی کہلاتے ہیں مگر یہ درست معلوم نہیں ہوتا جیساکہ اوپر ابوالعلاء ہمدانی کا قول گذر چکا ہے کہ وہ ماہرین نسب کے نزدیک تمیمی ہیں۔

مدۃ العمر بصرہ میں اقامت گزینی کیوجہ سے بصری اور فن نحو میں یدطولیٰ رکھنے کیوجہ سے نحوی وغیرہ نسبتوں سے معروف ہیں۔

پیدائش، وطن اور پرورش

امام ابو عمرو ۶۸ھ / ۶۸۷ء میں مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے[6]، علامہ ابو عمرو عثمان دانی اور

---

[1] معرفۃ القراء ۱/۱۰۴۔ [2] غایۃ النہایہ ۱/۲۸۹۔
[3] سراج القاری المبتدی ص ۱۰ [4] غایۃ النہایہ ۱/۲۸۸ — ۲۸۹۔
[5] ایضاً ۱/۲۸۸ [6] ایضاً ۱/۲۸۹ ومعرفۃ القراء ۱/۱۰۱

عبدالوارث کا بیان ہے کہ ابو عمرو بن العلاء کی جائے پیدائش مکہ معظمہ ہے پرورش وپرداخت بصرہ میں اور وفات کوفہ میں ہوئی۔[1]

بعض لوگوں نے علامہ ابن الجزری کی تصنیف غایۃ النہایہ ۱/ ۲۹۲ کے حوالہ سے قاری عبدالوارث کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ابو عمرو کی ولادت ایران کے مشہور شہر گازرون میں ہوئی مگر غایۃ النہایہ میں یہ قول مذکور نہیں بلکہ اس کے برعکس قاری عبدالوارث کا یہ بیان مذکور ہے کہ وہ مکہ میں پیدا ہوئے۔[2]

ان کا سنہ ولادت ۶۸ھ، ۶۵ھ اور ۷۰ھ بھی بتایا جاتا ہے،[3] مگر اول الذکر ہی زیادہ مشہور و معروف ہے۔

ابو عمرو کے تین بھائیوں کا ذکر ملتا ہے، جنکے نام یہ ہیں۔

(۱) ابوسفیان بن العلاء (۲) معاذ بن العلاء (۳) ابوحفص عمر بن العلاءً

امام ابو عمرو بن العلاء اپنے بھائیوں میں سب سے بڑے تھے۔[4]

اساتذہ وشیوخ

امام ابو عمرو نے مکہ، مدینہ، بصرہ اور کوفہ کے اجلہ تابعین اور ائمہ علوم وفنون کی ایک سرکردہ جماعت سے کسب فیض کیا جنکی تعداد ۷۶ بتائی جاتی ہے اور بقول علامہ ابن الجزری قرائے سبعہ میں سب سے زیادہ اساتذہ ابو عمرو کے ہیں، چند نامور شیوخ کے اسمائے گرامی یہ ہیں

حسن بن ابوالحسن بصری، حمید بن قیس الاعرج، ابوالعالیہ۔ رفیع بن مہران ریاحی، سعید بن جبیر، شیبہ بن نصاح، عاصم بن ابی النجود، عبداللہ بن اسحاق حضرمی، عبداللہ بن کثیر مکی، عطاء بن ابی رباح، عکرمہ بن خالد مخزومی، مجاہد بن جبیر، محمد بن

---

[1] ایضاً غایۃ النہایہ ۱/ ۲۹۲ والاعلام ۳/ ۴۱۔

[2] غایۃ النہایہ ۱/ ۲۹۲۔

[3] ایضاً ۱/ ۲۸۹ ووفیات الاعیان ۲/ ۱۰۷

[4] تہذیب التہذیب ۱۲/ ۱۸۰ ومعرفۃ القراء ۱/ ۱۰۱ وروضات الجنات ۲/ ۲۹۹۔

عبدالرحمن ابن محیصین، نصر بن عاصم، ولید بن یسار، ابوجعفر یزید بن القعقاع مدنی، یزید بن ہارون، یحییٰ بن یعمر وغیرہ [1]

ابوعمرو کے شیوخ میں ابوالعالیہ کا نام بھی آتا ہے، مگر علامہ ذہبیؒ کا بیان ہے کہ گو ابوعمرو کو ابوالعالیہ کے بیس۲۰ سالوں کا زمانہ ملا تاہم ان سے استفادہ کی روایت درست نہیں [2]

سندو سلسلہ قرأت

امام ابوعمرو بصری کی قرأت دو واسطوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچتی ہے، انھوں نے مجاہد بن جبیر، عکرمہ بن خالد اور عطار بن ابی رباح وغیرہ اجلہ تابعین سے فن قرأت کی تحصیل کی اور ان حضرات نے حضرت ابی ابن کعبؓ اور حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا جنھوں نے براہ راست آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکی روایت کی ہے۔

حلقۂ فیض اور طلبہ کا ازدحام

امام ابوعمرو کے حلقہ فیض سے تبع تابعین اور اتباع کے علم وفضل اور علوئے کمال وقبولیت سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا حلقہ درس کس درجہ شاندار رہا ہوگا، قرآن مجید کا درس جامع بصرہ میں دیا کرتے تھے اس کے علاوہ حدیث شریف، لغت وعربیت، شعروادب، نحو وغیرہ کی تحصیل وتکمیل بھی ان سے بے شمار طلبہ نے کی، وہ جب بصرہ سے مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو وہاں بھی یہی کیفیت رہی، شیخ حسن بصری نے جب انکے درس میں طلبہ کا ہجوم دیکھا تو فرمایا

لاالٰہ الا اللہ کادت العلماء ان تکون اربابا کل عز لم یوکد بعلم فالی ذل یوول [3]	لاالٰہ الا اللہ علما رتقریباً ارباب کی حد تک پہونچ گئے تھے اور جس عزت کی بنیاد علم پر نہ ہو اس کا انجام ذلت ہے

---

[1] ایضاً وتہذیب التہذیب ۱۲/۱۷۸۔ [2] معرفۃ القراء ۱/۱۰۴۔ [3] غایۃ النہایہ ۱/ ۲۹۱۔

وکیع کا بیان ہے کہ ابو عمرو بن العلا رجب ——— کوفہ آئے تو لوگ ان کے سامنے (حصول علم کے لیئے) اسی طرح مجتمع ہوتے تھے جیساکہ ہشام بن عروہ کے سامنے ہوتے تھے [1]

تلامذہ مدینہ منورہ، بصرہ، اور کوفہ وغیرہ جہاں بھی رہے علم کی تبلیغ واشاعت میں مسلسل مصروف رہے، ان کے بے شمار شاگردوں میں سے چند کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

احمد بن محمد بن عبداللہ لیثی، احمد بن موسٰی لؤلوی، ابو بحر البکراری، اسحاق بن یوسف بن یعقوب الانباری الازرق، حماد بن زید، حسین بن علی الجعفی، خارجہ بن مصعب، خالد بن جبلہ یشکری، داؤد بن یزید الاددی، ابوزید سعید بن اوس، سلام بن سلیمان طویل، سہیل بن یوسف، شجاع بن ابی نصر بلخی، عباس بن فضل، عبدالرحیم بن موسٰی، عبداللہ بن داؤد حریشی، عبداللہ بن مبارک، عبدالملک بن قریب الاصمعی، عبدالوارث بن سعید تنوری، عبدالوہاب بن عطا رخفاف، عبداللہ بن معاذ، عبید بن عقیل، عدی بن فضل بن عامر ازدی، علی بن نصر جہضمی، عصمہ بن عروۃ تمیمی، عیسٰی بن عمر ہمدانی، محبوب بن حسن، محمد بن حسن، ابوجعفر رواسی، مسعود بن صالح، معاذ بن مسلم نحوی، معاذ بن معاذ، نعیم بن میسرہ، نعیم بن یحیٰی سعیدی، ہارون بن موسٰی الاعور، یحیٰی بن مبارک یزیدی، یعلی بن عبید، یونس بن حبیب نحوی، محمد بن حسن بن ابی سارۃ اور سیبویہ وغیرہ [2]

رواۃ قرأت انکی قرأت کی روایت مندرجہ ذیل دو اشخاص نے کی ہے۔

(۱) ابو عمر حفص بن عمر بن عبدالعزیز صہبان دوری۔

(۲) ابوشعیب صالح بن زیاد بن عبداللہ بن اسماعیل سوسی۔

---

[1] معرفۃ القراء ۱/ ۱۰۲ [2] ایضاً وغایۃ النہایہ ۱/ ۲۹۰ وتہذیب التہذیب ۱۲/ ۱۷۹

علم وفضل

امام ابو عمرو اپنے عہد کے عبقری اور نابغہ شخص تھے نضر بن شمیل نے انکا شمار سید العلماء میں کیا ہے[1] اور ابن الندیم نے من الاعلام فی القرآن لکھا ہے[2] امام اصمعی کو ان سے زیادہ ملاقات کا موقع ملا، ابو عمرو کی مدح و توصیف سے متعلق ان کے متعدد اقوال ملتے ہیں۔

(۱)۔ فرماتے ہیں کہ میری آنکھوں نے ابو عمرو جیسا شخص نہیں دیکھا جب میں ان کے پاس بیٹھتا ہوں تو محسوس ہوتا ہے کہ علم کے دریائے ناپیدا کنار کے پاس بیٹھا ہوں۔

(۲) فرماتے ہیں کہ میں نے ابو عمرو سے بڑا کوئی عالم نہیں دیکھا[3]

(۳) فرماتے ہیں کہ مجھ سے خود ابو عمرو نے فرمایا کہ اگر تم متحمل ہوتے تو میں اپنے سینہ کے تمام علوم تمہارے سینہ میں منتقل کر دیتا، میں نے قرآن پاک سے متعلق اتنی معلومات یاد کر رکھی ہیں کہ اگر انکو تحریر کر دوں تو اعمش اس کو اٹھا نہ سکیں گے اور اگر میں مروجہ قرأت کا پابند نہ ہوتا تو میں ایسے ایسے پڑھتا اور پھر کئی قرأتوں کا ذکر کیا[4]

(۴) فرماتے ہیں کہ میں نے ابو عمرو کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے اپنے سے بڑا کوئی عالم نہیں دیکھا[5]

(۵) فرماتے ہیں کہ ابو عمرو نے کہا کہ ہماری حیثیت گذشتہ لوگوں کے درمیان ایسی ہی ہے جیسی کہ طویل کھجوروں کی شاخوں میں سبزے کا پودا[6]

علامہ ذہبیؒ کا بیان ہے کہ ابو عمرو قرآن اور علوم عربیہ کے بڑے عالم تھے،[7] ابو عمرو شیبانی کا بیان ہے کہ میں نے ابو عمرو کا مثل نہیں دیکھا[8] ابو عبیدہ فرماتے ہیں کہ امام ابو عمرو کے پاس (کتابوں اور عرب فصحا کے اقوال پر مشتمل) ایک دفتر تھا جو پورے

---

[1] تہذیب التہذیب ۱۲/۱۸۰ [2] الفہرست ص ۴۲۔
[3] وفیات الاعیان ۲/۱۰۵ [4] غایۃ النہایہ ۱/۲۹۰ و معرفۃ القراء ۱/۱۰۳
[5] غایۃ النہایہ ۱/۲۹۰ [6] معرفۃ القراء ۱/۱۰۴
[7] غایۃ النہایہ ۱/۲۹۰ [8] تہذیب التہذیب ۱۲/۱۷۹

گھر پر محیط تھا، جب ابوعمرو عبادت و ریاضت میں مصروف ہو گئے تو اسکو جلا دیا اور وہ جب دوبارہ علم وفن کی طرف راغب ہوئے تو ان کے پاس حفظ کی ہوئی چیزوں کے علاوہ کچھ نہ تھا[1] احمد بن اسود کا بیان ہے کہ جب ابوعمرو گوشہ نشین تھے تو ان کے پاس مشہور شاعر فرزدق آئے اور انکی شان میں مدح وتحسین کے چند اشعار پیش کیے۔

حتی اتیت ابا عمرو بن عمار ۔۔۔ مازلت افتح ابوابا واغلقها

میں نے بہت سے دروازے کھولے اور بند کیے یہانتک کہ ابوعمرو بن عمار کی خدمت میں پہونچا۔

مر المریرۃ حروا بن احرار ۔۔۔ حتی اتیت فتی ضخما دسیعتہ

ان کو میں نے ایک تومند نوجوان پایا جو آزاد در آزاد کے بیٹے تھے۔

جد کریم وعود غیر خوار[2] ۔۔۔ تنمیھم مازن فی فرع نبعتھا

انکا تعلق قبیلہ مازن کی ایک ایسی شاخ سے تھا جس کا سلسلہ ایک شریف النسل سے ہوتا ہے

اور وہ خود معزز اور شریف تھا۔

ابن مناذر نے بھی انکی مدح کی ہے، فرماتے ہیں۔

اھل العلاء ومعدن العلم ۔۔۔ سمیتم آل العلاء لانکم

تمہارا نام آل علاء اس لیئے رکھا گیا ہے کہ تم لوگ عالی مرتبت ہو اور علم کے خزانے ہو۔

بیتا احلوا مع النجم[3] ۔۔۔ ولقد بنی آل العلاء لمازن

آل علاء نے اپنے قبیلہ مازن میں ایک ایسا گھر آباد کیا ہے جسکو ستاروں سے مزین کیا ہے۔

ابو عمرو اسدی کہتے ہیں کہ میں امام ابوعمرو کے انتقال کے بعد انکے فرزندوں کے پاس تعزیت کیلئے گیا ابھی وہیں تھا کہ یونس بن حبیب آگئے، انھوں نے فرمایا کہ آج تک ہم نے انکا ثانی نہیں دیکھا اگر ان کے علم وفن اور زہد و ورع کو تقسیم کیا جاتا تو ان

---

[1] غایۃ النہایہ ۱/ ۲۹۰ والعبر فی خبر من غبر ۱/ ۲۲۳ ووفیات الاعیان ۲/ ۱۰۵۔
[2] معرفۃ القراء ۱/ ۱۰۴۔
[3] روضات الجنات ۲/ ۳۹۹۔

کے درمیان تقسیم کردیا جائے تو وہ سب کے سب عالم وزاہد ہو جائیں گے اور اگر یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوتے تو آپ انکو ضرور ان کے درجہ و مرتبہ کی خوشخبری دیتے[۱]

ابو عمرو علم و فن کے ساتھ سنت کے بھی پابند تھے[۲]، ابراہیم بن الحربی کا بیان ہے کہ ابو عمرو ان لوگوں میں سے تھے جو اپنی خواہشات کی اتباع نہیں کرتے[۳]

حجاج کے مظالم

حجاج کے مظالم کیوجہ سے ابو عمرو اپنے والد کے ہمراہ عراق سے جنوبی عرب چلے آئے اسوقت انکی عمر تقریباً بیس سال تھی، یہ لوگ ایک عرصہ تک جنوبی عرب میں روپوشی کی زندگی گذارتے رہے، اس سفر کی وجہ سے غالباً ابو عمرو کو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں قرأت کی ترویج واشاعت کا موقع ملا[۴] اور یہ سلسلہ بظاہر ۹۵ھ / ۱۴ء حجاج کی وفات تک جاری رہا اسکی وفات کے بعد ابو عمرو اور ان کے والد عراق واپس آئے لیکن ابو عبیدہ کا بیان ہے کہ ابو عمرو نے خود مجھ سے بیان کیا کہ مجھے اور میرے والد کو حجاج بن یوسف نے طلب کیا تو ہم اس کے خوف سے یمن کیطرف نکل بھاگے مگر راستہ ہی میں ایک شخص کو یہ اشعار پڑھتے ہوئے سنا ؎

لا تضیق بالامور فقد تفـ ــرج غماؤها بغیر احتیال

معاملات سے تنگ دل نہ ہو کیونکہ پریشان حالی کا خاتمہ بغیر کسی کوشش کے خود بخود ہو گیا۔

رب ماتکره النفوس من الامور لها فرجة کفرجة العقال

کتنے ایسے ناپسندیدہ معاملات ہوا کرتے ہیں جو نفس پر گراں گذرتے ہیں، مگر ان کا راستہ اسی طرح نظر آتا ہے جیسے اونٹ اپنی رسی سے آزاد ہو جاتا ہے۔

---

[۱] غایۃ النہایہ ۱/ ۲۹۲ [۲] ایضاً ۱/ ۲۸۹ و وفیات الاعیان ۲/ ۱۰۶۔
[۳] تہذیب التہذیب ۱۲/ ۱۷۹۔
[۴] غایۃ النہایہ ۱/ ۲۸۹ و وفیات الاعیان ۲/ ۱۰۶۔

میرے والد نے اس سے دریافت کیا کہ معاملہ کیا ہے اس نے بتایا کہ حجاج کا انتقال ہوگیا یہ سن کر ہمیں محسوس ہوا کہ ہم غموں سے نجات پا گئے[1] چنانچہ بصرہ واپس لوٹ آئے ۔

امراء کے دربار میں رسوخ

اپنے علم و فضل اور زہد و تقویٰ کی وجہ سے انھیں بڑی شہرت و مقبولیت نصیب ہوئی اور عوام کے علاوہ ارباب حکومت میں بھی وہ باریاب ہو گئے تھے، خلیفہ السفاح کے چچا سلیمان سے اور خلیفہ مہدی کے چچا یزیدی سے نیز شام کے حاکم عبدالوہاب سے انکے اچھے مراسم و تعلقات تھے، عبدالوہاب سے ملاقات کر کے آئے تھے کہ انکا انتقال ہوا۔

فن قرأت میں علوئے مرتبت

امام ابو عمرو کا درجہ فن قرأت میں بہت بلند ہے، انھوں نے تابعین کی ایک جماعت سے علوم و فنون کی تحصیل و تکمیل کی تھی، علم قرأت کے حصول میں خاص طور پر بڑی سعی کی اور قرأت قرآن میں ایک طرز خاص کے موجد و امام ہوئے، خود ان کا بیان ہے کہ میں نے قرآن پاک کا ایک حرف بھی بغیر نقل و اثر کے اپنی رائے سے نہیں پڑھا[2] امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ ابو عمرو کی قرأت میری پسندیدہ ہے[3] وہ انکی قرأت کو قریش اور فصحا کی قرأت کہتے ہیں[4] امام اصمعیؒ کا بیان ہے کہ ابو عمرو اپنے شیخ سلطان الاولیا حسن بصریؒ کی زندگی ہی میں سیادت کے مرتبہ پر پہونچ گئے تھے، اور اپنے عہد میں سب پر فائق و برتر تھے[5] اہل مدینہ اسے قاری ہی تسلیم نہ کرتے تھے، جس نے ابو عمرو سے اخذ قرأت نہ کیا ہو، خود امام ابو عمرو کا بیان ہے کہ مجھے اس علم سے کمسنی ہی سے دلچسپی ہے اور اب میری عمر ۸۴ سال ہے[6]

---

[1] غایۃ النہایہ ۱/ ۲۹۱ و وفیات الاعیان ۲/ ۱۰۶ [2] شرح شاطبی ص ۱۲
[3] ایضاً [4] ابراز المعانی ص ۵ [5] معرفۃ القراء ۱/ ۱۰۱ و وفیات الاعیان ۲/ ۱۰۵
[6] غایۃ النہایہ ۱/ ۲۹۱ و معرفۃ القراء ۱/ ۱۰۲ و بغیۃ الوعاۃ ۲/ ۲۶۷

سفیان بن عینیہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اس وقت بہت سی قرائتیں رائج ہیں، میں کس کی قرأت پڑھوں، آپؐ نے فرمایا ابو عمرو بن العلاء کی قرأت اختیار کرو[1]

شجاع بن ابو نصر کا بیان ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی تو آپؐ کی خدمت میں ابو عمرو بن العلاء کی قرأت سے متعلق کئی چیزوں کو پیش کیا آپؐ نے سوائے دو حرفوں کے کسی کو رد نہیں فرمایا، پہلی آیت وارنا مناسکنا (۲-۱۲۸) اور دوسری آیت ما ننسخ من آیۃ او ننسہا (۲-۱۰۶) ہے[2]

نصر کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے دریافت کیا کہ آپ کا عمل کس قرأت پر ہے، تو انھوں نے فرمایا کہ ابو عمرو بن العلاء کی قرأت پر[3]

شعبہؒ کا بیان ہے کہ ابو عمرو بن العلاء کی قرأت کو مضبوطی سے پکڑو کیونکہ یہ لوگوں کیلئے سند کا درجہ رکھتی ہے[4] وہ یہ بھی فرماتے تھے کہ وہ جو پڑھتے ہیں اس پر توجہ دو کیونکہ یہ لوگوں کے لیے سند بننے والی ہے[5] علامہ ابن الجزری نے شعبہؒ کے اقوال پر تبصرہ کیا ہے جسکا خلاصہ یہ ہے۔

"شعبہ کی یہ بات درست ثابت ہوئی کہ شام، حجاز، یمن اور مصر میں لوگوں کے درمیان امام ابو عمرو ہی کی قرأت رائج ہے، ان ممالک میں ایک بھی شخص نہ ملے گا جو انکی قرأت کے علاوہ کسی اور قرأت کی تعلیم دیتا ہو خاص طور سے "فرش" میں ہاں اصول کے اندر لوگ غلطی کرتے ہیں اور شام کے لوگ امام ابن عامر شامیؒ کی قرأت کے مطابق پڑھتے تھے مگر ایک شخص نے جامع الاموی میں

---

[1] غایۃ النہایہ ۱/ ۲۹۱ و معرفۃ القراء ۱/ ۱۰۲

[2] ایضاً۔ [3] ایضاً [4] ایضاً

[5] ایضاً ۱/ ۲۹۲۔

میں بیٹھ کر لوگوں کو امام ابو عمرو کی قرأت کی تعلیم دینا شروع کیا اور یہ سلسلہ کئی برسوں تک جاری رہا یہانتک کہ ابو عمرو کی قرأت لوگوں میں مشہور ہو گئی [۱]

علامہ دانی" فرماتے ہیں:۔

والیہ انتھت الامامۃ فی القراۃ بالبصرۃ [۲]	بصرہ میں امام ابو عمرو پر امامت قرأت ختم ہوگئی

یزید کا بیان ہے کہ

کان ابو عمرو قد عرف القراآت نقرأ من کل قراۃ باحسنھا وبما یختار العرب وبما بلغۃ من لغۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وجاء تصدیقۃ فی کتاب اللہ عزوجل [۳]	ابو عمرو عارف قرأت، تمام قرأتوں کے ماہر اور ہر اس قرأت کو احسن طریقے سے پڑھتے تھے جسکو اہل عرب اختیار کرتے ہیں اور اس لغت کو پڑھا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لغت ہے اور جسکی تصدیق کتاب اللہ نے کی ہے

خود ابو عمرو بن العلاء کا بیان ہے کہ سعید بن جبیر نے میری قرأت سنکر فرمایا کہ تم اسی قرأت پر مضبوطی سے عمل کرو [۴] ابو بکر بن مجاہد فرماتے ہیں کہ

وکان فی عصرہ بالبصرۃ جماعۃ من العلم بالقراۃ لم یبلغو مبلغۃ والی قراتہ صار اھل البصرۃ او اکثرھم [۵]	انکے زمانہ میں بصرہ میں قرأت کے عالموں کی پوری جماعت تھی لیکن ان میں سے کوئی انکا ہمسر نہ تھا، اہل بصرہ یا انکی اکثریت ابو عمرو کی قرأت پر عمل کرتی تھی ۔

حدیث امام ابو عمرو کا شمار محدثین میں بھی ہوتا ہے، انھوں نے اپنے زمانہ کے دستور کے مطابق اپنے والد اور انس بن مالک، عطاء بن ابی رباح، ابو صالح السمان، ایاس، حسن بصریؒ، ابن سیرین، نافع مولیٰ ابن عمر،

---

۱ ایضاً ۲ معرفۃ القراء ۱/۱۰۱

۳ ایضاً ۱/۱۰۲ ۴ ایضاً ۔ ۵ تہذیب التہذیب ۱۲/۱۸۰

بدیل بن میسرہ، فرقد سبخی، مجاہد اور ابو رجاء العطاردی وغیرہ سے احادیث روایت کیں ہیں[1] اور خود ان سے روایت کرنے والوں میں انکے بھائی معاذ بن العلاء، شعبہ، حماد بن زید، شریک نخعی، معمر ابن راشد، وکیع، ہارون بن موسیٰ نحوی، اصمعی، عبید بن عقیل، شبابہ، ابو اسامہ اور ابو زید سعید بن اوس وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں[2] لیکن علامہ ذہبیؒ کا قول ہے کہ کتب حدیث میں ان کے واسطے سے کوئی حدیث منقول نہیں ہے[3] اور اس کی وجہ ان ہی کے الفاظ میں یہ ہے کہ وہ حدیث میں قلیل الروایۃ تھے[4]

ثقاہت و عدالت

ابو عمرو ثقہ صادق اور ضابط تھے،[5] علامہ ابن حجر عسقلانی نے ان کا شمار تابعین کے پانچویں طبقہ میں کرتے ہوئے ثقۃ من علماء العربیۃ لکھا ہے[6]، جرح و تعدیل کے امام ابن معین کا بیان ہے کہ ابو عمرو ثقہ تھے[7] ابو حاتم نے لاباس بہ کہا ہے[8] علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں۔

وھو صدوق حجۃ فی القراءۃ[9] — امام ابو عمرو صدوق اور فن قرأت میں حجت تھے۔

ملا علی قاری کا بیان ہے کہ ابو عمرو ثقہ عادل وزاہد اور صدوق تھے[10] ابن حبان نے ان کا ذکر کتاب الثقات میں کیا ہے[11] ابو عبید قاسم بن سلام فرماتے ہیں۔

وکان صدوقا ماموناً[12] — اور عمرو سچے اور قابل اطمینان تھے۔

گو انکی ثقاہت میں کلام نہیں کیا گیا ہے تاہم وہ کبار حفاظ کے ہم پایہ نہ تھے اسی لئے ابو خیثمہ نے کہا ہے۔

کان ابو عمرو بن العلاء رجلا لا بأس بہ ولکنہ لم یحفظ[13] — ابو عمرو ایسے شخص تھے جن میں کوئی حرج نہیں تھا مگر وہ درجہ حفظ میں نہیں تھے۔

---

[1] ایضاً ۱/ ۷۹، وغایۃ النہایہ ۱/ ۲۸۹ و معرفۃ القراء ۱/ ۱۰۱ والعبر فی خبر من غبر ۱/ ۲۲۳۔
[2] وفیات الاعیان ۲/ ۱۰۵ [3] معرفۃ القراء ۱/ ۱۰۴ [4] روضات الجنات ۲/ ۲۹۹ وبغیۃ الوعاۃ ۲/ ۲۶۶
[5] غایۃ النہایہ ۱/ ۲۹۰ [6] تقریب التہذیب ص ۲۶۲ [7] معرفۃ القراء ۱/ ۱۰۴ وبغیۃ الوعاۃ ۲/ ۱۴
[8] معرفۃ القراء ۱/ ۱۰۴ [9] روضات الجنات ۲/ ۲۹۹ وبغیۃ الوعاۃ ۲/ ۲۶۷۔ [10] شرح شاطبی ص ۱۳۔
[11] تہذیب التہذیب ۱۲/ ۱۸۰ [12] ایضاً [13] ایضاً ۱۲/ ۱۷۹

نحو امام ابو عمرو فن نحو کے امام اور بصرہ کے دبستان نحو کے گل سرسبد تھے نحو کی تعلیم نصر بن عاصم سے حاصل کی اور نحو دان سے یونس بن حبیب نحوی خلیل بن احمد نحوی اور ابو محمد علی بن مبارک زیدی نے فن نحو کی تحصیل کی[۱] ان کا شمار نحو کے چوتھے طبقہ میں ہوتا ہے[۲] خلیل بن احمد بصرہ کے سب سے ممتاز و مشہور عالم مانے جاتے ہیں لیکن ابو عمرو کو ان پر بھی فوقیت و برتری حاصل تھی، علاوہ ازیں وہ ان کے شاگرد بھی تھے[۳]

نحو میں اپنے بلند مرتبہ کی وجہ سے نحوی کی نسبت سے معروف ہوئے،[۴] ابن جنی فرماتے ہیں۔

کان ممن نظروا فی النحو و التصریف وتدبروا وقاسوا[۵]	وہ ان لوگوں میں سے تھے جو نحو و صرف میں اہل نظر ماہر اور صاحب قیاس ہیں۔

لغت و عربیت ابو عمرو بن العلاء لغت و عربیت میں بھی یگانۂ روزگار تھے تذکرہ نگاروں نے انھیں لغت و عربیت کا امام لکھا ہے، ابن مجاہد فرماتے ہیں۔

وکان مع علمہ باللغۃ وفقھہ بالعربیۃ متمسکا بالآثار۔[۶]	لغت و عربیت کے علم و معرفت کے ساتھ وہ آثار پر عمل پیرا تھے۔

ابن الاثیر کا بیان ہے کہ

امام فی القراۃ والنحو واللغۃ[۷]	وہ فن قرأت، نحو اور لغت کے امام تھے

شعر و ادب امام ابو عمرو کو شعر و ادب سے بھی دلچسپی تھی دور جاہلیت کے شعراء کے بہت سے اشعار انکو یاد تھے اور وہ انھیں برمحل اور برموقع

---

[۱] نزہتہ الالباء ص ۳۰۔ [۲] مرأۃ الجنان ۱/۳۲۵۔ [۳] تذکرۃ النحاۃ ص ۳
[۴] اللباب فی تہذیب الانساب ۲/۲۱۷۔ [۵] المدارس النحویہ ص ۲۷
[۶] تہذیب التہذیب ۱۲/۱۷۹ [۷] اللباب ۳/۲۱۷

استعمال بھی کرتے تھے، اشعار ان لوگوں کے حوالے سے نقل کرتے جن لوگوں نے دور جاہلیت کے شعراء کو دیکھا تھا[1] امام اصمعی کا بیان ہے کہ میں ابو عمرو کے پاس دس[1] سال تک رہا مگر میں نے انکی زبان سے کبھی دور اسلام کے کسی شاعر کا شعر نہیں سنا ہے[2] میں نے ابو عمرو سے ہزار مسئلے دریافت کئے ابو عمرو نے ہر مسئلہ کا مدلل جواب دیا جسکے ثبوت میں شعرائے جاہلیت کا کلام بھی پیش کیا ہے[3] ابو عبیدہ فرماتے ہیں کہ ابو عمرو بن العلاء خلیفہ السفاح کے چچا سلیمان علی کے پاس گئے تو اسنے کسی چیز کے بارے میں سوال کیا انھوں نے اسکا جواب دیا وہ اسے پسند نہیں آیا، ابو عمرو کو اسکا احساس ہوگیا پھر انھوں نے یہ شعر پڑھا۔

انفت من الذل عند الملوک وان اکرمونی وان قربوا

میں نے بادشاہوں کے پاس ذلت ہی محسوس کی اگرچہ وہ میری عزت کریں اور مجھے قربت بخشیں۔

اذا ما صدقتهم خفتهم ویرضون منی بان یکذبوا[4]

جب میں انکی تصدیق کرتا ہوں تب بھی ان سے ڈرتا ہوں جبکہ وہ مجھ سے اس پر راضی ہوتے ہیں کہ انکی تکذیب کی جائے۔

اصمعیؒ کا بیان ہے کہ وہ رمضان المبارک میں کبھی شعر نہیں پڑھتے تھے[5]

جامعیت

انکی جامعیت کا اندازہ مندرجہ ذیل اقوال سے ہوگا، صاحب تذکرہ النحاۃ لکھتے ہیں۔

در علم قرآن وعربیت واشعار عرب یگانہ روزگار بود[6]	علم قرآن وعربیت اور اشعار عرب میں یگانہ روزگار تھے

علامہ سیوطی اور باقر موسوی لکھتے ہیں۔

کان امام اهل البصرة فی القرأة والنحو واللغة[7]	ابو عمرو قرأت، نحو اور لغت میں اہل بصرہ کے امام تھے

۱؎ الاعلام ۳/۴۱ ۲؎ وفیات الاعیان ۲/۱۰۶ ۳؎ مرآۃ الجنان ۱/۳۲۵

۴؎ وفیات الاعیان ۲/۱۰۷ ۵؎ ایضاً ۲/۱۰۶ ۶؎ تذکرۃ النحاۃ ص ۳

۷؎ بغیۃ الوعاۃ ۲/۲۶۷ و روضات الجنات ۲/۳۹۹

ابو عبیدہ کا بیان ہے کہ

کان ابو عمرو اعلم الناس بالقرآن والعربیۃ وایام العرب والشعر وایام الناس[1]

ابو عمرو فن قرأت، عربیت ایام عرب، شعر اور ایام الناس کے اعلم الناس تھے۔

ابو بکر ابن مجاہد کا قول ہے

کان ابو عمرو مقدما فی عصرہ عالما بالقرأۃ ووجوھا قدوۃ فی العلم واللغۃ امام الناس فی العربیۃ[2]

ابو عمرو اپنے زمانہ میں فائق ومقدم تھے جو فن قرأت اور اسکے مختلف وجوہ سے واقف اور علم ولغت میں ایک مثالی نمونہ اور عربیت میں لوگوں کے امام تھے

ابو معاویہ الازہری فرماتے ہیں۔

کان من اعلم الناس بوجوہ القراأت والفاظ العرب ونوادر کلامھم وفصیح اشعارھم[3]

قرأت کے وجوہ، عرب کے الفاظ ان کے نوادر کلام اور فصیح اشعار کے سب سے بڑے عالم تھے۔

جاحظ کا قول ہے کہ

کان اعلم الناس بالغریب والعربیۃ وبالقرآن والشعر وبایام العرب وایام الناس[4]

غریب الفاظ، عربیت، قرآن، شعر، ایام عرب اور ایام الناس کے سب سے بڑے عالم تھے۔

کرامات

ابو عمرو کے بعض خوارق وکرامات بھی بیان کئے گئے ہیں، عبدالوارث کا بیان ہے کہ ایک سال میں انکے ساتھ حج کیلئے روانہ ہوا، ایک دن راستے میں ایک چٹیل میدان میں ہمیں بٹھایا اور خود کہیں چلے گئے بتاکید

---

[1] معرفۃ القراء ۱/۱۰۳۔ [2] تہذیب التہذیب ۱۲/۱۷۹۔
[3] ایضاً ۱۲/۱۸۰۔ [4] المدارس النحویہ ص ۲۷۔

بھی کر گئے تھے کہ میری واپسی تک یہاں سے کہیں نہ جانا لیکن جب بہت دیر ہو گئی تو میں انکی تلاش میں نکلا، اچانک میری نظران پر پڑی دیکھا کہ وہ اس بے آب و گیاہ سرزمین میں ایک چشمہ پر وضو کر رہے ہیں، یہ راز فاش ہو جانے پر انھوں نے مجھ کو تلقین فرمائی کہ اسے کسی سے بیان نہ کرنا میں نے اسکا عہد کیا اور خدا کی قسم انکی زندگی بھر اسکا کسی سے ذکر نہیں کیا[۱]۔

تصانیف

انکی پوری زندگی تعلیم و تدریس میں بسر ہوئی مگر انھیں تحریر و تصنیف سے بھی شغف تھا ابن الندیم نے انکی دو کتابوں کتاب النوادر[۲] اور کتاب القراٰت کا ذکر کیا ہے[۳]، انکی نظر سے انکے بعض مخطوطات بھی گذرے تھے[۴] انکا بیان ہے کہ کتاب النوادر کا ایک نسخہ جو ابو عمرو نے چھوڑا تھا بعینہ باقی ہے[۵] متعدد اہل فن نے ان کے فن پر بھی کتابیں لکھی ہیں مثلاً احمد بن یزید الحلوانی کی کتاب قراۃ ابی عمرو اور ابو ذہل کی تصنیف کتاب قراۃ ابی عمرو بن العلاء وغیرہ[۶]

اقوال زریں

ابو عمرو بن العلاء سے بعض زریں اقوال منقول ہیں، مثلاً امام اصمعی کا بیان ہے کہ میں نے ابو عمرو کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ اہل خیر سے خیر لے لو اور اہل شر کیلئے شر چھوڑ دو[۷] ابن مناذر کہتے ہیں کہ میں نے ان سے دریافت کیا کہ حصول علم کی مدت کیا ہے، فرمایا زندگی بھر[۸]، نیز فرماتے ہیں۔

اول العلم الصمت ثم حسن	خاموشی اولین علم ہے، پھر عمدہ سوال کرنا
السوال ثم حسن اللفظ ثم نشرہ	پھر الفاظ کا حسن پھر لائق و اہل لوگوں میں
عند اھلہ وقال احتمال الحاجۃ	اسکی اشاعت ہے اور فرمایا کہ ضرورت مند

---

[۱] غایۃ النہایہ ۱/ ۲۹۱ [۲] الفہرست ص ۱۴۱ بحوالہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۱/ ۸۷۰
[۳] الفہرست ص ۵۳ ۔ [۴] ایضاً ص ۱۴۱ بحوالہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۱/ ۸۷۰
[۵] ایضا [۶] الفہرست ص ۴۲
[۷] معرفۃ القراء ۱/ ۱۰۲ [۸] وفیات الاعیان ۲/ ۱۰۶

خیر من طلبھا من غیر اھلھا	رہ جانا اس سے بہتر ہے کہ نا اہل لوگوں سے
قال وما تساب اثنان الاغلب	حاجت روائی کی درخواست کی جائے
الامھما وقال اذا تمکن الاخاء	دو گالی گلوچ کرنیوالوں میں جو زیادہ کمینہ
قبح الثناء وما ضاق مجلس بمتحابین	ہوتا ہے وہی غالب آتا ہے، دوستی جب
وما اتسعت الدنیا لمتباغضین[۱]	پختہ ہوتی ہے تو رسمی، تعریف بری لگتی ہے
	دو آپس میں محبت کرنے والوں کیلئے کوئی مجلس
	تنگ نہیں ہوتی، لیکن نفرت کرنیوالوں کیلئے
	دنیا بھی تنگ ہو جاتی ہے۔

انتقال امام ابو عمرو بصری نے ۱۵۴ھ میں عباسی خلیفہ منصور کے زمانہ میں ۸۶ برس کی عمر میں کوفہ میں انتقال کیا[۲] بعض لوگوں کا بیان ہے کہ ان کا انتقال شام کے راستے میں ہوا[۳] ابن خلکان اور دوسرے تذکرہ نگاروں کے مطابق یہ گورنر شام عبدالوہاب بن ابراہیم سے ملاقات کر کے آئے تھے کہ کوفہ میں انتقال ہوا[۴] کوفہ میں انکی قبر پر یہ لکھا ہوا تھا کہ یہ ابو عمرو بن العلا کی قبر ہے[۵]۔

گو وفات کے متعلق متعدد اقوال ملتے ہیں مگر اکثر لوگوں کے نزدیک ان کی وفات ۱۵۴ھ میں ہوئی ہے[۶] علامہ دانی نے بھی اسی کو درست قرار دیا ہے[۷]، انکی وفات پر عبداللہ ابن مقفع نے مرثیہ لکھا تھا جس کے چند اشعار یہ ہیں ؎

۱؎ شذرات الذہب ۱/ ۲۳۸

۲؎ معرفۃ القراء ۱/ ۱۰۵ و غایۃ النہایہ ۱/ ۲۹۲ و نزہتہ الالبا ص ۳۸۔

۳؎ المعارف ص ۵۴۰ و تہذیب التہذیب ۱۲/ ۱۸۰ و الاعلام ۳/ ۴۱ و وفیات الاعیان ۲/ ۱۰۷

۴؎ ایضاً ۲/ ۱۰۶ و شذرات الذہب ۱/ ۲۳۸۔

۵؎ معرفۃ القراء ۱/ ۱۰۵۔

۶؎ غایۃ النہایہ ۱/ ۲۹۲۔ ۷؎ التیسیر ص ۵

رزئنا ابا عمرو ولا حی مثلہ — فللہ ریب الحادثات بمن وقع
فان تک قد فارقتنا وترکتنا — ذوی خلۃ ما فی انسد ادلہا طمع
فقد جر نفعا فقدنا لک اننا — امنا علی کل الرزایا من الجزع[1]

یہ اشعار دوسروں سے بھی منسوب کئے گئے ہیں مگر صحیح قول کے مطابق یہ ابن مقفع ہی کے اشعار ہیں۔

---

[1] وفیات الاعیان ۲/۱۰۷۔

امام حفص بن عمر دوری ؒ

نام ونسب

حفص نام ، ابو عمر کنیت ، دوری نسبت اور نسب نامہ یہ ہے :-

ابو عمر حفص بن عمر بن عبد العزیز بن صہبان بن عدی بن صہبان ازدی دوری[1] انکے شجرہ نسب میں قدرے اختلاف ہے یاقوت حموی نے صہبان بن عدی کے بجائے صہبان بن عیسیٰ لکھا ہے[2]

ولادت و وطن اور نسبت

ابو عمر دوری ۱۵۰ھ / ۷۶۷ء میں دور میں پیدا ہوئے[3]، دور مشرقی بغداد کا ایک محلہ ہے یہی انکا وطن اور جائے پیدائش ہے اور اسی کی طرف منسوب ہوکر وہ دوری کہلائے[4] ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ یہ سامرا میں رہتے تھے[5] ممکن ہے سامرا میں رہے ہوں مگر دور کی نسبت اسقدر مشہور ہے کہ اس میں کلام کی گنجائش نہیں

حصول علم اور شیوخ

امام ابو عمر دوری نے حصول علم میں بڑی سعی وکوشش کی اور کثیر التعداد اصحاب علم وفضل سے اکتساب فیض کیا ، یاقوت رومی لکھتے ہیں :-

---

[1] غایۃ النہایہ ۱ / ۲۵۵ معرفۃ القراء الکبار ۱ / ۱۹۱ [2] یاقوت رومی ، معجم الادباء ۴ / ۱۱۸ مطبوعہ ہندیہ بالموسکی مصر ۱۳۲۶ھ [3] غایۃ النہایہ ۱ / ۲۵۵ وشرح شاطبی ص ۱۳ وصلاح الدین صفدی ، نکت الہمیان فی نکت العمیان ص ۱۴۶ [4] معجم الادباء ۴ / ۱۱۸ وعلامہ ابن الاثیر اللباب فی تہذیب الانساب ۱ / ۴۲۸ مکتبہ القدسی قاہرہ ۱۳۵۷ھ

[5] ابن حجر عسقلانی ، تہذیب التہذیب ۲ / ۴۰۸ دائرۃ المعارف حیدرآباد -

رحل فی طلب القرأت وقراۃ بالحروف السبعۃ وبالشواذ وسمع من ذالک شیئاً کثیرا[1]

قرأتوں کے حصول کیلئے انھوں نے سفر کئے اور قرأت سبعہ اور شاذ قرأتوں کا علم حاصل کیا اور اس سلسلہ میں کافی معلومات حاصل کیں۔

ابن نفاح کا بیان ہے کہ میں نے دوری کو فرماتے ہوتے سنا کہ میں نے امام نافع مدنی کی زندگی کو پایا مگر ان کی قرأت اسماعیل بن جعفر سے حاصل کی اور اگر میرے پاس دس درہم ہوتے تو میں سفر کر کے انکے پاس ضرور پہونچتا[2] انکے چند شیوخ کے اسمائے گرامی یہ ہیں :۔

اسماعیل بن جعفر مدنی، یعقوب بن جعفر انصاری، علی بن حمزہ کسائی، مسلم بن عیسٰی، یحیٰی بن المبارک یزیدی، شجاع بن ابونصر خراسانی، سلیم بن عیسٰی، ابن عینیہ، ابوبکر البکراری، امام وکیع، ابی عمارہ حمزہ بن قاسم الاحول اور کچھ حروف کی سماعت ابوبکر بن عیاش سے بھی کی[3]

امام دوری کا یہاں تذکرہ اس لیئے کیا گیا ہے کہ یہ ابو عمرو زبان بن العلاء بصری کی قرأت کے پہلے راوی ہیں حالانکہ انھوں نے امام ابوالحسن علی کسائیؒ کی قرأت کی خاص طور سے تحصیل کی اور مدۃ العمر انھیں کی قرأت کی ترویج واشاعت میں مصروف رہے اور ان کی قرأت کے راوی کہلائے ۔

سلسلہ قرأت

امام دوریؒ نے تعلیم قرأت یحیٰی یزیدی سے حاصل کی اور انھوں نے امام ابو عمرو بن العلاء بصریؒ سے فن قرأت کے نکات سیکھے اسطرح امام دوری اور امام بصری کے درمیان صرف ایک

---

[1] معجم الادباء ۴ / ۱۱۸

[2] معرفتہ القراء ۱ / ۱۹۱ [3] ایضاً و غایتہ النہایہ ۱ / ۵۵ و نکت الھمیان فی نکت العمیان ص ۱۴۶ و تہذیب التہذیب ۲ / ۴۰۸

واسطہ ہوا اور اگر امام ابوعمرو بصری کے سلسلہ قرأت کو ملا دیا جائے تو امام دوری کا سلسلہ قرأت پانچ واسطوں سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچتا ہے۔

تلامذہ امام دوریؒ کثیر التلامذہ ہیں انکے پاس اہل علم دور دراز سے علم قرأت کی تحصیل کیلئے آتے تھے، صلاح الدین صفدی لکھتے ہیں:۔

وتقصد من الآفاق وازدحم علیہ الحذاق لعلو سندہ وسعة علمہ۔[1]	انکے علوئے سند اور وسعت علم کی وجہ سے ماہرین فن بکثرت اور دور، دور سے انکے پاس آتے۔

انکے تلامذہ کے نام یہ ہیں:۔

احمد بن حرب شیخ مطوعی، احمد بن فرج، احمد بن فرح، احمد بن محمد بن حماد بن ماہان، احمد بن یزید الحلوانی، احمد بن مسعود السراج، اسحاق بن ابراہیم عسکری، اسمٰعیل بن احمد، اسمٰعیل بن یونس بن یٰسین، بکر بن احمد السراویلی، جعفر بن عبداللہ بن الصباح جعفر بن محمد بن اسد، جعفر بن محمد بن عبداللہ الفارض، جعفر بن محمد بن ہیثم، حسن بن علی بن بشار بن علاف، حسین بن حسین صواف، حسن بن عبدالوہاب، حسن بن حداد، خضر بن ہیثم طوسی، سعید بن عبدالرحیم، ابو عثمان ضریر، صالح بن یعقوب، عباس بن محمد، عبدالرحمٰن بن عبدوس، عبداللہ بن احمد فسطاطی، عبداللہ بن احمد بلخی، عبداللہ بن احمد بن حبیب نحوی، عبداللہ بن بکار، عثمان بن خرزاذ، علی بن سلیم دوری، علی بن محمد بن فارس ن عبیدل، علی بن حسین فارسی، عمر بن احمد بن نصر کاغذی، عمر بن محمد بن برزہ اصبہانی، قر بن محمد کاغذی، قاسم بن زکریا المطرز، قاسم بن عبدالوارث، قاسم بن محمد بن سنان، دری کے صاجزادے محمد بن حفص، محمد بن احمد برکی، محمد بن احمد بن ابو واصل، محمد بن حمدان النستری، محمد بن حمدون قطیعی، محمد بن فرج غسانی، محمد بن محمد بن نفاح، ابوالحسن باہلی، محمد بن ہارون متقی، نوح بن منصور، ہارون بن علی مرزق، محمد بن عبید رازی، ابو عبداللہ حداد، ابو بکر بن ابی الدنیا، محمد بن ابراہیم البرقی،

---

[1] ایضاً۔

ابو بکر بن العلاف شاعر وغیرہ[1]

فن قرأت

امام دوریؒ کا اصل سرمایہ امتیاز فن قرأت ہے اس میں انھیں کمال درجہ کا ملکہ حاصل تھا، علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ:۔

وکان اقرأ اھل زمانہ واعلاھم اسنادا[2]

اپنے عہد کے سب سے بڑے قاری اور بلند مرتبہ استاد تھے۔

ابن سعد کا بیان ہے کہ:۔

کان عالما بالقرآن وتفسیرہ[3]

وہ قرأت وتفسیر کے عالم تھے۔

مورخین اور تذکرہ نگاروں نے انکی فنی بصیرت کا اعتراف کیا ہے، چنانچہ علامہ ابن الجزری نے امام القرأت، شیخ الناس، اور علامہ ذہبیؒ نے شیخ القرار، شیخ المقرئین فی عصرہ اور قاری اسلام لکھا ہے، یاقوت رومی نے امام القرار، شیخ العراق فی زمانہ لکھا ہے اور صلاح الدین صفدی نے شیخ المقرئین بالعراق کے خطاب سے سرفراز کیا ہے[4]

احادیث

امام ابو عمر دوری کو قرآن کے ساتھ حدیث سے بھی گہرا لگاؤ تھا انھوں نے ابو اسماعیل المؤدب، ابو تمیلہ یحیٰی بن واضح، ابراھیم بن سلیمان حجاج بن الاعور، اسماعیل بن عیاش، سفیان بن عیینہ، ابو معاویہ ضریر، محمد بن مروان السدی، علی بن قدامہ، یحیٰی بن ابو کثیر، عفان بن مسلم، عثمان بن عبد الرحمٰن الوقاصی، اور یزید بن ہارون وغیرہ سے احادیث کا سماع کیا[5] اور انھیں سے روایت بھی کرتے ہیں، خود ان سے ابن ماجہ، ابو زرعہ رازی، حاجب بن اراکین اور محمد بن حامد وغیرہ نے احادیث روایت کی ہے[6]

---

[1] معرفتہ القرار ۱/۱۹۱-۱۹۲ و غایتہ النہایہ ۱/۲۵۵-۲۵۶ و خطیب بغدادی، تاریخ بغداد ۸/۲۰۳ مکتبہ الخانجی قاہرہ مصر ۱۳۵۹ھ [2] میزان الاعتدال ۱/۲۶۵ [3] تہذیب التہذیب ۲/۴۰۸ [4] غایتہ النہایہ ۱/۲۵۵ و معرفتہ القرار ۱/۱۹۱ و العبر فی خبر من غبر ۱/۴۴۶ و معجم الادبار ۴/۱۱۸ و نکت الہمیان فی نکت العمیان/۱۴۶ [5] ایضاً و معرفتہ القرار ۱/۱۹۱ و تاریخ بغداد ۸/۲۰۳ [6] ایضاً۔

ابو داؤد کا بیان ہے کہ میں نے احمد بن حنبلؒ کو امام دوریؒ کی روایتوں کو لکھتے ہوئے دیکھا ہے[۱] ابن حجر عسقلانی کا بیان ہے کہ انکی مرویات نقل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے[۲] مگر علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ :-

ثبت فی القرأة ولیس ھو فی الحدیث[۳] — وہ فن قرأت میں تو قابل اعتماد ہیں مگر حدیث میں نہیں ہیں۔

امام دارقطنی نے ضعیف کہا ہے[۴]

ضبط وثقاہت

امام ابو عمر دوری عادل ثقہ اور ضابط تھے انکی ثقاہت وعدالت پر ائمہ جرح وتعدیل کی آرا بہت اچھی ہیں، چنانچہ حاتم اور عقیلی نے ثقہ بتایا ہے[۵] علامہ ابن الجزری نے ثقہ، ثبت کبیر اور ضابط لکھا ہے[۶] ابو علی اہوازی کا بیان ہے کہ دوری اپنی مرویات میں ثقہ ہیں[۷]

صلاح الدین صفدی لکھتے ہیں کہ :-

وھو ثقہ فی جمیع مایرویہ[۸] — دوری اپنی تمام مرویات میں ثقہ ہیں۔

ابن حبان نے انکا ذکر کتاب الثقات میں کیا ہے[۹] علامہ ذہبیؒ اور ابن العماد حنبلی نے وکان صدوقاً۔ لکھا ہے[۱۰]

نحو

امام دوریؒ کو تذکرہ نگاروں نے مقری کے ساتھ نحوی بھی لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ علم نحو میں بھی ممتاز تھے۔

فتنہ خلق قرآن

امام دوریؒ کے آخری دور میں فتنہ خلق قرآن اپنے عروج پر تھا اور عقیدہ باطل کے حاملین زور وجبر سے اپنے عقیدہ

---

[۱] معرفۃ القراء ۱/ ۱۹۲ وغایۃ النہایہ ۱/ ۲۵۶۔ [۲] تہذیب التہذیب ۲/ ۴۰۸۔
[۳] میزان الاعتدال ۱/ ۲۶۵ [۴] ایضاً۔ [۵] معرفۃ القراء ۱/ ۱۹۲ وتہذیب التہذیب ۲/ ۴۰۸ [۶] غایۃ النہایہ / ۲۵۵۔ [۷] معرفۃ القراء ۱/ ۱۹۲۔ [۸] نکت الہمیان فی نکت العمیان ص ۱۴۶۔ [۹] تہذیب التہذیب ۲/ ۴۰۸۔
[۱۰] العبر فی خبر من غبر ۱/ ۴۲۶ وشذرات الذہب ۲/ ۱۱۱۔

کی علمائے حق سے تائید و حمایت چاہتے تھے، بصورت انکار ان علماء و قراء کو زبردست تکالیف و مصائب برداشت کرنے پڑے مگر وہ اپنے صحیح عقیدہ سے منحرف نہ ہوئے گو امام دوری ان مصائب و مشکلات کا شکار نہ ہوئے تاہم اس باطل عقیدہ کو باطل سمجھتے تھے، احمد بن فرح کا بیان ہے کہ میں نے امام دوری سے دریافت کیا کہ قرآن پاک سے متعلق آپ کی کیا رائے ہے تو انھوں نے فرمایا۔

کلام اللہ غیر مخلوق [۱] — اللہ تعالیٰ کا کلام ہے مخلوق نہیں ہے۔

دینداری

امام ابو عمر دوری بقول ابو علی اہوازی دیندار اور نیک تھے [۲]

تصانیف

امام ابو عمر دوری نے درس و تدریس کے علاوہ تصنیف و تالیف میں بھی حصہ لیا، ابن الندیم نے انکی کتاب القرآت [۳] اور یاقوت رومی نے کتاب اجزاء القرآن کا ذکر کیا ہے [۴]

فن قرأت میں انکی تصانیف کو اولیت کا فخر حاصل ہے، شیخ علی بن محمد کا قول ہے کہ امام دوری نے سب سے پہلے قرآت جمع کیں، ملا علی قاری تحریر فرماتے ہیں۔

جمع السبعة وصنف فيها كتابا وكتب الحديث وسمع كثيرا [۵]

انھوں نے قرأت سبعہ پر مشتمل ایک کتاب تصنیف کی اور احادیث کی تدوین میں حصہ لیا اور بکثرت سماع کیا۔

صلاح الدین صفدی لکھتے ہیں۔

انه كان اول من جمع القرآت والفها [۶]

امام دوری کو فن قرأت کی جمع و تالیف میں شرف اولیت حاصل ہے۔

---

[۱] معرفۃ القراء ۱/۱۹۲ و غایۃ النہایہ ۱/۲۵۶ و تاریخ بغداد ۸/۲۰۳ [۲] معرفۃ القراء ۱/۱۹۲۔
[۳] الفہرست ص ۵۳۔ [۴] معجم الادباء ۴/۱۱۸۔
[۵] شرح شاطبی ص ۱۲۔ [۶] نکت الہمیان فی نکت العمیان ص ۱۴۶۔

علامہ شمس الدین ذہبیؒ اور علامہ ابن الجزریؒ نے بھی لکھا ہے کہ امام دوری کو قرأت جمع کرنے اور اسے تالیف کرنے کے سلسلے میں اولیت کا فخر حاصل ہے[1]

وفات

امام دوریؒ نے طویل عمر پائی آخر عمر میں آنکھوں کی روشنی جاتی رہی تھی،[2] ۹۶/ سال کی عمر میں شوال ۲۴۶ھ/۸۶۰ء میں مکہ مکرمہ میں وفات پائی،[3] کسی تاریخ گو نے لفظ ماھر سے تاریخ وفات نکالی ہے۔

علامہ دانیؒ نے سنہ وفات ۲۵۰ھ/۸۶۴ء اور ابن حبان نے ۲۴۸ھ لکھا ہے،[4] مگر ذہبیؒ نے ابن حبان کے قول کو غلط قرار دیا ہے[5]

اولاد

امام دوری کے ایک صاحبزادے محمد بن حفص کا ذکر ملتا ہے انھوں نے اپنے والد ہی سے علم قرأت کی تحصیل وتکمیل کی[6]

---

[1] معرفۃ القراء ۱/ ۱۱۱ و غایۃ النہایہ ۱/ ۲۵۵۔ [2] نکت الہمیان فی نکت العمیان ص ۱۴۹
[3] ایضاً و غایۃ النہایہ ۱/ ۲۵۷ و معجم الادباء ۴/ ۱۱۸ و اللباب ۱/ ۴۲۸ و شرح شاطبیؒ ۱۳/
[4] التیسیر ص ۵ و تہذیب التہذیب ۲/ ۴۰۸۔ [5] معرفۃ القراء ۱/ ۱۹۲۔
[6] غایۃ النہایہ ۱/ ۱۵۵۔

امام صالح بن زیاد سوسیؒ

نام ونسب

صالح نام ، ابوشعیب کنیت اور شجرہ مندرجہ ذیل ہے ۔

ابوشعیب صالح بن زیاد بن عبداللہ بن اسماعیل بن ابراہیم بن جارود بن الرستمی[1] صاحب تاریخ بغداد نے انکا تذکرہ محمد بن شعیب سوسی کے نام سے کیا ہے اور انکی کنیت ابوشعیب کے بجائے ابوالمعصوم اور ان کے جد اعلی کا نام مسرح کے بجائے مقترح لکھا ہے[2]

ان کے جد اعلی مسرح الرستمی کے نام ونسبت میں بھی اختلاف ہے چنانچہ علامہ ذہبی اور علامہ ابن الجزریؒ نے نسبت الرستبی لکھا ہے جبکہ خطیب بغدادی نے مقترح الرشتکی اور علامہ دانی نے الرسیبتی لکھا ہے[3] مگر ہم نے معرفتہ القرار الکبار علی الطبقات والاعصار کے محققین بشار عواد معروف ، شعیب الارناؤط اور صالح مہدی عباس کی تحقیق کو صحیح مان کر الرستمی لکھا ہے[4]

خاندان اور ولادت ووطن

صالح بن زیاد کے خاندانی حالات مفقود ہیں ، ابن حجر عسقلانی نے صرف انکے ایک بھائی عبدالواحد کا نام لکھا ہے[5]

---

[1] معرفتہ القرار ۱/۱۹۳ وغایۃ النہایہ ۱/ ۳۳۲ ـ ۳۳۳ [2] ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی، تاریخ بغداد ۵/ ۳۶۰ ـ ۳۶۱ ، مکتبہ الخانجی مصر ۱۳۴۹ھ [3] ایضاً ومعرفتہ القرار ۱/ ۱۹۳ وغایۃ النہایہ ۱/ ۳۳۳ والتیسیر ص ۵ [4] حاشیہ معرفتہ القرار ۱/ ۱۹۳ ـ

[5] ابن حجر عسقلانی ، لسان المیزان ۳/ ۱۶۹ دائرۃ المعارف حیدرآباد ۱۳۳۰ھ ـ

صالح بن زیاد سوسی کی تاریخ پیدائش تذکرہ نگاروں نے نہیں لکھی ہے، علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ ۲۶۱ھ میں بعمر ۹۰ سال وفات پائی اس لحاظ سے اگر تاریخ ولادت کا تعین کیا جائے تو ۱۷۱ھ سنہ ولادت ہوگا۔

امام سوسیؒ اہواز کے قریب ایک شہر سوس میں پیدا ہوئے، وہ ارض ربیعہ کے شہر رقہ جو دریائے فرات کے کنارے واقع تھا رہتے تھے[۱] لیکن علامہ سمعانی نے لکھا ہے کہ جزیرہ میں رہتے تھے[۲]

ابوبکر خطیب بغدادی کی یہ تحریر کہ صالح بن زیاد سوسیؒ ۱۳۶ھ میں اپنے سفر حج کے دوران بغداد آئے[۳] ناقابل یقین ہے کیونکہ سوسیؒ کی ولادت ہی ۱۷۱ھ یا اس کے بعد ہوئی۔

نسبت صالح بن زیاد نسبت سوسی سے معروف ہیں انکی یہ نسبت جائے تولد سوس کی طرف ہے سوس خوزستان کا ایک شہر ہے اور خوزستان بلاد فارس میں سے ہے یہ اہواز کے علاقہ میں پڑتا ہے یہاں بہت سے علماء و محدثین پیدا ہوئے اور سوسی کہلائے ان میں صالح بن زیاد سوسی زیادہ مشہور ہیں، اسی شہر میں حضرت دانیال علیہ السلام کی قبر بھی ہے[۴]

انکی زندگی ہی میں انکی شہرت سوسی سے ہوگئی تھی مورخین اور تذکرہ نگاروں نے بھی اسی نسبت سے انکا تذکرہ کیا ہے۔

شیخ امام صالح بن زیاد سوسی نے ابومحمد یحیی بن المبارک یزیدی سے علم قرأت کے رموز و نکات کی تحصیل و تکمیل کی یزیدی امام ابوعمرو بن العلا کے شاگرد رشید تھے۔

---

۱ ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب ۴/ ۳۹۲ دائرۃ المعارف حیدرآباد ۱۳۲۵ھ۔
۲ علامہ سمعانی، الانساب ۷/ ۲۹۸۔
۳ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد ۹/ ۳۶۰
۴ اللباب فی تہذیب الانساب ۱/ ۵۷۷ والعبر فی خبر من غبر حاشیہ ۲/ ۲۲

سلسلہ قرأت

امام موسیٰؒ نے یحییٰ یزیدی سے تحصیل علم کیا اور انھوں نے امام ابوعمرو بصری سے اس فن کے رموز ونکات سیکھے تھے اس طرح امام موسیٰؒ کی قرأت ایک واسطہ سے امام بصریؒ تک پہونچتی ہے اور امام بصری کے سلسلہ قرأت کو لے کر موسیٰؒ کی قرأت پانچ واسطوں سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچتی ہے

فن قرأت

امام صالح بن زیاد سوسیؒ نے امام القراء ابوعمرو بن العلا بصریؒ کی قرأت کی تحصیل یحییٰ یزیدی سے کی اور اس کی ترویج واشاعت میں اس قدر حصہ لیا کہ امام بصریؒ کی قرأت کے راوی کہلائے ، اسی فنی مہارت وصلاحیت کی بنیاد پر اس فن کے امام قرار پائے تذکرہ نگاروں نے امام اور مقری اہل الرقہ لکھا ہے [۱]

تلامذہ

امام موسی کثیر التلامذہ ہیں ان سے بہت سے لوگوں نے اپنی علمی پیاس بجھائی جنکے نام معلوم ہوسکے وہ یہ ہیں ۔

ابوالمعصوم محمد ، ابوعمران موسی بن جریر نحوی ، ابوالحارث محمد بن احمد طرسوسی عرقی ، احمد بن محمد رافقی ، احمد بن حفص مصیصی ، محمد بن سعید الحرانی ، علی بن محمد سعدی ، احمد بن یحییٰ الشمشاطی ، علی بن احمد بن محمد الثغری ، محمد بن اسماعیل قرشی ، علی بن حسین رقی ، محمود بن محمد الادیب انطاکی ، موسیٰ بن جمہور ، ابوالحسن بن زرعہ ، اسماعیل بن یعقوب علی بن موسی بن یزیلغ ، احمد بن شعیب نسائی الحافظ ، جعفر بن سلیمان المشملائی ، ابوعثمان نحوی ، حسین بن علی خیاط [۲]

حدیث

امام موسیٰؒ کو قرأت کے ساتھ حدیث سے بھی اشتغال تھا انھوں نے عبیداللہ بن موسیٰ ، عبداللہ بن نمیر ، اسباط بن محمد ، سفیان بن عینیہ ، محمد بن عبید ، ابواسامہ ، یحییٰ بن صالح الوحاظی ، اور یحییٰ بن المبارک یزیدی ،

---

[۱] مرآۃ الجنان ۲/ ۲۰۷ ، شذرات الذہب ۲/ ۱۴۲ [۲] غایۃ النہایہ ۱/ ۳۳۲ ۔

سے احادیث کی روایت کی اور خود ان سے ابو عروبہ الحرانی، ابوبکر بن ابوعاصم، ابو علی محمد بن سعید رقی، مطین، ابوحاتم وغیرہ نے روایت کی ہے[۱]

ان سے روایت کرنے والوں میں نسائی کا بھی ذکر کیا گیا ہے مگر ابن حجر نے اسکی صحت وعدم صحت سے اپنی ناواقفیت کا اظہار کیا ہے[۲]

ثقاہت امام صالح بن زیاد سوسیؒ ثقہ وثبت تھے ابن الجزری اور نسائی نے ثقہ اور ابوحاتم نے صدوق قرار دیا ہے[۳] ابن حبان نے انکا ذکر کتاب الثقات میں کیا ہے[۴] لیکن کچھ لوگوں نے نقد وجرح بھی کیا ہے، چنانچہ امام دارقطنی نے غیر ثقہ[۵] اور مسلم بن قاسم الاندلسی نے ضعیف قرار دیا ہے[۶] مگر اندلسی کے اس بیان کو علامہ ابن حجر نے غیر مستند قرار دیا ہے[۷]

وفات امام سوسیؒ نے محرم ۲۶۱ھ میں موضع رقہ میں وفات پائی[۸]

اولاد سوسیؒ کے ایک صاحبزادے ابو المعصوم محمد کا نام ملتا ہے انھوں نے سوسی ہی سے علم وفضل کا اکتساب کیا تھا[۹]

---

[۱] اللباب ۱/ ۵۷۷ ومعرفۃ القراء ۱/ ۱۹۳ تہذیب التہذیب ۴/ ۳۹۲۔ [۲] تہذیب التہذیب ۴/ ۳۹۲۔
[۳] معرفۃ القراء ۱/ ۱۹۳ وتہذیب التہذیب ۴/ ۳۹۲ وغایۃ النہایہ ۱/ ۳۳۲ [۴] لسان المیزان ۳/ ۱۶۹
[۵] ایضاً۔ [۶] تہذیب التہذیب ۴/ ۳۹۲ [۷] ایضاً [۸] معرفۃ القراء ۱/ ۱۹۳ وغایۃ النہایہ ۱/ ۳۳۲ واللباب ۱/ ۵۷۷ وابرازالمعانی/ ۲۲ [۹] غایۃ النہایہ ۱/ ۳۳۲۔

امام عبداللہ بن عامر شامیؒ

نام ونسب اور کنیت عبداللہ نام ، ابوعمران کنیت اور سلسلہ نسب حسب ذیل ہے۔
ابوعمران عبداللہ ابن عامر بن یزید بن تمیم بن ربیعہ بن عامر بن عبداللہ بن عمران یحصبی[1]،
یحصبی ، یحصب بن دہمان بن عامر بن حمیر بن سباب بن یشجب بن یعرب بن
قحطان بن عابر یعنی حضرت ہود علیہ السلام کیطرف نسبت ہے[2]، ایک قول کے مطابق
یحصب بن مالک بن اصبح بن ابرہہ بن الصباح ہیں[3]، علامہ شمس الدین ذہبیؒ کا بیان ہے
کہ یحصب بن دہمان تک انکا نسب ثابت ہے[4] اور انھیں کیطرف نسبت کر کے یحصبی کہے
جاتے ہیں[5]۔ بعض لوگوں نے ان کے شجرہ نسب پر کلام کیا ہے اور اسی نسب ہی کو
لے کر عبداللہ ابن عامر کی زندگی میں ایک اہم واقعہ پیش آیا ۔

ایک مرتبہ رمضان کا مہینہ آیا تو لوگوں نے کہا کہ ہماری امامت کون کرے گا۔
لوگوں نے مہاجر بن ابو المہاجر کا نام لیا تو کہا گیا کہ وہ تو مولی ہیں اور ہم نہیں چاہتے کہ کوئی
مولی ہماری امامت کرے یہ بات سلیمان بن عبدالملک تک پہونچی وہ جب خلیفہ ہوا تو
اس نے مہاجر کو بلایا اور ان سے کہا کہ جب رمضان کی پہلی تاریخ ہو تو امام کے پیچھے کھڑے
ہو جاؤ اور جب ابن عامر آگے بڑھیں تو ان کے کپڑے پکڑ کر ان کو پیچھے کھینچ لو اور ان سے

---

[1] غایۃ النہایہ ۱/ ۴۲۳ - ۴۲۴ ۔ [2] ایضاً ۔
[3] ایضاً
[4] معرفۃ القراء ۱ / ۸۲ - ۸۴ ۔
[5] التیسیر ص ۵

کہو کہ جس کے نسب میں شبہ ہو وہ ہماری امامت نہیں کریگا چنانچہ مہاجر نے ایسا ہی کیا[1] مگر علامہ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ ثابت النسب ہیں[2]

ان کی کنیت میں بھی اختلاف ہے گیارہ کنیتیں ملتی ہیں جو یہ ہیں :۔

ابو عمران ، ابو عبداللہ ، ابو عامر ، ابو نعیم ، ابو عثمان ، ابو سعد ، ابو محمد ، ابو موسی ، ابو علیم ، ابو عبید ، اور ابو معبد[۳] ان میں اول الذکر ابو عمران ہی مشہور اور صحیح کنیت ہے[۴]

خاندان

ابن عامر شامی کا تعلق خاندان حمیر سے تھا جیسا کہ شجرہ نسب سے ظاہر ہے ، حمیر قحطان کی ایک شاخ تھی[۵] ہیثم بن عمران کا بیان ہے کہ خود ابن عامر کا بیان ہے کہ میں حمیر کی نسل سے ہوں[۶]

ولادت و وطن

امام ابن عامر شامی کے سنہ ولادت میں بھی کئی روائتیں ہیں ، یحیٰی بن حارث زماری کا بیان ہے کہ ابن عامر کی ولادت ۲۱ھ میں ہوئی[۷] لیکن خالد بن یزید فرماتے ہیں کہ :۔

"میں نے عبداللہ ابن عامر یحصبی کو کہتے ہوئے سنا کہ میری ولادت ۸ھ میں بلقا کے مقام رحاب میں ہوئی جب میں دو سال کا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی، یہ فتح دمشق کے پہلے کا واقعہ ہے جب میں دمشق گیا تو دمشق فتح ہو چکا تھا اسوقت میری عمر نو سال تھی[۸]

علامہ ذہبیؒ نے خالد بن یزید کا اسی طرح کا ایک اور بیان ان الفاظ میں نقل کیا ہے۔

---

[۱] معرفۃ القراء ۱/۸۵۔ [۲] ایضاً ۱/۸۲ و ۸۴۔
[۳] ایضاً و غایۃ النہایہ ۱/۴۴۴ تہذیب التہذیب ۵/۲۷۴ [۴] غایۃ النہایہ ۱/۴۲۴۔
[۵] معرفۃ القراء ۱/۸۲۔ [۶] ایضاً ۱/۸۴ [۷] غایۃ النہایہ ۱/۴۲۵۔
[۸] ایضاً ۔

سمعت عبد الله ابن عامر يقول قبض رسول الله صلى الله عليه وسلم ولي سنتان وانتقلت الى دمشق ولي تسع سنين [1]

میں نے عبد اللہ ابن عامر کو کہتے ہوئے سنا کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو میں دو سال کا تھا اور جب دمشق گیا تو میری عمر نو سال تھی ۔

خالد بن یزید کا یہ بیان درست نہیں معلوم ہوتا کیونکہ یحیٰی بن حارث ذماری کا بیان ہے کہ ابن عامر نے ۱۱۸ھ میں ۹۷/ سال کی عمر میں وفات پائی [2] اگر ۸ھ کو سنہ ولادت تسلیم کیا جائے تو ۱۱۸ھ میں ان کی وفات کے وقت انکی عمر ۹۷ سال نہیں ہوتی ۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ربیع الاول ۱۱ھ/۶۳۲ء میں ہوئی تھی [3]، اگر ابن عامر کی ولادت ۸ھ میں ہوئی ہوتی تو ان کی عمر اسوقت دو سال کے بجائے تین سال ہوتی ۔

اسے درست تسلیم نہ کرنے کی تیسری وجہ یہ ہے دمشق ۱۴ھ/۶۳۵ء میں فتح ہوا اور بقول ابن عامر جب میں دمشق گیا تو دمشق فتح ہو چکا تھا اور اسوقت میری عمر ۹/ سال تھی ، اگر فتح دمشق کے وقت ابن عامر کی عمر ۹/ سال تسلیم کر لیا جائے تو ابن عامر کی تاریخ پیدائش ۵ھ ہوتی ہے نہ کہ ۸ھ ۔

علامہ ابن الجزری نے ۸ھ کے قول کو صرف اس لیے درست قرار دیا ہے کہ یہ خود ابن عامر کا قول ہے [4] تاہم اس قول کی حقیقت اوپر گذر چکی ۔

ملا علی قاری کے اس بیان کی کہ ابن عامر کی ولادت ۲۱ھ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے دو سال قبل ہوئی [5] کی غلطی خود ہی ظاہر ہے ۔

---

۱ معرفۃ القراء ۱/ ۸۳ ۔ ۲ خلاصہ تہذیب الکمال ص ۲۰۲

۳ علامہ شبلی نعمانی ، سیرۃ النبیؐ ۲/ ۱۷۰ مطبع معارف اعظم گڈھ ۔

۴ غایۃ النہایہ ۱/ ۴۲۵

۵ شرح شاطبیؒ ص ۱۲ ۔

حافظ ابو شامہؒ نے بھی لکھا ہے کہ انکی ولادت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہوئی[1] مگر جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے یہ درست نہیں۔ صحیح یہ ہے کہ امام ابن عامر شامی کی ولادت ۲۱ھ میں ہوئی۔ یحییٰ بن حارث ذماری کا واضح بیان بھی یہی ہے کہ عامر کی ولادت ۲۱ھ میں ہوئی، ان کے قول کو تمام تذکرہ نگاروں نے نقل بھی کیا ہے[2]

ان کے جائے پیدائش میں بھی اختلاف ہے، علامہ ابن الجزری نے خالد بن یزید کا قول نقل کیا ہے کہ ابن عامر شامی بلقا کے مقام رحاب میں پیدا ہوئے[3] اور رحاب ہی کو خیر الدین زرکلی نے بھی ان کا مولد بتایا ہے[4]۔ مگر ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ ابن عامر شامی موضع جابیہ میں پیدا ہوئے[5]

بہر حال وہ رحاب یا جابیہ کو خیر آباد کہہ کر دمشق چلے گئے اور بقول علامہ شاطبیؒ ۔

واما دمشق الشام دار ابن عامر

فتلک بعبد اللہ طابت محللا

ترجمہ :۔ اور شام کا دمشق جو ابن عامر کا وطن ہے انکی وجہ سے زینت والا ہو گیا۔

علامہ دانی اور صاحب الاقناع کا بیان ہے کہ قرار سبعہ میں امام ابن عامر شامی اور ابو عمرو بصری ہی ایسے ہیں جو غلام نہیں اور جنہیں آزاد اور خالص عرب ہونے کا فخر حاصل ہے[6]

ابن عامر تابعی ہیں[7] اور انکا شمار دمشقی تابعین کے پہلے طبقے میں کیا جاتا ہے[8]

علامہ ابن مجاہدؒ نے گو انکا شمار ائمہ سبعہ میں چوتھے نمبر پر کیا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ اپنے علم و فضل، عہد و زمانہ اور جلیل القدر شیوخ کی بنیاد پر قرار سبعہ میں اپنے پیش روؤں سے کم نہیں۔

---

[1] ابراز المعانی ص ۱۳ ۔ [2] غایۃ النہایہ ۱/ ۴۲۵ و تہذیب التہذیب ۵/ ۲۷۴ و معرفۃ القراء ۱/ ۸۳ ۔ [3] غایۃ النہایہ ۱/ ۴۲۵ [4] الاعلام ۴/ ۹۵ ۔
[5] شرح شاطبیؒ ص ۱۳ ۔ [6] التیسر ص ۵ و حاشیہ الاستکمال ص ۱۰۵ ۔
[7] ایضاً ۔ [8] الفہرست ص ۴۳ ۔

حصول علم اور شیوخ

امام ابن عامر نے صحابہ کرام اور تابعین عظام کی ایک مقدس جماعت سے علوم وفنون خصوصاً قرآن وحدیث کی تحصیل وتکمیل کی، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ابن عامر کے شیوخ کے بارے میں معلومات دستیاب نہیں ہیں، لیکن بقول علامہ ابن الجزری یہ غلط ہے[۱]

ابن عامر نے فن قرأت کی تحصیل حضرت ابو دردا رعویمر بن عامر، ابو الہاشم بن مغیرہ بن ابوشہاب مخزومی اور حضرت فضالہ ابن عبید سے کی[۲]

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ابن عامر نے حضرت عثمان غنیؓ سے قرآن پڑھا[۳]، مگر یحییٰ بن حارث ذماری کہتے ہیں کہ ابن عامر نے حضرت عثمانؓ سے باقاعدہ پڑھا نہیں تھا، بلکہ ان کی قرأت کو نماز میں سنا تھا[۴] علامہ ابن الجزری نے بھی اسے ممکن قرار دیا ہے[۵]

علامہ ابن الجزری نے ابن عامر کے شیوخ اور حصول علم قرأت کے متعلق نو اقوال نقل کر کے ان پر تبصرہ بھی کیا ہے جو حسب ذیل ہیں

(۱ - ۲) حضرت ابو درداؓ سے پڑھا، یہ سب سے صحیح اور قرین قیاس ہے، علامہ ابو عمرو دانی نے اسکو ثابت کیا ہے[۶] حافظ ابو عبداللہ نے حضرت ابو درداؓ سے پڑھنے کو مشکل سمجھا ہے، حافظ ابو عبداللہ کی اس رائے پر علامہ ابن الجزری نے اپنا خیال ظاہر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ میری فہم میں اسکی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ انھوں نے اسکو کیوں مشکل سمجھا جبکہ دوسرے ائمہ نے اسکو درست قرار دیتے ہوئے اس پر اعتماد ظاہر کیا ہے۔

(۳) حضرت فضالہ ابن عبید سے پڑھا۔

---

۱ غایۃ النہایہ ۱/ ۴۲۵ ۲ معرفۃ القرار ۱/ ۸۳۔
۳ ایضاً و ابراز المعانی ص ۵ و غایۃ النہایہ ۱/ ۴۲۴۔
۴ معرفۃ القرار ۱/ ۸۴ ۔ ۵ غایۃ النہایہ ۱/ ۴۲۴
۶

(۴) حضرت عثمان غنیؓ سے پڑھا، ہو سکتا ہے کہ انھوں نے حضرت عثمان غنیؓ سے پڑھا ہو یہ بعید از قیاس نہیں ہے

(۵) حضرت عثمانؓ سے قرآن کا کچھ حصہ پڑھا، یہ ممکن ہے۔

(۶) حضرت واثلہ بن الاسقعؓ سے پڑھا۔ یہ بھی قرین قیاس ہے۔

(۷) حضرت عثمانؓ سے پورا قرآن پڑھا، یہ بعید از قیاس ہے اور ثابت بھی نہیں۔

(۸) حضرت معاویہؓ سے پڑھا، یہ غلط ہے۔

(۹) معاذ سے پڑھا، یہ بھی غلط ہے[1]

ہشام بن عمار نے یحییٰ بن حارث ذماری کا قول نقل کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ میں نے ابن عامر سے پڑھا اور انھوں نے مغیرہ بن شہاب سے اور مغیرہؓ نے خلیفہ سوم حضرت عثمان غنیؓ سے پڑھا ہشام بن عمار فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک یہ درست ہے[2]

سلسلہ قرأت

امام ابن عامر شامیؒ نے ابو الہاشم مغیرہ بن شہاب مخزومی سے علوم القرآن کی تحصیل کی اور انھوں نے حضرت عثمان غنیؓ سے فن قرأت کے رموز ونکات اور اسرار وغوامض کو سمجھا تھا اور حضرت عثمانؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے دل ودماغ کو روشن ومنور کیا تھا اسطرح ابن عامر کا شجرہ قرأت دو واسطوں سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچتا ہے۔

تلامذہ

ابن عامر سے جن لوگوں نے علم قرأت کی تحصیل کی ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:۔

اسماعیل بن عبد اللہ بن ابو المہاجر، ابو عبد اللہ مسلم بن مشکم، عبد الرحمان بن عامر، ربیعہ بن یزید، ولید بن عقبہ، ولید بن مسلم عبد الرزاق الوراق، ابو عمرو یحییٰ بن حارث زماری، جعفر بن ربیعہ سعد بن عبد العزیز، خلاد بن یزید بن صبیح المری، یزید بن ابو مالک وغیرہ[3]

علم وفضل

امام عبد اللہ ابن عامر شامی علم وفضل میں سلف کی بہترین مثال تھے، ابو علی اہوازی فرماتے ہیں کہ:۔

---

[1] ایضاً [2] معرفۃ القرار ۱/ ۸۳ [3] ایضاً وغایۃ النہایہ ۱/ ۴۲۵ وتہذیب التہذیب ۵/ ۲۷۴

عبد اللہ ابن عامر امام عالم ثقہ حافظ متقن عارف فہیم اور منقولات میں سچے ہیں جس کو انھوں نے افاضل مسلمین خیار تابعین اور جلیل القدر راویوں سے نقل کیا ہے ان کی مرویات میں انھیں متہم نہیں کیا جا سکتا ان کے یقین اور امانت میں کوئی شک نہیں انکی روایتوں پر تنقید بھی نہیں کی جاسکتی ان کی نقل کی ہوئی باتیں درست ہیں انکا قول فصیح اور عزت و مرتبہ ارفع ہے امر میں درست علم میں مشہور اور فہم میں مرجع خلائق ہیں اپنے مذہب (قرأت) میں نقل سے تجاوز نہیں کیا اور خلاف حدیث کوئی بات نہیں کہی[1]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت و محبت

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد تابعین کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جس طرح کی عقیدت و محبت تھی وہ بے مثال ہے ابن عامر کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ عقیدت تھی، ابن عامر نے ایک مرتبہ حضرت ابن الاسقع رضی اللہ عنہ کی زیارت کی تو ان سے دریافت کیا کہ آپ نے انھیں ہاتھوں سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی تو انھوں نے فرمایا ہاں بس ابن عامر نے ان کا ہاتھ چوم لیا[2]

قرأت میں درجہ و مرتبہ

امام ابن عامر کا رتبہ فن قرأت میں بہت بلند ہے قرآن پاک کے شغف و انہماک ہی نے انھیں فن قرأت کے ایک طرز خاص کا موجد و امام بنایا، انکی قرأت پر اجماع و اتفاق ہوگیا تھا حالانکہ یہ تابعین کا دور تھا علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ:۔

امام اهل الشام فی القرأة[3] — وہ فن قرأت میں اہل شام کے امام تھے۔

علامہ ابن الجزری تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

امام اهل الشام فی القرائة والذی انتهت الیه مشیخة الاقرا بها[4] — ابن عامر قرأت میں اہل شام کے امام تھے اور شیخت قرأت انہی کی ذات پر ختم ہوتی ہے۔

---

[1] غایۃ النہایہ ۱/۴۲۵ [2] شرح شاطبی ص ۱۴ - [3] معرفۃ القراء ۱/۸۲ - [4] غایۃ النہایہ ۱/۴۲۴

مگر ان کی قرأت پر ابن جریر طبری، ابو الہاشم اور ابن مجاہد وغیرہ نے تنقید کی ہے، ان کی تنقیدوں کا علامہ ابن الجزری نے جائزہ لیتے ہوئے لکھا ہے کہ ابن جریر طبری کی تنقید غیر معتبر ہے اور بقول سخاوی، ابو القاسم شاطبی کا بیان ہے کہ ابن جریر طبری کی تنقید قابل توجہ نہیں ہے، ابو الہاشم اور ابن مجاہد کے اقوال پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ درست نہیں ہیں اور نہ قابل توجہ ہیں بلکہ اہل شام اور جزیرہ عرب کا انکی قرأت پر متفق ہونا اس بات کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ انکی قرأت درست ہے۔ اہل شام برابر اس پر عمل پیرا رہے انکی قرأت پر نماز روزہ تلاوت وغیرہ میں تقریباً پانچ سو سال تک اجماع رہا [۱]

حدیث

انھیں علم قرأت کے علاوہ حدیث میں بھی وافر دستگاہ حاصل تھی، تذکرہ نگاروں نے امام فی الحدیث لکھا ہے انھوں نے صحابہ کرامؓ حضرت معاویہؓ بن ابو سفیان، حضرت نعمان بن بشیرؓ، حضرت فضالہ بن عبید اوسیؓ، حضرت واثلہ بن الاسقعؓ ابو ادریس الخولانی، قیس بن حارث غامدی، ندجی، اور حضرت ابو امامہ سے سماع و روایت کیا ہے اور خود ان سے روایت کرنے والوں میں عبد الرحمٰن کے بھائی ربیعہ بن یزید، عبد اللہ بن العلا ابن زبیر، عبد الرحمٰن بن یزید بن جابر، جعفر بن ربیعہ، محمد بن ولید زبیدی وغیرہ قابل ذکر ہیں [۲]

علامہ ذہبیؒ نے لکھا ہے کہ انکی حدیث صحیح مسلم میں مروی ہے [۳] البتہ وہ قلیل الحدیث تھے جیسا کہ ابن سعد و ابن حجر نے لکھا بھی ہے [۴]

مرویات میں پایہ

ان کا شمار ثقہ اور صدوق لوگوں میں کیا جاتا ہے، عجلی، نسائی اور ابن حجر عسقلانی نے ثقہ قرار دیا ہے [۵] ابن حجر نے طبقہ سادسہ یعنی ایسے تابعین میں شمار کیا ہے جنکی صحابہ کرام سے ملاقات ثابت نہیں تعجب ہے کہ ان سے

---

[۱] ایضاً۔ [۲] ایضاً و تہذیب التہذیب ۲۷۴/۵ و معرفۃ القراء ۸۳/۱۔ [۳] ایضاً۔
[۴] طبقات ابن سعد ۴۵۰/۷ و تہذیب التہذیب ۲۷۴/۵ [۵] خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال ص ۲۰۲

یہ تسامح کیونکر ہوا جبکہ ابن عامر نے نہ صرف صحابہ کرام کا دور پایا اور ملاقات کی بلکہ انسے استفادہ بھی کیا، بعض تذکرہ نگاروں نے تو حضرت عثمان غنیؓ سے بھی قرآن پڑھنے کا ذکر کیا ہے اوپر اس سلسلہ میں بحث کی جا چکی ہے۔

خیرالدین زرکلی لکھتے ہیں کہ :۔

مقرئ الشاميين صدوق فى رواية الحديث [1]	وہ شامی قراء میں حدیث کی روایت میں صدوق تھے۔

ابن حبان نے ان کا ذکر کتاب الثقات میں کیا ہے [2]

عہدہ قضا

امام ابن عامر شامی مختلف علوم وفنون اور گوناگوں کمالات و امتیازات کے حامل تھے احکام ومسائل میں انکی وسعت نظر کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ دارالخلافت دمشق صحابہ وتابعین سے معمور تھا اس کے باوجود اس مرکزی شہر میں حضرت بلال بن ابوالدرداء کی وفات کے بعد ولید بن عبدالملک کے عہد میں وہ قاضی مقرر ہوئے، علامہ ابن الجزری اور علامہ ذہبی کا بیان ہے کہ ابو ادریس الخولانی کی وفات کے بعد قاضی بنائے گئے [3] خیرالدین زرکلی لکھتے ہیں کہ۔

ولى قضاء دمشق فى خلافة الوليد بن عبد الملك [4]

علامہ دانی اور ملا علی قاری نے قاضی دمشق [5] ابن العماد حنبلی نے قاضی الشام [6] اور یحیٰی بن حارث ذماری نے قاضی جند لکھا ہے [7]

بہرحال یہ طے ہے کہ وہ قاضی تھے چاہے ابوادریس خولانی کے بعد بنائے گئے ہوں یا جند کے قاضی رہے ہوں۔

---

[1] الاعلام ۴/ ۹۴ [2] تہذیب التہذیب ۵/ ۲۷۵

[3] غایۃ النہایہ ۱/ ۴۲۵ ومعرفتہ القراء ۱/ ۸۳ ـ ۸۴ [4] الاعلام ۴/ ۹۵۔

[5] التیسیر، ص ۵ شرح شاطبی ص ۱۴۔ [6] شذرات الذہب ۱/ ۱۵۶

[7] معرفتہ القراء ۱/ ۸۴۔

امامت وخطابت

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے عہد حکومت میں ان کو جامع الاموی دمشق کی امامت وخطابت سے بھی سرفراز کیا گیا[1] حضرت عمر بن عبدالعزیز اپنے دور خلافت میں انکی امامت میں نماز ادا کرتے تھے[2] ہشیم بن عمران کا بیان ہے کہ ابن عامر ولید کے زمانہ میں جامع الاموی دمشق کے منتظم تھے علامہ ذہبی اور ابن الجزری نے بھی اسکی تائید کی ہے[3] اسی بات کو ہشیم بن عمران نے اس طرح بیان کیا ہے۔

کان عبد اللہ بن عامر رئیس اھل المسجد زمان الولید بن عبد الملک[4]	عبداللہ ابن عامر ولید بن عبدالملک کے زمانہ میں اہل مسجد کے سردار تھے۔

یحیٰی بن حارث ذماری کا بیان ہے کہ اگر مسجد میں کسی ایسے عمل کو دیکھتے جو بدعت کے درجہ میں آتا ہو تو اس سے روک دیتے[5]

وفات

امام ابن عامر کی وفات ۱۰/ محرم الحرام (یوم عاشورہ) کو ۱۱۸ھ میں بزمانہ ہشام بن عبدالملک دمشق میں ہوئی[6]

---

[1] شرح شاطبی ص ۱۴ ۔ [2] ایضاً [3] معرفۃ القراء ۱/ ۸۳ ۔ ۸۴ ۔
[4] تہذیب التہذیب ۵/ ۲۷۴ [5] معرفۃ القراء ۱/ ۸۴ ۔
[6] التیسیر ص ۶ والفہرست ص ۴۴ ومیزان الاعتدال ۲/ ۵۱ وغایۃ النہایہ ۱/ ۴۲۵

امام ابوالولید ہشام بن عمار دمشقی

نام ونسب ہشام نام، ابوالولید کنیت اور سلسلہ نسب یوں ہے۔

ابوالولید ہشام بن عمار بن نصیر بن میسرہ بن ابان سلمی[۱]

یہ اپنے نام ہشام سے معروف ہیں تذکرہ نگاروں نے انکی اور کئی نسبتیں مثلاً سلمی، ظفری اور دمشقی وغیرہ لکھی ہیں[۲]

ولادت ووطن ان کی ولادت ۱۵۳ھ میں دمشق میں ہوئی[۳] یہ ایک طویل مدت تک دمشق میں رہے، سوائے مدینہ منورہ کے کسی اور مقام پر ان کے جانے کا ذکر نہیں ملتا، دمشق ہی میں فن قرأت وحدیث کا درس دیا اور جامع دمشق کے خطیب وامام بھی رہے اور یہیں وفات بھی پائی اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ غالباً ان کا وطن دمشق تھا

علم وفضل امام ہشام بن عمار اپنے وقت کے شیخ الاسلام تھے تذکرہ نگاروں نے انکو گوناگوں القاب سے نوازا ہے یہ قرآن وحدیث، قرأت وتجوید فقہ اور خطابت وقضا میں اہل دمشق کے مرجع وامام تھے علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں۔

شیخ اھل دمشق ومفتیھم وخطیبھم ومقرئھم ومحدثھم[۴] — امام ہشام اہل دمشق کے شیخ، مفتی خطیب، اور قاری ومحدث تھے۔

دوسری جگہ لکھتے ہیں:۔

---

۱ تہذیب التہذیب ۱۱/ ۵۱۔ ۲ ایضاً ومعرفۃ القراء ۱/ ۱۹۵۔
۳ ایضاً وتذکرۃ الحفاظ ۲/ ۳۷ وتہذیب التہذیب ۱۱/ ۵۳۔
۴ معرفۃ القراء ۱/ ۱۹۵۔

ابو الولید السلمی خطیب دمشق وقارئہا وفقیہہا ومحدثہا۔[1]

ابو الولید سلمی دمشق کے خطیب، قاری، فقیہ، اور محدث تھے۔

ابو علی اوزاعی کا بیان ہے کہ

مشتہر بالعقل والفصاحۃ والروایۃ والعلم والدرایۃ[2]

وہ ذہانت، فصاحت، فن روایت، علم اور درایت میں مشہور تھے۔

خود امام ہشام کا بیان ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے سات چیزوں کی درخواست کی تھی جس میں پہلی بات یہ تھی کہ میرے والدین کی مغفرت فرما ــ، اسکے بارے میں مجھے نہیں معلوم کہ وہ پوری ہوئی یا نہیں بقیہ چھ چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے پورا فرمایا وہ یہ ہیں۔

(۱) ــ حج کی سعادت نصیب ہو (۲) تقریباً سو سال تک حیات میسر آئے

(۳) احادیث نبویہ کا مصدق بنایا جاؤں (۴) دمشق کے منبر پر خطبہ دوں

(۵) ایک ہزار دینار رزق حلال مرحمت ہو (۶) اور لوگ میرے پاس طلب علم کیلئے حاضر ہوں

امام ہشام کی یہ تمام تمنائیں پوری ہوئیں، انھوں نے حج[1] کیا، طویل[2] عمر پائی، بے شمار لوگوں کو احادیث[3] کا درس دیا، اور محدثین میں شمار ہوئے، دمشق[4] کے منبر پر خطبہ دیا اور خطیب دمشق کہلائے خلیفہ متوکل سے ایک ہزار[5] دینار حلال بغیر طلب وجستجو کے انکو ملا، اور بے شمار لوگ ان کے پاس طلب[6] علم کیلئے آئے اور فیضیاب وبہرور ہو کر اپنی علمی تشنگی بجھائی[3]

علامہ ذہبیؒ نے ان کے علم وفضل کا اعتراف ان الفاظ میں کیا ہے:

وکان طلابۃ للعلم، واسع الروایۃ، متبحرا فی العلوم[4]

وہ بہت زیادہ طلب علم والے تھے اور بہت زیادہ روایتیں انکو یاد تھیں، مختلف علوم میں ان کو تبحر حاصل تھا۔

---

[1] العبر فی خبر من غبر ۱ / ۴۴۵ ـ [2] تہذیب التہذیب ۱۱ / ۵۴ ـ
[3] معرفۃ القراء ۱ / ۱۹۷ ـ [4] معرفۃ القراء ۱ / ۱۹۶ ـ

احمد بن ابی الحواری کا قول ہے کہ

وکان من ائمۃ العلم والزھد[1] — امام ہشام علم وزہد کے ایک امام تھے

عبدان اہوازی کہتے ہیں کہ

ما کان فی الدنیا مثلہ[2] — ہمنے امام ہشام کا دنیا میں مثل نہیں دیکھا۔

امامت وخطابت

امام ابو الولید ہشام ایک زمانہ تک جامع دمشق کے خطیب وامام رہے انھوں نے دمشق کے منبر پر خطبہ دینے کی اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی تھی جو قبول ہوئی، یہ نہایت فصیح وبلیغ تھے، عبدان اہوازی کا بیان ہے کہ امام ہشام فصیح وبلیغ، زبان داں اور وسیع العلم تھے[3] خود امام ہشام کا بیان ہے کہ میں نے بیس سال تک کوئی خطبہ دہرایا نہیں[4] محمد بن حریم کا بیان ہے کہ میں نے امام ہشام کو خطبہ میں یہ کہتے ہوئے سنا کہ

قوالوا الحق ینزلکم الحق منازل اھل الحق یوم لا یقضی الا بالحق[5] — لوگو! حق بات کہو اللہ تعالیٰ تمہیں نیک بندوں کے مقام پر رکھیں گے اس روز جس دن صرف حق کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔

حصول علم اور شیوخ

امام ابو الولید ہشامؒ نے ائمہ قرأت سے فن قرأت کی تحصیل وتکمیل کی انکو جن بزرگوں سے فن قرأت کے حصول کا شرف حاصل ہے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

ابو العباس صدقہ بن خالد اموی، ابو محمد سوید بن عبد العزیز واسطی، ابو ضحاک عراک بن خالد بن یزید مری، ابو سلیمان ایوب بن تمیم تمیمی وغیرہ[6]

امام ہشامؒ نے احادیث کے حصول میں بڑی سعی وکوشش کی، خود امام ہشام کا

---

[1] میزان الاعتدال ۳/۲۵۶۔ [2] ایضاً ومعرفۃ القرار ۱/۱۹۶۔

[3] میزان الاعتدال ۳/۲۵۶۔ [4] تذکرۃ الحفاظ ۲/۳۷۔

[5] ایضاً ومعرفۃ القرار ۱/۱۹۶ [6] معرفۃ القرار ۱/۱۹۵ وتذکرۃ الحفاظ ۲/۳۷۔

بیان ہے کہ میرے والد نے بیس[20] دینار میں اپنا ایک مکان فروخت کر کے حج کیلئے بھیجا چنانچہ میں مدینہ منورہ پہونچا، اور امام مالک کی مجلس میں حاضر ہوا، وہ اپنی مجلس میں بادشاہوں کیطرح بیٹھے تھے، اور طالب علم ان کے ارد گرد کھڑے تھے لوگ ان سے سوال کرتے اور وہ انکا جواب دیتے میں نے بھی ان سے سوال کیا جسطرح بچے سوال کرتے ہیں، امام مالک نے اپنے غلام سے کہا اسے مارو پھر انھوں نے مجھے سترہ درہ مارا جس طرح اساتذہ مارتے ہیں میں رونے لگا اور کہا کہ میرے والد نے اپنا مکان فروخت کیا تاکہ میں آپ کے پاس جاکر احادیث کا سماع کروں لیکن آپ نے میری پٹائی کر دی، پھر انھوں نے سترہ حدیثیں بیان کیں اور میرے سوالات کے جوابات دیئے[1]

ایک دوسری روایت کے مطابق امام ہشام نے امام مالک سے عرض کیا کہ حدیث بیان کریں انھوں نے کہا پڑھو میں نے کہا بیان کریں انھوں نے پھر کہا پڑھو میں نے پھر اصرار کیا تو انھوں نے اپنے غلام سے کہا اسے مارو چنانچہ اس نے مجھ کو پندرہ درہ مارا میں نے عرض کیا کہ مجھ پر ظلم ہوا میں معاف نہیں کرونگا، پھر امام مالکؒ نے پوچھا اسکا کفارہ کیا ہے، میں نے کہا پندرہ حدیثیں، چنانچہ انھوں نے پندرہ حدیثیں بیان کیں تو میں نے کہا مجھے اور ماریئے تاکہ کچھ اور حدیثیں آپ سے سن سکوں اس پر امام مالکؒ ہنسے اور کہا جاؤ[2]

سلسلہ قرأت امام ابوالولید ہشام نے ابو العباس صدقہ بن خالد اموی سے پڑھا جنھوں نے ابوعمرو یحییٰ بن حارث زماری سے کسب فیض کیا تھا اور زماری نے امام ابن عامر شامیؒ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا تھا اسطرح امام ہشام کا سلسلہ قرأت دو واسطوں سے امام ابن عامر شامی تک پہونچتا ہے، اور امام ابن عامر شامیؒ کے سلسلہ قرأت کو ملاکر امام ہشام کی قرأت چار سلسلوں سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک جا پہونچتی ہے۔

---

[1] معرفۃ القراء ۱/۱۹۶ - ۱۹۷

[2] ایضاً -

تلانده شیخ الاسلام امام ابوالولید ہشام سے بہت سے لوگوں نے علم قرأت کی تحصیل وتکمیل کی چند تلانذہ کے نام یہ ہیں :۔

ابوعبید قاسم بن سلام ، احمد بن یزید الحلوانی ، ہارون بن موسیٰ الاخفش ، ابوعلی اسماعیل بن الحویرس ، احمد بن محمد بن ماموبہ وغیرہ [1]

فن قرأت فن قرأت میں ان کا مرتبہ بہت بلند ہے ، امام ابن عامر شامی کی قرأت کی ترویج واشاعت ان کا بڑا کارنامہ ہے چنانچہ وہ انکی قرأت کے راوی کی حیثیت سے مشہور ہوئے اور اسی بناپر تذکرہ نگاروں نے انکو امام القرأت شیخ الاسلام اور قاری دمشق کے خطاب سے نوازا ہے ۔

حدیث امام ابوالولید ہشام کو حدیث میں بھی بڑی مہارت اور درک حاصل تھا، تذکرہ نگاروں نے امام حدیث اور محدث دمشق کے خطاب نوازا ہے

انھوں نے جن بزرگوں سے حدیث کی خوشہ چینی کی ہے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں :۔

مالک بن انس ، ابی الخطاب دمشقی ، مسلم بن خالدزنجی ، عبدالحمید بن حبیب ابی العشرین عبداللہ بن ابی الرجال ، سلیم بن مطر ، رویح بن عطیہ ، اسماعیل بن عیاش ، یحییٰ بن حمزہ ، ہیشم بن حمید ، ہقل بن زیاد ، حاتم بن اسماعیل ، عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم ، ولید بن مسلم ، ابن عیینہ ، شعیب بن اسحاق ، حکم بن ہشام ثقفی ، عبدالعزیز بن ابوحازم ، صدقہ بن خالد ، دراوردی ، مسلمہ بن علی ، عیسیٰ بن یونس ، محمد بن شعیب بن شابور جراح بن ملیح وغیرہ [2]

اور خود ان سے بے شمار لوگوں نے اکتساب فیض کیا ، چند مشہور تلانذہ کے نام یہ ہیں :

ولید بن مسلم ، محمد بن شعیب [3] امام بخاری ، ابوداؤد ، نسائی ، ابن ماجہ ، احمد بن ہشام ، ابوعبید قاسم بن سلام ، مؤمل بن فضل حرانی ، محمد بن سعد کاتب الواقدی ، بقی بن

---

[1] معرفۃ القراء ۱/۱۹۵ وتذکرۃ الحفاظ ۲، ۳ ۔

[2] ایضاً وتہذیب التہذیب ۱۱/ ۵۱ وخلاصہ تہذیب الکمال ص ۴۱۰ ۔

[3] یہ دونوں حضرات امام ہشام کے شیخ بھی ہیں (تہذیب التہذیب، ۱۱/ ۵۲ ۔

مخلد، ابوبکر بن ابی عاصم، یحیٰی ابن معین، جعفر بن محمد الفریابی، قدامہ بن احمد بن عبید بن وقاص، دحیم، عبدان اہوازی، محمد بن حسن ابن قتیبہ عسقلانی، ابوبکر محمد بن محمد بن سلیمان الباغندی، ابوحاتم رازی، ابوزرعہ رازی، الذہلی، محمد بن عوف، محمد بن خریم، العقیلی، عبداللہ بن عتاب زفتی، یعقوب بن سفیان، یزید بن محمد بن عبدالصمد، ابوزرعہ دمشقی، عمر بن خرزاد، محمد بن وضاح، صالح بن محمد اسدی، فضل بن عباس رازی، ابوعمران موسیٰ بن سہیل جونی، اسحاق بن ابراہیم، جعفر بن احمد بن عاصم، زکریا ساجی، عبداللہ بن محمد بن سلم، ابوالولید محمد بن عبداللہ بن احمد بن الولید الازرقی وغیرہ[1]

امام بخاری نے اپنی صحیح میں ان سے چار روایتیں نقل کی ہیں[2]، امام دارقطنی نے واسع الروایۃ لکھا ہے امام ابوزرعہ رازی کا بیان ہے کہ جس نے امام ہشامؒ بن عمار کو نہیں دیکھا وہ دس ہزار احادیث سے محروم ہوگیا[3]

عدالت وصداقت

امام ہشام کو اگرچہ بعض لوگوں نے ہدف تنقید بنایا ہے، اور بے اطمینانی کا اظہار کیا ہے اور بعض لوگوں نے ان کی حدیث فروشی کا بھی ذکر کیا ہے[4] مگر عموماً ائمہ نقد وجرح نے انکی ثقاہت وصداقت کا اعتراف کیا ہے چنانچہ جرح وتعدیل کے شہرہ آفاق امام یحیٰی ابن معین نے ثقہ وصدوق[5] اور عجلی نے ثقہ بتایا ہے[6]، امام دارقطنی کا بیان ہے کہ امام ہشامؒ صدوق اور بلند مقام کے حامل تھے[7]، امام نسائیؒ کا قول ہے کہ انکی مرویات نقل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے[8]، ابن حبان نے ان کا ذکر کتاب الثقات میں کیا ہے[9]، ابوحاتم اور صاحب میزان الاعتدال نے بھی صدوق قرار دیا ہے[10]، مسلمہ فرماتے ہیں۔

---

[1] ایضاً ومعرفۃ القراء ۱/ ۱۹۵۔۱۹۶۔ [2] تہذیب التہذیب ۱۱/ ۵۲ [3] ایضاً ومیزان الاعتدال ۳/ ۲۵۶۔ [4] تہذیب التہذیب ۱۱/ ۵۳ [5] ایضاً ۱۱/ ۵۲۔ [6] تہذیب الکمال ص ۲۱۰۔

[7] تہذیب التہذیب ۱۱/ ۵۲ ومیزان الاعتدال ۳/ ۲۵۵۔

[8] ایضاً۔ [9] ایضاً وتہذیب التہذیب ۱۱/ ۵۶ [10] میزان الاعتدال ۳/ ۲۵۵

وھو جائز الحدیث صدوق[۱] انکی حدیثیں جائز ہیں اور وہ صدوق تھے۔

ائمہ اہل سنت کی پیروی

امام ہشام کے دور میں دمشق میں یہ بحث زوروں پر تھی کہ خلفائے راشدین میں حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کا کیا مقام ہے امام ہشام اپنے شہر کی عام رائے کے برعکس ائمہ حدیث کی تائید واتباع میں حضرت علیؓ کو خلیفہ چہارم تسلیم کرتے تھے ابن الفیض کا بیان ہے کہ:۔

کان ھشام یربع بعلیؓ[۲] وہ حضرت علیؓ کو خلیفہ چہارم مانتے تھے۔

وفات

شیخ الاسلام ابو الولید ہشام نے بقول امام بخاریؒ آخر محرم ۲۴۵ھ میں دمشق میں وفات پائی[۳]

اولاد

انکے ایک صاحبزادے احمد بن ہشام کا نام تذکروں میں ملتا ہے، جنھوں نے اپنے والد یعنی امام ہشام ہی سے علم حدیث کی تحصیل کی تھی[۴]

---

[۱] تہذیب التہذیب ۱۱ / ۵۴ [۲] مرغنتہ القرار ۱ / ۱۹۷۔

[۳] ایضاً ص ۱۹۸ و امام بخاری تاریخ الصغیر ص ۲۴۵ و دول الاسلام ۱ / ۱۱۵ و میزان الاعتدال ۳ / ۲۵۶

[۴] تہذیب التہذیب ۱۱ / ۵۲۔

امام ابن ذکوان قرشیؒ

نام ونسب عبداللہ نام، ابو عمرو کنیت اور معلوم نسب نامہ یہ ہے۔

ابو عمرو عبداللہ بن احمد بن بشیر بن ذکوان قرشی[1]

دوسرے قول کے مطابق یہ سلسلہ اس طرح ہے۔ بشیر بن ذکوان بن عمرو بن حسان بن داؤد بن حسنون بن سعد بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر قرشی[2]

ان کی کنیت میں قدرے اختلاف ہے تذکرہ نگاروں نے ابو عمروؒ کے علاوہ ابو محمد بھی لکھا ہے[3] لیکن اکثر تذکرہ نگاروں نے ابو عمرو ہی لکھا ہے۔ شہرت انہیں ابن ذکوان کی نسبت سے ملی ذکوان ان کے جد اعلیٰ کا نام تھا

ولادت ووطن امام ابن ذکوان کی ولادت ۱۰ محرم الحرام (یوم عاشورہ) ۱۷۳ھ میں ہوئی[4] ان کا وطن دمشق ہے، علامہ ذہبی نے سنہ ولادت صرف ۲۷۳ھ لکھا ہے[5] جو صریحا طباعت کی غلطی ہے۔

شیوخ وتلامذہ امام ابن ذکوان نے فن قرأت کی تحصیل ابو سلیمان ایوب بن تمیم اور ابو الحسن علی کسائی سے کی، ایوب بن تمیم کی شاگردی پر تمام تذکرہ نگار متفق ہیں مگر کسائی کی شاگردی پر بعض لوگوں نے شک ظاہر کرتے ہوئے اسے بعید از قیاس

---

۱ غایۃ النہایہ ۱/۴۰۴
۲ ایضاً
۳ ایضاً و محمد اسحٰق بھٹی مضمون چند قراء ماہنامہ المعارف لاہور مارچ ۶۹ء ص ۲۸۔
۴ غایۃ النہایہ ۱/۴۰۴
۵ معرفۃ القراء ۱/۱۹۹

قرار دیا ہے، مگر خود ابن ذکوان کا بیان ہے کہ امام کسائی کے پاس میں نے سات ماہ قیام کیا اور قرآن پڑھتا رہا[1] ابن ذکوان سے اکتساب فیض کرنے والے چند ممتاز اہل علم کے نام یہ ہیں ۔

احمد، احمد بن انس، احمد بن معلی، احمد بن محمد بن مامویہ، احمد بن یوسف ثعلبی، احمد بن محمد، محمد بن احمد بن محمد البیسانی، احمد بن نصر بن شاکر بن ابی رجاء، اسحٰق بن داؤد، اسماعیل بن الحویرس، حسین بن اسحٰق، جعفر بن محمد بن کرار، سہل بن عبداللہ بن فرخان الزاھد ابو زرعہ عبدالرحمٰن بن عمرو دمشقی، عبداللہ بن عیسیٰ اصفہانی عبداللہ بن خلد رازی عثمان بن خرزاد، علی بن حسن بن جنید، محمد بن اسماعیل ترمذی، محمد بن قاسم الاسکندرانی، محمد بن موسیٰ صوری، مضر بن محمد ضبی، موسیٰ بن موسیٰ ختلی اور امام ابو عبداللہ ہارون بن موسیٰ الاخفش وغیرہ[2]

سلسلۂ قرأت امام ابن ذکوان نے ابو سلیمان ایوب بن تمیم سے قرآن پڑھا اور انہوں نے یحییٰ بن حارث ذماری سے پڑھا۔ اور یحییٰ نے امام ابن عامر شامی کے چشمۂ فیض سے اپنی تشنگی بجھائی تھی ابن ذکوان اور امام ابن عامر کے درمیان دو واسطے ہیں ابن عامر کے سلسلۂ قرأت کو ملا کر ابن ذکوان کی روایت قرأت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک چار واسطوں سے پہنچتی ہے ۔

امامت مشیخت اور فن قرأت میں درجہ امام ابن ذکوانؒ جامع دمشق کے امام تھے[2] اس وقت ان کے شیخ امام ھشام بن عمار جامع کے خطیب اور ابن ذکوان ان کے نائب تھے، ھشام کے بعد ابن ذکوان دمشق کے شیخ القراء قرار دیئے گئے، علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ :

کان ابن ذکوان اقراء من ھشام	امام ابن ذکوان ھشام سے بڑے قاری تھے
بکثیر وکان ھشام اوسع علما	اور ھشام ابن ذکوان سے بڑے عالم تھے۔

---

[1] غایۃ النہایہ ۱/۴۰۵

[2] ایضاً و معرفۃ القراء ۱/۱۹۹

[3] غایۃ النہایہ ۱/ ۴۰۱ شذرات الذھب ۲ / ۱۰۰

من ابن ذکوان بکثیر[۱]۔

ولید بن عتبہ دمشقی فرماتے ہیں

ما بالعراق اقرأ من ابن ذکوان[۲]	پورے عراق میں ابن ذکوان سے بہتر کوئی قاری نہ تھا

لیکن علامہ ابن الجزری نے اس بیان پر بڑے لطیف انداز میں تنقید کی ہے اور لکھا ہے کہ اس عہد میں ابن ذکوان سے بڑے قاری ابوعمر والدوری تھے[۳] ابو زرعہ دمشقی فرماتے ہیں۔

لم یکن بالعراق ولا بالحجاز ولا بالشام ولا بمصر ولا بخراسان فی زمان ابن ذکوان اقرأ عندی منہ[۴]	عراق، حجاز، شام، مصر اور خراسان میں ابن ذکوان کے زمانہ میں میری نظر میں ان سے بڑا کوئی قاری نہ تھا۔

ابن العماد حنبلی لکھتے ہیں:

ما فی الوقت اقرأ من ابن ذکوان[۵]	ابن ذکوان سے بڑھ کر قاری ان کے عہد میں نہیں تھا۔

حدیث امام ابن ذکوان کا شمار طبقہ محدثین میں بھی ہوتا ہے اور اس باب میں ان کی جلالت کا اندازہ ان کے اساتذہ و تلامذہ کے ناموں سے ہوتا ہے۔ انہوں نے حدیث کی تحصیل بقیہ بن ولید، عراک بن خالد، سوید بن عبد العزیز، ولید بن مسلم، وکیع بن

۱؎ معرفۃ القراء ۱/۱۹۹

۲؎ ایضا وغایۃ النہایہ ۱/۴۰۵

۳؎ معرفۃ القراء ۱/۱۹۹

۴؎ ایضا تذھیب تہذیب الکمال ص ۱۹۰ و سوانح قراء سبعہ ص ۱۲

۵؎ شذرات الذھب ۲/۱۰۰

الجراح وغیرہ سے کی[1] اور خود ان سے امام ابو داؤد اور ابن ماجہ نے اپنی سنن میں احادیث روایت کی ہے چند اور تلامذہ حدیث کے نام یہ ہیں:

ان کے صاحبزادے ابو عبیدہ احمد بن عبداللہ، اسماعیل بن قیراط، عبداللہ بن محمد بن مسلم مقدسی، اور محمد بن اسحٰق بن حریص وغیرہ۔[2]

صداقت وثقاہت امام ابن ذکوان ثقہ وصدوق تھے، ابو حاتم کا قول ہے کہ وہ صدوق تھے[3] ابن معین نے لیس بہ بأس کہا ہے[4] ابن حبان نے ان کا ذکر کتاب الثقات میں کیا ہے[5]

تصنیف امام ابن ذکوان کا گو سب سے بڑا کارنامہ فن قرأت کی ترویج واشاعت اور درس وتدریس ہے تاہم ان کو تصنیف وتالیف کا بھی ذوق تھا انکی ایک کتاب "اقسام القرآن وجوابھا وما یجب علی قارئ القرآن عند حرکۃ لسانہ" کا تذکرہ ملتا ہے[6]

عصا ابن ذکوان عصا لے کر چلتے تھے محمد بن فیض کا بیان ہے کہ ایک روز میرے ہاتھ میں ابن ذکوان کا عصا تھا امام ابو الولید ھشام نے دیکھا تو پوچھا کہ یہ عصا کس کا ہے میں نے کہا ابن ذکوان کا اس پر امام ھشام نے فرمایا کہ بخدا میں ابن ذکوان کے باپ سے بڑا ہوں لیکن عصا لے کر نہیں چلتا[7]

وفات امام ابن ذکوان نے ۲۸ شوال ۲۴۲ھ ۸۵۶ء میں دمشق میں بزمانہ متوکل عباسی وفات پائی[8] ایک قول ۲۴۳ھ کا بھی ملتا ہے مگر اسے علامہ ابن الجزری نے غلط قرار دیا ہے[9]

اولاد تذکرہ نگاروں نے ان کی اولاد واحفاد کا تذکرہ نہیں کیا ہے صرف صاحب غایۃ النہایہ نے ان کے ایک صاحبزادے احمد کا نام لکھا ہے[10]

---

[1] معرفۃ القراء ۱/ ۱۹۹ [2] ایضاً [3] ایضاً [4] تہذیب التہذیب ۵/ ۱۴۰
[5] ایضاً ۵/۱۴۱ [6] غایۃ النہایہ ۱/۴۰۵ [7] ایضاً۔ [8] ایضاً
[9] ایضاً [10] ایضاً ۱/۴۰۴

امام عاصم بن ابی النجود کوفیؒ

قرات و تجوید کے چمنستان علم و فن کو زینت نشاں بنانے میں جن اصحاب کمال بزرگو نے نمایاں کردار ادا کیا ان میں ایک امام عاصم کوفی بھی ہیں۔ قرآن پاک کی جن قرأتوں پر امت کا اتفاق و اجماع ہے ان میں امام عاصم کی قرأت بھی شامل ہے۔ یہ تابعی ہیں اور ان کا شمار تابعین کے اس طبقہ میں کیا جاتا ہے جنہوں نے حضرات صحابہ کرامؓ کا زمانہ پایا اور ان سے کسب فیض کیا قرار سبعہ میں اپنی جلالت شان اور یکتائے روزگار ہونے کیوجہ سے ان کو امام حمزۃ الزیات کوفی اور امام علی بن حمزہ کسائی جیسے نادرۂ عصر اور بلند مرتبہ قرار پر اولیت دی جاتی ہے۔

ان کی زندگی فن قرأت کے علاوہ زہد و تقویٰ کا بہترین نمونہ تھی ان کی کتاب۔ زندگی ان ہی دونوں ابواب سے عبارت ہے۔

نام اور ولدیت نام عاصم، کنیت ابوبکر، والد کا نام ابو النجود اور ماں کا نام بہدلہ تھا[۱] ان کے والد کے نام میں قدرے اختلاف ہے، تذکرہ نگاروں نے ابو النجود کے علاوہ عبید اور بہدلہ بھی لکھا ہے[۲] امام احمد کا بیان ہے کہ بہدلہ ہی ابو النجود ہیں[۳] لیکن یہ درست نہیں کیوں کہ متعدد تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ بہدلہ ان کی ماں کا نام تھا[۴]

یہ بنی جذیمہ بن مالک بن نصر بن قعین بن اسد کے آزاد کردہ غلام تھے[۵] اسلئے اسدی اور کوفہ میں مستقل سکونت پذیر ہونے کی وجہ سے کوفی کہے جاتے ہیں، عجلی کا بیان

۱؎ طبقات ابن سعد ۶ / ۲۲۴ و تہذیب التہذیب ۵ / ۳۸۔

۲؎ ایضاً و الاعلام ۳ / ۲۴۸۔

۳؎ تہذیب التہذیب ۵ / ۳۸

۴؎ ایضاً و وفیات الاعیان ۲ / ۹ ۵؎ المعارف ص ۲۳۱

ہے کہ امام عاصم بن ابی النجود عثمانی تھے۔[۱] مگر ان کے علاوہ کسی اور نے اس بات کا ذکر نہیں کیا ہے۔

بعض تذکرہ نگاروں نے انہیں الحناط یعنی گندم فروش بھی لکھا ہے۔

وطن امام عاصم کوفی کے ابتدائی حالات نہیں ملتے ہیں چونکہ کوفہ میں سکونت پذیر رہے یہیں درس قرآن دیا، اور وفات بھی یہیں پائی، اس لئے خیال ہوتا ہے کہ یہی مرکز علم و فن شہر کوفہ ان کا وطن اصلی تھا۔

شیوخ امام عاصم کوفی نے جن مشائخ و اساتذہ فن کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں، ابو عبدالرحمٰن سلمی، ابو مریم زر بن جبیش اسدی، ابو عمرو الشیبانی وغیرہ۔[۲]

ایک روایت کے مطابق حضرت حارث بن حسان البکری رضؓ اور رفاعہ بن یثربی تمیمی رضؓ سے بھی روایت کیا ہے اور اسی بناپر زمرۂ تابعین میں شمار کئے جاتے ہیں۔[۳]

سلسلہ قرأت امام عاصم کوفی نے فن قرأت کی تعلیم ابو عبدالرحمٰن سلمی سے حاصل کی جو تابعی ہیں اور بلا واسطہ ان صحابہ کرام سے کسب فیض کیا۔ جن سے حصول علم کی ترغیب خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سرچشمہ فیضان سے حاصل ہوئی تھی اس طرح ان کا سلسلہ قرأت دو واسطوں سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچتا ہے۔

درس و تدریس اور تلامذہ امام عاصم کوفی حصول علم کے بعد درس و تدریس میں مصروف ہوگئے اپنے شیخ ابو عبدالرحمٰن سلمی کی وفات کے بعد مسند کوفہ پر متمکن ہوئے اور پچاس سال تک لوگوں کو اپنے چشمۂ فیض سے سیراب کرتے رہے، لوگ دور دراز سے سفر کرکے حصول علم کیلئے ان کے پاس آتے اور بے شمار لوگوں نے کسب فیض کیا، ان

۱۔ تہذیب التہذیب ۵ / ۴۰ و وفیات الاعیان ۳ / ۹

۲۔ غایۃ النہایہ ۱ / ۳۴۷ و تہذیب التہذیب ۵ / ۳۸

۳۔ معرفۃ القراء ۱ / ۸۹ و غایۃ النہایہ ۱ / ۳۴۷

میں چند تو ایسے ہیں جو آسمان علم وفن پر آفتاب و ماہتاب کی طرح روشن ہوئے، چند تلامذہ کے نام یہ ہیں۔

ابان بن ابی ثعلب، ابان بن یزید عطار، اسمٰعیل بن مجالد، حسن بن صالح، حکم بن ظہیر حماد بن زید، حماد بن ابی زیاد، حماد بن عمرو، سلیمان بن مہران، سلام بن سلیمان، ابو منذرہ، سہیل بن شعیب، شیبان بن معاویہ، ضحاک بن میمون، عصمہ بن عروہ، عمرو بن خالد، مفضل بن محمد، مفضل بن صدقہ، محمد بن زریق، نعیم بن میسرہ، نعیم بن یحییٰ، ابوبکر بن عیاش اسدی، حفص بن سلیمان کوفی، حماد بن سلمہ، ابو عمرو بن العلاء، خلیل بن احمد، حارث بن نبہان، حمزہ بن حبیب زیات، حماد بن زید، مغیرہ ضبی، محمد بن عبداللہ العرزمی، ہارون بن موسیٰ، شعبہ، سفیان بن عیینہ، سعید بن ابی عروبہ، ابو خیثمہ شریک، ابو عوانہ، ابو حنیفہ، اسرائیل بن یونس وغیرہ[1]

ایک روایت کے مطابق عطا بن ابی رباح، اور ابو صالح السمان جو ان کے شیخ بھی تھے ان سے استفادہ کیا تھا۔[2]

رواۃ قرأت | امام عاصم کوفی کی قرأت کے دو راوی ہیں ان کے نام یہ ہیں۔

(۱) امام ابوبکر بن عیاش اسدی رح

(۲) امام حفص بن سلیمان اسدی کوفی رح

تبحر علمی | امام عاصم کوفی گوناں گوں کمالات کا مجموعہ تھے قرآن و حدیث، قرأت و تجوید فقہ و لغت اور نحو و صرف کے امام تھے۔ عجلی کا بیان ہے کہ امام عاصم صاحب سنت و قرأت، ثقہ اور رئیس القراء تھے۔[3] ابو اسحاق السبیعی کا قول ہے کہ میں نے امام عاصم سے بڑھ کر کوئی قاری و عالم نہیں دیکھا۔

امام عاصم کوفی فن قرأت کے علاوہ حدیث میں بھی درک رکھتے تھے۔ علماء نے انکی

---

[1] غایۃ النہایہ ۱/۳۴۷، ۳۴۸، و معرفۃ القراء ۱/۸۹ و تہذیب التہذیب ۵/۳۸ و سوانح قراء سبعہ ص ۱۲

[2] معرفۃ القراء ۱/۸۹

[3] ایضاً ۱/۹۱

ثقاہت وعدالت کا اعتراف کیاہے۔ حافظ ابو شامہ نے قرآن وحدیث دونوں کا سردار قرار دیا ہے ملاعلی قاری نے ان کی جامعیت اور علمی بتحر کا اعتراف ان الفاظ میں کیاہے۔

قال الامام عاصم بن ابی النجود کان اماما فی الکتاب والسنۃ لغویا نحویا فقیہا تابعیا لقی الحارث بن حسان واقد البنی بکر وکانت لہ صحبۃ، وکان عاصم عابداً کثیر الصلوۃ یلازم الجامع یوم الجمعہ حتی یصلی العصر، وکان فی حسن الصوت غایۃ فی الفصاحت نہایتہ [۱]

امام عاصم بن ابی النجود کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے امام لغت نحو اور فقہ کے واقف کار تھے، وہ تابعی تھے ان کی ملاقات صحابی رسول حضرت حارث بن حسان رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی جو بنو بکر کے قاصد بن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے امام عاصم نہایت عبادت گذار اور نمازوں کا خاص اہتمام کرتے تھے جمعہ کے دن جامع مسجد سے عصر کی نماز پڑھنے کے بعد ہی باہر آتے تھے خوش الحانی کیساتھ فصاحت وبلاغت میں اوج کمال پر تھے۔

ان کی فصاحت وبلاغت کا اعتراف تمام تذکرہ نگاروں نے کیاہے، سلمہ ابن عاصم فرماتے ہیں۔

کان عاصم بن ابی النجود ذا نسک و ادب وفصاحۃ وصوت حسن۔ [۲]

امام عاصم زہد وتقوی، ادب وانشاء اور فصاحت کے ساتھ خوش الحانی میں ممتاز تھے۔

حسن بن صالح فرماتے ہیں

ما رأیت احدا قط کان افصح من عاصم اذا تکلم۔ [۳]

میں نے امام عاصم سے زیادہ کسی کو فصیح اللسان نہیں پایا

---

[۱] شرح شاطبی ص ۱۴۔
[۲] معرفۃ القراء ۱/۹۲
[۳] غایۃ النہایہ ۱/۳۴۷

ابو بکر بن عیاش رحؒ کہتے ہیں

کان عاصم نحویا فصیحا انا تکلم مشهور الکلام [1] — امام عاصم نحوی اور فصیح تھے اور کلام میں ممتاز و نمایاں تھے۔

اور یہی وجہ تھی کہ ان کے عہد میں ان کی بڑی قدر و منزلت تھی، خود امام عاصم کا بیان ہے کہ جب میں کسی سفر سے ابو وائل کے پاس آتا تو وہ میرا ہاتھ چوم لیتے تھے۔[2]

امام عاصم کوفی کا عہد وہ زمانہ ہے جس میں مختلف فرقوں اور جماعتوں خصوصاً اہل تشیع سے فکری و اعتقادی اختلافات کی گرم بازاری تھی اور اس کے نتیجہ میں اس عہد کے علماء سے اس قسم کے سوالات عام طور سے کئے جاتے تھے، ایک بار امام عاصمؒ سے پوچھا گیا کہ حضرت علیؓ کا یہ قول مشہور ہے کہ "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ اس امت کے سب سے بہتر افراد ہیں اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ ان کے بعد تیسرا سب سے بہتر شخص کون ہے" تو اس میں اس تیسرے شخص سے ان کی مراد کیا ہے؟ امام عاصمؒ نے فرمایا کہ تیسرے شخص سے حضرت علیؓ کی مراد حضرت عثمانؓ ہیں، اس لئے کہ وہ (حضرت علیؓ) اس بات سے کہیں برتر ہیں کہ خود اپنی زبان سے خود کو اس کا مستحق قرار دیں۔[3]

قرأت میں درجہ و مرتبہ امام عاصم کوفی اگرچہ گوناگوں خصوصیات و کمالات کے حامل تھے لیکن ان کا اصل طغرائے امتیاز فن قرأت ہے وہ اس فن کے ماہر و مشاق تھے اور اس کے رموز و نکات پر ان کی گہری نظر تھی ان کی جلالت شان اور علوئے مرتبہ کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ ان کی قرأت پر جمہور علمائے امت کا اتفاق و اجماع ہے، آج بھی پورے عالم اسلام میں ان کی قرأت ان کے شاگرد امام حفص بن سلیمان کوفی کی روایت کے مطابق ہی رائج و شائع ہے۔

---

[1] معرفۃ القراء ۱/۹۱

[2] طبقات ابن سعد ۶/۲۲۴

[3] معرفۃ القراء ۱/۹۳

ان کے دوسرے راوی قرآت امام ابوبکر بن عیاش اسدیؒ کہتے ہیں کہ میں نے ابواسحٰق السبیعی کو بارہا کہتے ہوئے سنا کہ میں نے امام عاصم سے بہتر کوئی قاری نہیں دیکھا۔[۱] عبداللہ ابن احمد اپنے والد کا قول بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا۔

عاصم صاحب قرآن وحماد صاحب فقه وعاصم احب الینا[۲] — عاصم صاحب قرآن اور حماد صاحب فقہ ہیں اور میرے نزدیک امام عاصم زیادہ پسندیدہ ہیں۔

امام احمد بن حنبل سے دریافت کیا گیا کہ آپکی پسندیدہ قرآت کسکی قرأت ہے تو انھوں نے فرمایا۔

قراۃ اهل المدینة فان لم یکن فقراۃ عاصم[۳] — اہل مدینہ کی قرآت اور اسکے بعد امام عاصمؒ کی قرآت۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ۔

اهل الکوفة یختارون قرآته وانا اختارها وکان خیرا ثقة[۴] — اہل کوفہ اور خود میں ان کی قرآت کی اتباع کرتے ہیں اور وہ نیک اور ثقہ تھے۔

تذکرہ نگاروں نے ان کی بڑی تعریف کی ہے چنانچہ ابن العماد حنبلی نے حجة فی القرآت[۵] یافعی نے وکان صالحا حجة للقرآن[۶] اور قاری کوفة فی زمانه[۷] اور خیرالدین زرکلی نے کان ثقة فی القرأت لکھا ہے[۸] علامہ ذھبیؒ لکھتے ہیں۔

وکان هوالامام الذی انتهت الیه ریاسة الاقراء بالکوفة بعد ابی — ابوعبدالرحمٰن سلمی کے بعد کوفہ کی ریاست قرآت انہی پر ختم ہوئی، انہوں نے ہی ابوعبدالرحمٰن سلمی کی

---

[۱] النشر فی القرآت العشر ۱/۱۵۵
[۲] تہذیب التہذیب ۵/۳۹
[۳] معرفتہ القراء ۱/۹۰
[۴] تہذیب التہذیب ۵/۳۹
[۵] شذرات الذہب ۱/۷۵
[۶] مرأۃ الجنان ۱/۲۷۱
[۷] الضا[۸] الاعلام ۳/۴۸

عبد الرحمن السلمی جلس موضعہ [1] جانشینی کی۔

خوش الحانی امام عاصم کوفی نہایت خوش الحان تھے، چنانچہ ملا علی قاری کا بیان ہے کہ وہ اچھی آواز والے تھے [2] علامہ جزریؒ لکھتے ہیں کہ قرأت کی حسن ادائیگی میں وہ سب سے بہتر تھے [3] قاری محی الاسلام پانی پتی نے لکھا ہے کہ خوش الحانی میں ان کی نظیر نہ تھی۔

امام ابو بکر بن عیاش عاصمؒ کے مرض الموت میں عیادت کو گئے، امام عاصم پر بے ہوشی طاری تھی جب کچھ افاقہ ہوا تو آیت کریمہ ثم ردوا الی اللہ مولٰہم الحق الا لہ الحکم وھو اسرع الحاسبین۔ بار بار تلاوت کر رہے تھے جیسے حالت نماز میں ہوں [4]

حدیث امام عاصم کوفیؒ نے زمانہ کے دستور کے مطابق حدیث پاک کا علم بھی حاصل کیا تھا مورخین اور تذکرہ نگاروں نے اس فن میں بھی ان کی مہارت وصلاحیت کی داد دی ہے، چنانچہ حافظ ابو شامہ نے ان کو قرآن وحدیث دونوں علوم کا سردار قرار دیا ہے

امام عاصم نے جن اصحاب علم وکمال سے فن قرأت کی تحصیل وتکمیل کی تھی ان سے احادیث کا سمع بھی کیا تھا ان کے علاوہ چند دوسرے شیوخ کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

ابو وائل، ابو صالح السمان، زر بن جبیش اسدی، مسیب بن رافع، مصعب بن سعد، معبد بن خالد، ان کے علاوہ امام اوزاعی اور ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں [5]

امام عاصم سے بھی ایک کثیر جماعت نے روایت احادیث کی ہے، ایک قول کے مطابق اعمشؒ اور منصور نے بھی ان کے واسطہ سے روایت کی ہے گو یہ حضرت امام عاصم

---

[1] النشر ۱/۱۵۵
[2] شرح شاطبی ص ۱۴
[3] النشر ۱/۱۵۵
[4] ایضاً ۱/۱۵۶
[5] تہذیب التہذیب ۵/۳۸

کوفی کے ہمعصر تھے۔

ثقاہت وعدالت امام عاصم کوفی کی ثقاہت وعدالت کے متعلق ائمہ جرح وتعدیل کی رائیں بہت اچھی ہیں، چنانچہ ابن سعد، عجلی، ابوزرعہ، ابن معین، ابن حبان، ابن شاہین، ابن احمد اور یعقوب بن سفیان وغیرہ نے ان کی توثیق کی ہے اور ثقہ لکھا ہے[۱] ابن معین فرماتے ہیں۔

ثقة لابأس به من نظراء الاعمش[۲] ثقہ ہیں ان سے روایت کرنے میں مضائقہ نہیں اور امام اعمش کے ہم پایا لوگوں میں سے ہیں۔

امام احمد بن حنبلؒ کا قول ہے کہ

رجل صالح خير ثقة۔[۳] امام عاصم صالح، نیک اور ثقہ تھے۔

ابوحاتم کا قول ہے کہ وہ مقام صداقت پر فائز ہیں، اور انکی مرویات صحاح ستہ میں موجود ہیں،[۴] ان کا ذکر ابن حبان نے کتاب الثقات میں کیا ہے۔[۵]

قوت حفظ بعض لوگوں نے امام عاصم کے حفظ پر تنقید کی ہے مثلاً امام نسائی کا بیان ہے کہ وہ حافظ نہیں تھے[۶] امام دارقطنی کا بیان ہے کہ ان کے حفظ میں کچھ کمی تھی،[۷] عقیلی کا بیان ہے کہ امام عاصم کے اندر سوائے سوئے حفظ کے اور کوئی عیب نہیں تھا،[۸] اس سلسلہ میں ابن علیہ کا قول بھی دلچسپ ہے کہ عاصم نام کے جتنے بھی آدمی ہیں ان

---

[۱] تہذیب التہذیب ۵/۳۹ وخلاصہ تہذیب الکمال ص ۱۸۲۔
[۲] تہذیب التہذیب ۵/۴۰
[۳] غایۃ النہایہ ۱/۳۴۸
[۴] ایضاً
[۵] تہذیب التہذیب ۵/۴۰
[۶] میزان الاعتدال ۲/۵
[۷] تہذیب التہذیب ۵/۳۹
[۸] ایضاً۔

کا حافظہ ٹھیک نہیں ہے۔[1] ابوبکر البزاز کا بیان ہے کہ:۔

لم یکن بالحافظ ولا نعلم احداً ترک حدیثہ علی ذالک وھو مشھور۔[2]	وہ گو حافظ نہیں تھے۔ مگر ہمیں یہ معلوم نہیں کہ کسی نے اس بنا پر ان سے حدیث نہ لیا ہو اور وہ خود بہت مشہور رہیں۔

ان اقوال سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام عاصم کا درجہ حفاظ حدیث کے مرتبہ سے کم تھا لیکن حماد بن سلمہ کے ایک قول سے معلوم ہوتا ہے کہ سوئے حفظ کی شکایت امام عاصم کی زندگی کے آخری حصہ میں لاحق ہوئی تھی،[3] شاید اسی وجہ سے امام نسائی نے بھی ان کو لیس بہ بأس کہا ہے[4] ابو حاتم کہتے ہیں کہ میرے والد نے فرمایا کہ امام عاصم کا مقام میرے نزدیک صداقت اور حدیث کی درستگی کا مقام ہے اور ان کا یہ مقام نہیں کہ کہا جائے کہ وہ ثقہ تھے حافظ نہ تھے۔[5] علامہ ذہبی نے ان کو حسن الحدیث لکھا ہے[6] جبکہ علامہ یافعی، ابن العماد حنبلی اور خیرالدین زرکلی نے صدوقاً فی الحدیث لکھا ہے۔[7]

زہد و تقوی امام عاصم کوفی بڑے عابد و زاہد اور متقی و پرہیزگار تھے، نمازیں بکثرت پڑھتے تھے جمعہ کے دن جامع مسجد میں عصر تک رہنا معمول تھا[8] عبادات کی انتہا کا یہ عالم تھا کہ اگر کہیں کسی کام سے جاتے ہوئے راستہ میں مسجد نظر آجاتی تو کہتے انتظار کرو مجھ سے ملو ضرورت پوری ہی ہو جائے گی پھر مسجد میں داخل ہوتے

---

[1] ایضاً ۵/۴۰۔
[2] ایضاً ۵/۳۹
[3] ایضاً ۵/۴۰
[4] ایضاً ۵/۳۹
[5] میزان الاعتدال ۲/۵
[6] مرآۃ الجنان ۱/۲۶۱ و شذرات الذہب ۱/۱۷۵ والاعلام ۳/۲۴۸
[7] ملا علی قاری، شرح شاطبی ص ۱۴

اور نماز میں مصروف ہو جاتے [1]

ابوبکر بن عیاش کی ایک روایت کے مطابق امام عاصم نابینا تھے ایک دفعہ کسی شخص کے ساتھ کہیں جا رہے تھے راستہ میں اس شخص کی بے احتیاطی کی وجہ سے کوئی سخت حادثہ پیش آگیا مگر امام عاصم نے اسے کچھ بھی نہیں کہا [2]

امام عاصم کے نابینا ہونے کی کسی اور نے صراحت نہیں کی ہے ۔

وفات پوری زندگی خدمت قرآن کے بعد ۱۲۸ھ میں سماوہ میں وفات پائی [3] سماوہ عراق اور شام کے درمیان دریائے فرات کے کنارے ایک مقام ہے ۔ وفات کے متعلق ۱۲۰ھ ۱۲۷ھ ۱۲۹ھ اور ۱۳۰ھ کے بھی اقوال ملتے ہیں ۔ [4]

---

[1] غایۃ النہایہ ۱/ ۳۴۸
[2] معرفۃ القراء ۱/ ۹۳
[3] الفہرست ص ۴۲ والتیسیر ص ۶ تاریخ الصغیر ص ۱۴۹ والاعلام ۳ / ۲۴۸
[4] وفیات الاعیان ۱/ ۲۳۴ وتہذیب الکمال ص ۱۸۲ وغایۃ النہایہ ۱/ ۳۴۸

امام ابوبکر بن عیاش اسدیؒ

امام ابوبکر بن عیاش اسدیؒ نہ صرف فن قراءت کے امام تھے۔ بلکہ حدیث وفقہ، شعر وادب اور زہد واتقاء میں بھی بے مثل تھے اور علم وفضل کے اعتبار سے وہ اپنے عہد کے اجلہ روزگار لوگوں میں تھے۔

نام ونسب ابوبکر نام وکنیت والد کا نام عیاش اور جد اعلی کا سالم تھا[1] کوفی وطن کی طرف نسبت ہے مکمل شجرہ نسب نامعلوم ہے۔

ان کے نام میں بہت اختلاف ہے اور اس سلسلہ میں متعدد اقوال تذکرہ نگاروں نے نقل کئے ہیں علامہ ذہبیؒ نے لکھا ہے کہ ان کے نام سے متعلق دس اقوال ملتے ہیں، علامہ ابن الجزری نے لکھا ہے کہ ان کے ناموں سے متعلق تیرہ اقوال ملتے ہیں، ابن حجر عسقلانی، خطیب بغدادی، اور دوسرے تذکرہ نگاروں نے بھی اس سلسلہ میں بہت سی روایتیں اور اقوال تحریر کئے ہیں خود ان کے عہد میں ان کا صحیح نام علماء ومحدثین کے یہاں زیر بحث رہا، تعدد واختلاف کا اندازہ ان کے مندرجہ ذیل ناموں سے لگایا جا سکتا ہے۔

ابوبکر، شعبہ، محمد، عبداللہ، سالم، روبتہ، مسلم، خداش، مطرف، حماد، حبیب احمد عنترہ، قاسم، عتیق، عطار وغیرہ[2]

مذکورہ بالا تمام ناموں میں ابوبکر اور شعبہ کا ذکر اور ناموں کی بہ نسبت زیادہ

---

[1] غایۃ النہایہ ۱/ ۳۲۵

[2] ایضاً ومعرفۃ القراء ۱/ ۱۳۴ وتہذیب التہذیب ۱۲/ ۳۴ وتاریخ بغداد ۱۴/ ۳۷۲ - ۳۷۳

ملتا ہے، مگر بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ابو بکر بن عیاش کا کوئی نام ہی نہیں تھا، عمر بن ہارون کا بیان ہے کہ میں نے ابو بکر بن عیاش سے سوال کیا کہ بخدا آپ کا کیا نام ہے تو انہوں نے کہا میں نہیں جانتا میرے نام کے اوپر میری کینیت غالب ہے۔[۱] فضل بن موسیٰ کہتے ہیں کہ ابو بکر بن عیاش رح سے ان کا نام پوچھا گیا تو انہوں نے یہ دلچسپ جواب دیا کہ :-

ولدت وقد قسمت الاسماء۔[۲] میں پیدا ہوا تو تمام نام تقسیم ہو چکے تھے۔

ابو بکر بن عیاش مرض الموت میں تھے تو ان کے صاحبزادے ابراہیم نے پوچھا اے میرے والد آپ کا نام کیا ہے تو انہوں نے فرمایا۔

یا بنی ان اباک لم یکن لہ اسم [۳] اے میرے بیٹے تیرے باپ کا کوئی نام نہیں۔

لیکن انہیں کا دوسرا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد سے ان کے نام کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میرا نام وکنیت ایک ہی ہے [۴] ابو ھشام رفاعی کا بیان ہے کہ میں نے ابو بکر بن عیاش سے پوچھا کہ اے ابو بکر آپ کا نام کیا ہے۔ تو انہوں نے کہا ابو بکر بن عیاش رح[۵] ان کے صاحبزادے ابراہیم فرماتے ہیں

لم یکن لابی اسم غیر ابی بکر [۶] ابو بکر کے علاوہ میرے والد کا کوئی نام نہیں

یزید بن ہارون کا بیان ہے کہ ابو بکر سے ان کا نام پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا۔

یوم وضعتنی امی سمتنی ابا بکر [۷] پیدائش کے دن ہی میری ماں نے میرا نام ابو بکر رکھا

بہر حال درست یہی ہے کہ ان کی کنیت ہی انکا نام ہے، ابن حبان، فضل بن

---

[۱] تاریخ بغداد ۱۴ / ۳۷۴

[۲] تہذیب التہذیب ۱۲ / ۳۴

[۳] ایضاً۔ ۱۲/ ۳۵

[۴] ایضاً

[۵] تاریخ بغداد ۱۴ / ۳۷۴

[۶] ایضاً ۱۴/ ۳۷۳۔

[۷] ایضاً ۱۴ / ۳۷۴

موسی، ابن حجر عسقلانی اور دوسرے تذکرہ نگاروں نے بھی ان کی کنیت ہی کو ان کا نام قرار دیا ہے۔ [۱] علامہ ذھبی لکھتے ہیں :۔

فی اسمہ اقوال اصحھا کنیۃ او شعبۃ نعلی الکنیۃ جماعت ثقات عنہ۔ [۲]

انکے نام میں کئی اقوال ہیں لیکن سب سے درست یہ ہے کہ انکی کنیت ہی انکا نام ہے یا پھر شعبہ نام ہے، لیکن کنیت والے نام کو ایک ثقہ جماعت نے ادلی کہا ہے۔

احمد بن عبداللہ الخزرجی رقمطراز ہیں :۔

مختلف فی اسمہ جدا والصحیح ان اسمہ کنیۃ۔ [۳]

ان کے نام میں بہت اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ ان کی کنیت ہی ان کا نام ہے۔

امام ابوبکر بن عیاش واصل بن حیان الاحدب کے آزاد کردہ غلام تھے۔ [۴] ایک دوسرے قول کے مطابق بنی کاہل بن اسد بن خزیمہ کے آزاد کردہ غلام تھے [۵] مگر اسے قیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جسکا ضعف ظاہر ہے۔

ولادت امام ابوبکر بن عیاش ۹۵ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے [۶] صاحب تذکرۃ الحفاظ نے ان کا سنہ ولادت ۹۶ھ لکھا ہے۔ [۷] جو صریحاً غلط ہے تعجب ہے کہ علامہ ذھبی سے یہ تسامح کیوں کر ہوا، اس کے علاوہ ۹۴ھ، ۹۶ھ اور ۱۰۰ھ کے بھی اقوال ملتے ہیں [۸] مگر یہ اس لئے درست نہیں ہیں کہ خود ابوبکر بن عیاش کا بیان ہے کہ

---

[۱] ایضاً و تہذیب التہذیب ۱۲/ ۳۶
[۲] تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۲۶۱
[۳] خلاصہ تہذیب الکمال ص ۴۴۵
[۴] الفہرست ص ۴۲
[۵] وفیات الاعیان ۱/ ۳۵۴
[۶] معرفۃ القراء ۱/ ۱۳۴ و غایۃ النہایہ ۱/ ۳۲۶
[۷] تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۲۴۲
[۸] تہذیب التہذیب ۱۲/ ۲۶ والتیسیر ص ۶

میری پیدائش ۹۵ھ میں ہوئی۔ [1] ابن الربیع کا بھی بیان ہے کہ ان کی ولادت ۹۵ھ میں ہوئی۔ [2]

وطن اور خاندان یہ کوفہ کے رہنے والے تھے اور علم و فضل کے لحاظ سے یہ خانہ ہمہ آفتاب تھا، چنانچہ ابوبکر نے اپنے والد سے احادیث کا سماع کیا ابوبکر کے بھائی حسن بن عیاش رح کوفی کوفہ کے نامور اہل علم تھے قرأت قرآن و علم حدیث کے ماہر اور عظیم المرتبت مقری تھے، ان کی ثقاہت وعدالت کا بھی ائمہ فن نے اعتراف کیا ہے۔

طلب علم اور شیوخ امام ابوبکر بن عیاش نے امام عاصم کوفی سے علم قرأت کی تحصیل و تکمیل کی، علامہ ابن القاصح بغدادی لکھتے ہیں کہ۔

ھو ابوبکر بن عیاش بن سالم الکوفی تعلم القرآن من عاصم خمسا خمسًا کما یتعلم الصبی من المعلم ۔ [3]	امام ابوبکر بن عیاش بن سالم کوفی نے امام عاصم سے قرآن مجید کی پانچ پانچ آیتیں اسطرح پڑھیں جسطرح ایک طالب علم اپنے استاذ سے پڑھتا ہے

خود ابوبکر بن عیاش نے اپنے شاگرد یحیٰی بن آدم سے کہا کہ میں نے امام عاصم سے قرآن ویسے ہی پڑھا جس طرح طلبہ اپنے اساتذہ سے پڑھتے ہیں ان کی قرأت کے علاوہ کسی اور کو اچھا نہیں سمجھتا ہوں اور جو قرآن میں نے تم کو پڑھایا وہ میں نے امام عاصم سے پڑھا ہے [4] عبید بن لعیش کا بیان ہے کہ میں نے ابوبکر بن عباش کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے امام عاصم سے بڑا کوئی قاری نہیں دیکھا اس لئے ان سے پڑھا،

امام ابوبکر بن عیاش امام عاصم کے شاگرد رشید ہیں ابن العماد حنبلی لکھتے ہیں۔

---

[1] معرفۃ القراء ۱/۱۳۴
[2] تاریخ بغداد ۱۴/۳۸۴
[3] سراج القاری المبتدی ص ۱۲
[4] معرفۃ القراء ۱/۱۳۷

امام ابوبکر امام عاصم کے اجل تلامذہ میں سے تھے | کان اجل اصحاب عاصم۔ [1]

ان کے اساتذہ کے بارے میں قدرے اختلاف ہے علامہ ذھبی رح اور ابن الجزری نے امام عاصم رح کے علاوہ ان کے شیوخ میں عطاء بن ابی السائب اور اسلم منقری کا بھی ذکر کیا ہے۔ [2] ہارون بن حاتم کا بیان ہے کہ میں نے ایک شخص سے سنا وہ کہہ رہا کہ میں نے ابوبکر بن عیاش سے دریافت کیا کہ آپ نے امام عاصم کے علاوہ بھی کسی سے قرآن پڑھا تو انہوں نے کہا ہاں عطاء بن ابی السائب اور اسلم منقری سے پڑھا [3] مگر علامہ ذھبی نے اس روایت کو مہمل قرار دیا ہے، [4] شاید ان کے سامنے ابوبکر بن عیاش کا وہ بیان رہا ہو کہ میں نے امام عاصم سے پانچ پانچ آیتیں کر کے پڑھا اور کسی دوسرے سے نہیں پڑھا اور تین سال تک مسلسل سردی، گرمی، اور برسات میں مستقل پڑھتا رہتا۔ [5] ملا علی قاری رقمطراز ہیں۔

شعبۃ بن عیاش بن سالم الاسدی تعلم من عاصم خمسا خمسا کان یاتیہ فی الحر والقر وربما خاض من المطر فبلغ حقویۃ او اکثر۔ [6]

شعبہ بن عیاش بن سالم اسدی نے امام عاصم سے پانچ پانچ آیتیں پڑھیں گرمی اور بارش میں بھی ناغہ نہ کیا بسا اوقات بارش کے زمانہ میں پانی سے گذرنا پڑتا تھا اور پانی کبھی کمر تک اور کبھی اس سے بھی زیادہ ہوتا۔

ابوبکر بن عیاش نے جن ائمہ کرام سے کسب حدیث کیا انکے اسمائے گرامی یہ ہیں:۔
ان کے والد عیاش بن سالم، ابی اسحاق السبیعی، سلیمان تیمی، سلیمان الاعمش

---

[1] شذرات الذھب ۱/۳۳۴
[2] معرفۃ القراء ۱/۱۳۶ وغایۃ النہایہ ۱/۱۲۶
[3] معرفۃ القراء ۱/۱۳۷
[4] ایضاً ۱/۱۳۸
[5] ایضاً۔
[6] شرح شاطبی ص ۱۴

اسماعیل بن ابی خالد، ابی حصین عثمان بن عاصم، عبدالعزیز بن رفیع، ھشام بن عروہ، عبدالملک بن عمیر، یزید بن ابی زیاد، حصین بن عبدالرحمٰن اسلمی، حمید طویل، سفیان التمار، ابی اسحاق الشیبانی، صالح بن صالح، عاصم بن بہدلہ، مطرف بن طریف، اسماعیل السدی، محمد بن عمرو بن علقمہ، مغیرہ بن مقسم وغیرہ [1]

درس وتدریس

امام ابو بکر بن عیاش نے طویل عمر پائی اور حیات مستعارہ کا بیشتر حصہ درس وتدریس اور تعلیم وتعلم میں گذارا اور بے شمار لوگوں نے قرات وحدیث کا اکتساب کیا، خود ابو بکر بن عیاش کا بیان ہے کہ میں نے لوگوں کو پچاس سال تک پڑھایا [2]

آخر عمر میں ابو بکر بن عیاش نہایت ضعیف ہو گئے تھے جسم میں رعشہ پیدا ہو گیا تھا اور نماز ٹیک لگا کر پڑھتے تھے وفات سے ۱۹ سال پہلے غالباً اسی کمزوری اور ضعف کیوجہ سے سلسلہ درس بند کر دیا تھا، علامہ ذھبیؒ لکھتے ہیں:

قطع الاقراء من قبل موته بتسع عشرة سنة [3]	امام ابو بکر نے وفات سے ۱۹ سال قبل پڑھانا چھوڑ دیا تھا۔

اسحاق بن ابراہیم کا بیان ہے کہ ایک شخص ابو بکر بن عیاش کے پاس آیا اور کہا کہ اے ابو بکر آپ لوگوں کو حدیث کیوں نہیں پڑھاتے تو انہوں نے کہا میں نے لوگوں کو پچاس سال تک پڑھایا پھر انہوں نے کہا پڑھو قل ھو اللہ احد اس نے پڑھا پھر دوبارہ پڑھنے کو کہا یہاں تک کہ اسی طرح بیس مرتبہ پڑھوایا تو اس شخص کو ناگوار ہوا۔ تو ابو بکر نے کہا میں نے لوگوں کو پچاس سال تک پڑھایا اور ناگواری ودقت محسوس نہ کی اور تم ایک ہی لمحے میں پریشان ہو گئے [4]

---

[1] معرفۃ القراء ۱/ ۱۳۵ وتہذیب التہذیب ۱۲/ ۳۴ وتاریخ بغداد ۱۴/ ۳۷۲
[2] ایضاً ۱۴/ ۳۷۷ [3] العبر فی خبر من غبر ۱/ ۳۱۱
[4] تاریخ بغداد ۱۴/ ۳۷۹

تلامذہ امام ابوبکر بن عیاش سے بے شمار لوگوں نے اپنی علمی تشنگی سرد کی علم قرأت کی تحصیل کرنیوالے تلامذہ کے نام یہ ہیں :-

ابو یوسف بن یعقوب بن خلیفہ الاعشی، عبدالرحمن بن ابی حماد، عروہ بن محمد اسدی، یحییٰ بن محمد علیمی، سہل بن شعیب، اسحٰق بن عیسیٰ، اسحٰق بن یوسف الازرق احمد بن جبیر، برید بن عبدالواحد، حسین بن عبدالرحمن، حسین بن علی الجعفی، حماد بن ابی زیاد طاہر بن ابی احمد زبیری، عبداللہ بن عمرو بن ابی امیہ، عبدالمؤمن بن ابی حماد بصری، عبدالجبار بن محمد العطاری، عبدالحمید بن صالح عبید بن نعیم، علی بن حمزہ کسائیؒ، المعانی بن یزید، یحیی بن منصور رازی، میمون بن صالح دارمی، ہارون بن حاتم، یحییٰ بن آدم، یحییٰ بن سلیمان جعفی، خلاد بن خالد صیرفی، عبید بن صالح، احمد بن عبدالجبار العطاردی اور ابو عمر والدوری وغیرہ [1]

امام ابوبکر بن عیاش سے جن لوگوں نے احادیث کا سماع و روایت کیا ان کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

امام سفیان ثوری، عبداللہ ابن المبارک، ابوداؤد الطیالسی، محمد بن عبداللہ بن نمیر، علی بن محمد الطنافسی، احمد بن عمران اخنسی، اسود بن عامر شاذان، یحیٰی بن آدم، یعقوب القمی، عبدالرحمن ابن مہدی، احمد بن یونس، ابونعیم، علی بن المدینی، احمد بن حنبل ابوبکر ابن معین، عثمان ابنا ابی شیبہ، اسماعیل بن ابان الوراق، یحیٰی بن یحیٰی نیشاپوری خالد بن یزید کاہلی، یحیٰی بن یوسف زمی، منصور بن ابی مزاحم، احمد بن منیع، حسین بن جعفی، عمرو بن زرارہ نیشاپوری، ابوکریب محمد بن العلاء، ابوھشام رفاعی، حسن بن عرفہ، احمد بن عبدالجبار العطاردی وغیرہ [2]

---

[1] غایۃ النہایۃ ۱/۳۲۶ و معرفۃ القراء ۱/۱۳۵

[2] ایضاً و تہذیب التہذیب ۱۲/۳۴ و تاریخ بغداد ۱۴/۳۷۲

سلسلہ قرأت امام ابوبکر بن عیاش کا سلسلہ قرأت اس طرح ہے کہ انہوں نے امام عاصم کوفی سے پڑھا اور انہوں نے حضرت عثمان غنی رضہ سے پڑھا اور حضرت عثمان غنی رضہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا اور سیکھا تھا، اسطرح امام ابوبکر کا سلسلۂ قرأت تین واسطوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچا ہے۔

فضل وکمال امام ابوبکر بن عیاش فضل وکمال کے بلند ترین مقام پر تھے، ابن المبارکؒ اور ابن مہدی نے ان کی تعریف کی ہے، علامہ ابن الجزری لکھتے ہیں کہ وہ امام کبیر اور عالم وعامل اور حجت تھے، ان کا شمار کبار ائمہ سنت میں ہوتا ہے، [۱] نیز فرماتے ہیں:-

وکان اماما کبیرا عالما عاملا وکان یقول انا النصف الاسلام۔ [۲]	وہ بڑے عالم وفاضل اور عامل تھے خود فرماتے تھے کہ میں نصف اسلام ہوں۔

علامہ ذھبیؒ لکھتے ہیں

وکان سیدا اماما حجۃ کثیرالعلم و العمل منقطع القرین۔ [۳]	وہ مقتدی وپیشوا تھے، حجت تھے علم وعمل میں تونگر اور اپنے عہد کے بے مثال عالم تھے۔

یافعی رقمطراز ہیں

شیخ الکوفۃ فی القراۃ والحدیث [۴]	وہ علم قرأۃ وحدیث میں کوفہ کے شیخ تھے۔

یعقوب بن شیبہ کا بیان ہے

وکان لہ فقہ وعلم بالاخبار [۵]	وہ فقہ اور تاریخ کا بھی علم رکھتے تھے

---

[۱] النشر ۱/۱۵۶
[۲] غایۃ النہایہ ۱/۳۲۶
[۳] معرفۃ القراء ۱/۱۳۵
[۴] مرأۃ الجنان ۱/۴۴۴
[۵] تذکرۃ الحفاظ ۱/۲۲۱

ان کو عام طور پر شیخ القرار اور شیخ الاسلام جیسے القاب سے یاد کیا جاتا ہے

ابن عدی کا بیان ہے کہ۔

وھومن مشھوری مشائخ الکوفۃ وقرائھم ۔ [۱]	ابوبکر کوفہ کے مشاہیر بزرگوں میں شمار ہوتے تھے اور وہاں کے بلند پایہ قاری تھے ۔

ابو عیسیٰ نخعی کا قول ہے کہ :

رائیت ابابکر بن عیاش، فکانما رایت رجلا من صدر ھذہ الامۃ ۔[۲]	میں نے ابوبکر بن عیاش کو جب دیکھا تو ایسا محسوس ہوا گویا اس امت کے قرن اول کے کسی شخص کو دیکھ رہا ہوں ۔

خیر الدین زرکلی تحریر کرتے ہیں

من مشاھیر القراء کان عالما فقیھا فی الدین ۔[۳]	مشہور قرار میں سے تھے وہ دین کے عالم وفقیہ تھے

قرآن پاک اور علم قرأت سے تعلق

امام ابو بکر بن عیاش کو قرآن پاک سے بڑا شغف وتعلق تھا اور دراصل قرآن کی قرأت ہی ان کی زندگی کی کلاہِ افتخار بھی ہے، امام احمد بن حنبل کا بیان ہے کہ ابو بکر صاحب قرآن وخیر ہیں ۔[۴]

امام ابو بکر قرآن پاک کی تلاوت کثرت سے کرتے تھے کئی سندوں سے مروی ہے کہ وہ چالیس سال تک مسلسل شب و روز میں ایک قرآن ختم کرتے ،[۵] ایک دوسری

---

[۱] تہذیب التہذیب ۳۵/۱۲

[۲] تاریخ بغداد ۳۸۰/۱۴

[۳] الاعلام ۱۶۵/۳

[۴] تذکرۃ الحفاظ ۲۴۱/۱

[۵] معرفۃ القرار ۱۳۸/۱

روایت میں ہے کہ انہوں نے اپنے مکان کے گوشے میں اٹھارہ (۱۸) ہزار مرتبہ قرآن ختم کیا تھا۔ ایک اور قول کے مطابق چوبیس (۲۴) ہزار مرتبہ قرآن پاک ختم کیا ہے[1] یحییٰ حمانی کا بیان ہے کہ میں ابوبکر کے انتقال کے وقت ان کے پاس گیا اس وقت ان کی بہن رونے لگیں تو ابوبکر نے اپنی بہن سے کہا کیوں روتی ہو اس گوشہ کو دیکھو میں نے وہاں اٹھارہ ہزار مرتبہ قرآن پاک ختم کیا ہے[2]

بیشتر تذکرہ نگاروں نے اس واقعہ کے ذکر میں ان کی بہن ہی کے رونے کا تذکرہ کیا ہے، صرف اولیائے رجال الحدیث کے مؤلف نے ان کی بہن کے بجائے ان کی صاحبزادی کے رونے کا تذکرہ کیا ہے جو یقیناً غلط ہے[3]

ایک روایت یہ بھی ہے کہ ابوبکر نے اپنے صاحبزادے سے فرمایا کہ گھر کے اس گوشے میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہرگز نہ کرنا میں نے اس میں اٹھارہ ہزار مرتبہ قرآن ختم کیا ہے[4] ایک قول یہ بھی ہے کہ ان کی وفات کے وقت ان کے صاحبزادے رونے لگے تو ابوبکر نے فرمایا اے بیٹے کیوں روتے ہو کیا اللہ تعالیٰ تمہارے والد کے ان چالیس سالوں کو جس کی تمام راتوں کو قرآن مجید کی تلاوت کی ہے ضائع کر دیگا۔[5]

امام اعمش جو جلیل القدر قاری و محدث ہیں اپنے مزاج و معمول کے برخلاف ابوبکر کا ہاتھ پکڑ کر اپنے پاس بٹھاتے، ایک شخص نے ان سے پوچھا کہ آپ ان کیساتھ یہ معاملہ کیوں کرتے ہیں تو انہوں نے کہا قرآن کی وجہ سے[6]۔

---

[1] مرآۃ الجنان ۱/۳۴۴
[2] معرفۃ القراء ۱/۱۳۸ و تذکرۃ الحفاظ ۱/۲۴۲ و النشر ص ۱۵۶
[3] عبد المصطفیٰ اعظمی اولیائے رجال الحدیث ص ۶۳
[4] شرح شاطبی ص ۱۴
[5] تاریخ بغداد ۱۴/۳۸۳
[6] معرفۃ القراء ۱/۱۳۷

حدیث میں بلند پائیگی قرأت قرآن کے علاوہ حدیث میں بھی وافر دستگاہ حاصل تھی علامہ ابن سعد نے عارفا بالحدیث لکھا ہے [۱] ابن الجزری نے وکان من ائمۃ السنۃ قرار دیا ہے [۲] ابن المبارک فرماتے ہیں۔

مارایت احدا اسرع الی السنۃ من ابی بکر بن عیاش [۳]	میں نے اتباع سنت میں ابوبکر بن عیاش سے زیادہ بہتر کسی کو نہیں پایا۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ ان سے مروی حدیثیں منکر نہیں ہیں اور وہ ثقہ ہیں [۴]

نقد و جرح امام ابوبکر بن عیاش کی ثقاہت وعدالت کا اکثر ائمہ جرح وتعدیل نے اعتراف کیا ہے، چنانچہ ابوداؤد، ابن معین، حمزہ بن سعید، عبداللہ بن احمد، عجلی اور احمد بن حسن نے ثقہ [۵] اور ساجی اور علامہ ذہبی نے صدوق قرار دیا ہے، [۶] عثمان دارمی نے ابوبکر بن عیاش اور ان کے بھائی حسن بن عیاش دونوں کو اہل صدق وامانت کہا ہے [۷] علامہ ابن سعد لکھتے ہیں:-

وکان ابو بکر ثقۃ صدوقا۔ [۸]	ابوبکر ثقہ وصدوق تھے

ان کا ذکر ابن حبان نے کتاب الثقات میں کیا ہے، [۹] ابن عدی کا بیان ہے کہ ابوبکر نے جو روایتیں امام عاصم سے کی ہیں اسے روایت کرنے میں کوئی حرج

۱۔ طبقات ابن سعد ۶/ ۲۶۹
۲۔ غایۃ النہایہ ۱/ ۳۲۶
۳۔ معرفۃ القراء ۱/ ۱۳۵
۴۔ خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال ص ۴۴۵
۵۔ معرفۃ القراء ۱/ ۱۳۵ و تہذیب التہذیب ۱۲/ ۳۵
۶۔ میزان الاعتدال ۱/ ۴۴۶
۷۔ تہذیب التہذیب ۱۲/ ۳۵
۸۔ طبقات ابن سعد ۶/ ۲۶۹
۹۔ تہذیب التہذیب ۱۲/ ۳۵

نہیں ؎۱

مگر بعض لوگوں نے نقد جرح کرتے ہوئے سوء حفظ اور وہم و خطاء کا مرتکب بتایا ہے، یعقوب بن شیبہ کا بیان ہے کہ ان کی حدیث میں اضطراب پایا جاتا ہے، ؎۲ امام احمد بن حنبل کا بیان ہے کہ وہ بسا اوقات غلطی بھی کرتے تھے، ؎۳ اور حاکم ابو احمد کا قول ہے کہ وہ حافظ نہیں تھے، ؎۴ مگر علامہ ابن حجر عسقلانی نے اس کی توجیہ یوں کی ہے۔

وذالک انہ لما کبر ساء حفظہ فکان یھم اذ روی والخطاء والوھم شئیا لا ینفک عنھما البشر فمن کان لا یکثر ذالک منہ فلا یستحق ترک حدیثہ بعد تقدم عدالتہ ؎۵	ابوبکر بن عیاش کی روایتوں میں وہم کی وجہ انکی کبر سنی ہے جسکی بنا پر انکا حافظہ برقرار نہ رہ سکا خطاء اور وہم دو الگ الگ چیزیں ہیں جو انسان سے متعلق ہوتی ہیں تو جب انکی ثقاہت معلوم ہے تو پھر ان کی حدیث کو نہ لینا مناسب نہیں ہے۔

ابن حبان نے بھی حافظ اور متقن قرار دیا ہے۔ ؎۶

بعض لوگوں نے ان کی حدیث کی تضعیف بھی کی ہے اور کچھ لوگوں نے نہ صرف ضعیف بتایا ہے بلکہ زیادہ غلطی کرنے والا اور کثیر عسقلانی لکھا ہے۔ ؎۷ مگر علامہ ابن حجر عسقلانی اس سے متفق نہیں وہ لکھتے ہیں:-

والصواب فی امرہ مجانبۃ ما علم انہ اخطا فیہ والاحتجاج بما یرویہ	ان کے معاملہ میں درست بات یہ ہیکہ جن مرویات میں غلطیوں کا علم ہو چکا ہے انکو نہ لیا جائے ان کی بقیہ

؎۱ تہذیب التہذیب ۳۵/۱۲
؎۲ معرفۃ القراء ۱۳۶/۱
؎۳ تذکرۃ الحفاظ ۲۴۱/۱
؎۴ تہذیب التہذیب ۳۷/۱۲
؎۵ ایضاً ۳۶/۱۲
؎۶ ایضاً
؎۷ معرفۃ القراء ۱۳۶/۱

سواء، وافق الثقات او خالفهم ۔ [۱] روایات خواہ وہ ثقات کے موافق ہوں یا مخالف قابل حجت ہوں گی ۔

فقہ امام ابوبکر بن عیاش کو فقہ میں بھی درک وبصیرت حاصل تھی حافظ یعقوب بن شیبہ کا بیان ہے کہ انہیں علم فقہ اور حدیث دونوں میں مہارت حاصل تھی ؛[۲] فقہ میں ان کے شیخ مغیرہ تھے جن کے متعلق انہوں نے کہا کہ مغیرہ سے بڑا فقیہ نہیں دیکھا اس لئے ان کیساتھ رہا ؛[۳] ایک موقع پر کوفہ کے گورنر موسیٰ بن عیسیٰ نے ان کا تعارف کراتے ہوئے ان کو فقیہ الفقہا کہا ہے [۴]

عبادت امام ابوبکر بن عیاش کی پاکیزہ زندگی کا سب سے تابدار پہلو اُن کی عبادت دریاضت ہے وہ نہایت عابد وزاہد اور صاحب تقویٰ وصلاح تھے اور مسلسل ساٹھ سال تک اور ایک روایت کے مطابق ستّر سال تک عبادت میں مصروف رہے [۵] یزید بن ہارون کہتے ہیں کہ ابوبکر بن عیاش بڑے عالم اور صاحب فضل تھے ، چالیس سال تک اپنے پہلو کو زمین سے نہیں لگایا ؛[۶] امام عبداللہ نخعی اور یحییٰ ابن معین کا بیان ہے کہ پچاس سال ابوبکر کے لئے بستر نہیں بچھایا گیا ؛[۷] ابن سعد نے ان کا شمار علمائے کوفہ کے ساتویں طبقہ میں کیا ہے اور لکھا ہے کہ ابوبکر عبادت گذاروں میں سے تھے ؛[۸] ابن سعد نے بھی وکان من العباد لکھا ہے [۹]

---

[۱] تہذیب التہذیب ۱۲ / ۳۶
[۲] معرفۃ القراء ۱/ ۱۳۶
[۳] ایضاً ۱/ ۱۳۸
[۴] تاریخ بغداد ۱۴/ ۳۷۵
[۵] تہذیب التہذیب ۱۲/ ۳۶
[۶] معرفۃ القراء ۱/ ۱۳۶ وتاریخ بغداد ۱۴/ ۳۸۰
[۷] معرفۃ القراء ۱/ ۱۳۶ وغایۃ النہایہ ۱/ ۳۲۶
[۸] ابراز المعانی ص ۲۴
[۹] طبقات ابن سعد ۶/ ۲۶۹

حافظ یعقوب بن شیبہ کا قول ہے کہ ابو بکر نیکی اور تقوی کی صفت میں معروف تھے[۱] یحیی بن سعید کا بیان ہے کہ میں نے ابو بکر بن عیاش سے بڑا متقی نہیں دیکھا،[۲] ان کے شاگرد عبداللہ ابن مبارک فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے زیادہ سنت پر عمل کرنے والا نہیں دیکھا، عجلی کا بیان ہے کہ وہ صاحب سنت وعبادت تھے[۳] خود ابو بکر بن عیاش فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی کوئی فحش کام نہیں کیا۔[۴]

نماز اور روزہ امام ابو بکر بن عیاش صوم وصلوٰۃ کے بڑے پابند تھے، نوافل میں شب گذاری ان کا معمول تھا امام وکیع کا بیان ہے کہ ابو بکر بن عیاش جمعہ کو امام کے سلام کے بعد عصر تک نماز پڑھتے ہیں اور ان کا یہ معمول چالیس سال سے ہے،[۵] انہوں نے ستر سال تک روزہ رکھا اور راتوں کو مسلسل نماز پڑھی ہے[۶] احمسی کا بیان ہے کہ میں نے ان سے بہتر نماز پڑھنے والا نہیں دیکھا،[۷] ابن عمار کا بیان ہے کہ ابو بکر نے فرمایا کہ میں نے اسّی رمضان میں روزے رکھے۔[۸]

کرامت ان کی بعض کرامتیں بھی مشہور ہیں، یحیی بن حماد کہتے ہیں کہ مجھ سے ابو بکر بن عیاش نے بیان کیا کہ ایک رات میں زمزم کے کنوئیں پر آیا تو ایک بالٹی شہد اور دودھ نوش کیا۔[۹] ایک دوسری روایت ان کے الفاظ یہ ہیں۔

---

[۱] تذکرۃ الحفاظ ۱/۲۴۱ ومعرفۃ القراء ۱/۱۳۶

[۲] معرفۃ القراء ۱/۱۳۷

[۳] تہذیب التہذیب ۱۲/۳۶

[۴] ایضاً

[۵] طبقات ابن سعد ۶/۲۶۹

[۶] تہذیب التہذیب ۱۲/۳۶

[۷] ایضاً ۱۲/۳۷

[۸] تاریخ بغداد ۱۴/۳۸۲

[۹] معرفۃ القراء ۱/۱۳۶ وتہذیب التہذیب ۱۲/۳۷

اتیت زمزم فاستقیت منہا عسلاو اتیتہا فاستقیت منہا لبنا، واتیتہا فاستقیت منہا ماء[1] — میں نے زمزم کے کنوئیں میں ڈول ڈالا تو ایک ڈول دودھ نکالا دوبارہ ڈالا تو شہد نکالا اور تیسری بار ڈالا تو پانی نکالا۔

ذوق شعری

امام ابوبکر بن عیاش کو شعروادب سے بھی دلچسپی تھی خود فرماتے ہیں کہ میرے اوپر ایک مصیبت آئی جس سے مجھے سخت تکلیف پہونچی تو میں نے ذوالرمہ کا یہ شعر پڑھا ؎

لعل انحدار الدمع یعقب راحۃ — من الوجد اویشفی نجی البلابل

اور میں تنہائی میں جاکر رویا تو مجھے آرام مل گیا[2] ابن خلکان نے ایک اور قول نقل کیا ہے جس میں مزید ایک اور شعر ہے۔

خلیلی عوجا صدور الرواحل — بمھجور خروی نابکیا فی المنازل

ہوسکتا ہے ذوالرمہ کا پورا قصیدہ ہو اور تذکرہ نگاروں نے صرف دو ہی شعر لکھنے پر اکتفا کیا ہو، صاحب مرأۃ الجنان نے بھی دو ہی شعر لکھا ہے[3]

ان اشعار کے علاوہ بھی کچھ اور اشعار تذکروں میں ملتے ہیں جنھیں ابوبکر بن عیاش پڑھا کرتے تھے، علی بن خشرم کہتے ہیں کہ میں نے ابوبکر بن عیاش کو یہ اشعار پڑھتے ہوئے سنا۔

بلغت الثمانین، اوجزتہا — فماذا اومل اوانتظر؟

علتنی السنون، فابلیننی — ودقت عظامی، وکل البصر

امافی الثمانین من مولدی — ودون الثمانین مایعتبر؟[4]

ابن یحیی نہشلی کا بیان ہے کہ ابوبکر بن عیاش نے فرمایا ؎

---

[1] تاریخ بغداد ۱۴/ ۳۸۰ ۔ [2] وفیات الاعیان ۱/ ۳۵۴۔

[3] مرأۃ الجنان ۱/ ۴۴۴ ۔ [4] تاریخ بغداد ۱۴/ ۳۸۲ ۔

صرمت من ضعفی کالثوب الخلق   طورا یرفیه وطورا ینفتق
من صحب الدھر تقی بالعلق[۱]

ان اشعار سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا شعری ذوق بلند اور بڑا صاف ستھرا تھا اور انھیں برمحل اشعار پڑھنے پر بھی قدرت تھی، مذکورہ اشعار میں انھوں نے کتنے عمدہ انداز سے اپنے ضعف اور پیرانہ سالی کا ذکر کیا ہے۔

بنوامیہ کی حمایت

امام ابوبکر بن عیاش گو بنو عباس کے دور حکومت میں تھے اور اپنے علم وفضل اور زہد وتقویٰ کیوجہ سے ایوان حکومت میں بھی اثر ورسوخ رکھتے تھے تاہم وہ بنوامیہ کے حمایتی اور ان کیلئے کلمہ خیر کہنے والے تھے اور ان کے عہد کو عوام کیلئے نفع بخش تصور کرتے تھے ایک مرتبہ ابوبکر بن عیاش کو خلیفہ ہارون رشید نے طلب کیا وہ خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کے ساتھ امام وکیع بھی تھے، خلیفہ نے ان سے پوچھا کہ اے ابوبکر بن عیاش آپ نے بنوامیہ کا دور بھی دیکھا ہے اور ہمارا بھی ان میں سے کون بہتر ہے تو ابوبکر بن عیاش نے کہا۔

اولٰئک کانوا انفع للناس وانتم اقوم بالصلوۃ۔

وہ (بنوامیہ) لوگوں کے لئے نفع بخش تھے اور تم ان کے اچھے جانشین ہو۔

خلیفہ ہارون رشید نے پھر انھیں واپس کر دیا اور انھیں چھ ہزار دینار اور امام وکیع کو تین ہزار دینار دینے کا حکم دیا۔[۲]

اسی طرح ابوبکر بن عیاش ایک مرتبہ کوفہ کے گورنر موسی بن عیسی کے یہاں گئے وہاں عبداللہ ابن مصعب زبیر بھی تھے گورنر نے ان کے لئے تکیہ منگایا جس سے انھوں نے ٹیک لگائی اور پیر پھیلا دیئے تو عبداللہ ابن مصعب زبیری نے گورنر سے مخاطب ہو کر کہا یہ کون شخص ہے جو بغیر اجازت داخل ہوا ٹیک لگائی اور پھر پیر پھیلا دیئے گورنر نے کہا۔

۱؎ تاریخ بغداد ۱۴/ ۳۸۲ ۲؎ تاریخ بغداد ۱۴/ ۳۷۵ دمعرفۃ القراء ۱/ ۱۳۵

هذا فقيه الفقهاء الرأس عند اهل المصر ابوبكر بن عياش ۔

یہ فقیہ الفقہاء اور اہل مصر کے امام ابوبکر بن عیاش ہیں ۔

اس پر زبیری نے کہا کہ آپ نے ان کے ساتھ جو معاملہ کیا وہ نہ بہتر ہے اور وہ نہ اس کے مستحق ہیں اس پر ابوبکر بن عیاش بولے ۔

يا ايها الامير من هذا الذى سئال عنى بجهل، ثم تتابع فى جهله بسوء قول وفعل؟ فنسبه له فقال اسكت مسكتا فبابيك غدر بيعتنا وبقول الزور خرجت امنا، وبابنه هدمت كعبتنا، وبك احرى ان يخرج الدجال فينا ۔

اے امیر یہ کون ہے جو مجھ سے ناواقف ہو کر میرے بارہ میں پوچھتا ہے پھر اپنی عدم واقفیت کے باوجود میرے بارہ میں نامناسب باتیں کہتا ہے، تو امیر نے ان کا تعارف کرایا تب ابوبکر بن عیاش بولے، چپ رہ تمہارے باپ ہی کیوجہ سے ہماری بیعت توڑی گئی اور غلط بیانی کیوجہ سے ہماری ماں (حضرت عائشہ رض) میدان میں آئیں اور ان کے بیٹے (حضرت عبداللہ ابن زبیر رض) کیوجہ سے ہمارا کعبہ منہدم کیا گیا اب تم اس بات کے مستحق ہو کہ یہ اعلان کردو کہ دجال کا خروج ہم میں ہو گا ۔

اس پر گورنر ہنس دیئے اور زبیری سے کہا کہ خوب جانتا ہوں کہ وہ ابوبکر بن عیاش تمہارے خاندان اور آبار واجداد سے بخوبی واقف ہیں اور ان کے خیر خواہ بھی ہیں مگر تم اپنے آبار واجداد کے حق میں برا کر رہے ہو[1]

فضیلت شیخین

حسن ابن عیسیٰ کہتے ہیں کہ عبداللہ ابن مبارک اور فضیل ابوبکر بن عیاش کی فضیلت کے قائل تھے اور ان کی یہ رائے اس لئے اہم ہے کہ اگر یہ لوگ فضیلت شیخین کے قائل نہ ہوتے تو عبداللہ ابن مبارک ان کو تعظیم

---

[1] تاریخ بغداد ۱۴ / ۳۷۵ - ۳۷۶ ۔

کا مستحق نہ سمجھتے[1]

ایک اور روایت کے مطابق خود ابوبکر بن عیاش فرماتے تھے کہ اگر میرے پاس حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کسی ضرورت کے تحت تشریف لاتے تو میں حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ سے پہلے حضرت علیؓ کی ضرورت پوری کرنے کی کوشش کرتا کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت رکھتے تھے، اس کے باوجود وہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے مرتبہ شناس بھی تھے جس کا اظہار ان کے اس قول سے ہوتا ہے۔

ولان اخر من السماء الی الارض احب الی من ان اقدمہ علیھما[2]	میں آسمان سے زمین پر پھینک دیا جاؤں یہ مجھے زیادہ پسند ہے بہ نسبت اسکے کہ میں حضرت علیؓ کو حضرات شیخین پر مقدم سمجھوں۔

ایک مرتبہ انھوں نے اپنی مجلس میں فرمایا کہ آج میں ایک ایسی بات کہنا چاہتا ہوں کہ اگر اس میں کوئی میری مخالفت کریگا تو اس سے مطلق قطع تعلق کرونگا حاضرین مجلس نے کہا کہ آپ فرمائیے تو انھوں نے فرمایا نبیوں اور رسولوں کے بعد حضرت ابوبکرؓ سے زیادہ افضل انسانوں میں کوئی اور نہیں پیدا ہوا لوگوں نے کہا کہ آپ نے سچ فرمایا لیکن عاصم بن یوسف نے عرض کیا کہ کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وصی حضرت یوشع بن نون بھی نہیں؟ تو انھوں نے کہا کہ ہاں یوشع بن نون بھی نہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وصی ہیں البتہ اگر وہ نبی ہیں تو اور بات ہے، پھر انھوں نے اپنی بات کی تائید میں آیت کریمہ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس پڑھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول افضل ھذہ الامۃ بعدی ابوبکر بھی نقل کیا[3]

ابو ہشام رفاعی کا بیان ہے کہ میں نے ابوبکر بن عیاش کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت ابوبکر الصدیقؓ خلیفہ رسول ہیں اور یہ قرآن سے ثابت ہے اور پھر یہ آیت کریمہ تلاوت کی

للفقراء المھاجرین الذین اخرجوا من دیارھم واموالھم

---

[1] تاریخ بغداد ۱۴/۳۷۵-۳۷۶ [2] ایضاً [3] ایضاً ۱۴/۳۷۷-

یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا وینصرون اللہ ورسولہ اولئک ھم الصادقون ۔ (الحشر ۔ ۸)

جنکو اللہ تعالیٰ نے صادق کہا ہے (یعنی صحابہ کرام رض) وہ جھوٹے نہیں ہو سکتے اور انھیں لوگوں نے حضرت ابو بکر الصدیق رض کو یا خلیفہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم کہا ہے[۱]

عقیدہ ومسلک ایک واقعہ سے ان کے عقیدہ ومسلک کا اندازہ ہوتا ہے وہ مندرجہ ذیل ہے ۔

امام ابوبکر بن عیاش کے ساتھ کشتی میں ایک مرجئی ایک رافضی اور ایک حروری تینوں سوار تھے ۔ ان تینوں کے درمیان دوران بحث اختلاف ہوگیا تو انھوں نے امام ابوبکر سے رجوع کیا اور کہا کہ آپ حکم بن جائیے ابو بکر نے کہا کہ تم لوگ جانتے ہو کہ میرا مسلک تم تینوں سے جدا ہے ان لوگوں نے کہا کہ پھر بھی آپ فیصلہ کیجیئے ، تب ابوبکر بن عیاش رافضی سے مخاطب ہوئے اور کہا کہ

فی الدنیا قوم اجھل منکم ؟ تزعمون ان ھذا الامر کان بصاحبکم فترکہ حیاتہ وسلمہ لغیرہ ثم تبغون ان تأخذوا بہ بعد وفاتہ ۔

دنیا میں تم سے زیادہ جاہل کوئی قوم ہو گی ؟ تمہارا یہ خیال ہے کہ خلافت تمہارے سردار کا حق ہے مگر انھوں نے تو اپنی زندگی ہی میں اسکو خیرباد کہہ دیا اور دوسرے کے حوالہ کر دیا اب تم ان کی وفات کے بعد اسکو حاصل کرنا چاہتے ہو ۔

پھر حروری سے مخاطب ہو کر کہا ۔

ترعون عن قتل النساء والدان و تستحلون سفک دماء المسلمین ۔

عورتوں اور بچوں کے قتل سے تو تم بچتے ہو مگر مسلمانوں کی خونریزی جائز سمجھتے ہو ۔

پھر مرجئی سے مخاطب ہو کر فرمایا ۔

انت احمق الثلاثہ ، ھذا ان

تم تو ان تینوں میں سب سے بڑے احمق ہو یہ

---

[۱] ایضاً و معرفۃ القراء ۱/۱۳۶ و غایۃ النہایہ ۱/ ۳۲۲

يزعمان انك فى النار وانت تشهد انهما فى الجنة[1]	دونوں تم کو جہنمی قرار دیتے ہیں اور تم کہتے ہو کہ یہ دونوں جنتی ہیں ۔

ابن یونس کا بیان ہے کہ میں نے ابوبکر بن عیاش سے دریافت کیا کہ میرا ایک شیعہ پڑوسی بیمار ہے کیا میں اسکی عیادت کرسکتا ہوں، تو ابوبکر بن عیاش نے فرمایا کہ اسکی عیادت اسی طرح کرو جیسے تم کسی یہودی یا نصرانی کی عیادت کرتے ہو مگر ثواب کی نیت نہ کرنا۔[2]

فتنۂ خلق قرآن

مامون و معتصم کے دور کا بدنام زمانہ فتنۂ خلق قرآن کا ہے، ابوبکر بن عیاش اس عقیدہ کے سخت مخالف تھے، ایک مرتبہ ان سے دریافت کیا گیا کہ ابن علیہ کی قرآن کے سلسلے میں جو رائے ہے اسکے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے تو انھوں نے فرمایا۔

ويلك من زعم ان القرآن مخلوق وهو عندنا كافر زنديق عدو الله لانجالسه ولا نكلمه[3]	وہ ہلاک ہو جائے جو خیال کرے کہ قرآن مخلوق ہے وہ کافر زندیق اور اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے ہم اسکے ساتھ نہ بیٹھینگے اور نہ بات کرینگے ۔

مقولے

ان سے بعض مفید اور دلچسپ مقولے بھی منقول ہیں ابوہشام رفاعی بیان کرتے ہیں کہ ابوبکر بن عیاش نے فرمایا ۔

الخلق اربعة معذور ومخبور ومجبور ومثبور فالمعذور البهائم والمخبور بنوآدم والمجبور الملائكة والمثبور ابليس[4]	مخلوق کی چار قسمیں ہیں معذور، آزمودہ، مجبور و بےبس، اور ہلاکت زدہ، معذور بہائم ہیں آزمودہ انسان ہیں، مجبور اور بےبس فرشتے ہیں اور ہلاکت زدہ شیاطین ہیں ۔

---

1. تاریخ بغداد ۱۴/ ۳۷۷ 2. ایضاً ۔
3. غایۃ النہایہ ۱/ ۳۲۶ 4. تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۲۴۲

انھیں کا دوسرا قول ہے کہ خاموشی کا سب سے چھوٹا فائدہ سلامتی ہے اور یہ عافیت کیلئے کافی ہے، اور بولنے کا سب سے چھوٹا نقصان شہرت ہے اور یہ مصائب کیلئے کافی ہے [۱]

علامہ ذہبیؒ نے لکھا ہے کہ ابوبکر نے کہا کہ علم میں داخل ہونا آسان ہے لیکن اس سے نکل کر خدا کی طرف متوجہ ہونا مشکل ہے [۲]

ان پر خشیت الٰہی کا غلبہ رہتا تھا، ایک مرتبہ فرمایا کہ دنیا میں آنا تو بہت سہل ہے، لیکن یہاں سے منتقل ہوکر اللہ تعالیٰ کی طرف جانا بہت سخت ہے [۳]

پیشہ امام ابوبکر بن عیاش کو تذکرہ نگاروں نے الحناط اور الخیاط لکھا ہے جس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ابوبکر یا تو سلائی کا کام کرتے تھے یا گیہوں کے تاجر تھے، مگر تذکرہ نگاروں نے ان کے پیشہ کے سلسلے میں کوئی صاف بات نہیں لکھی ہے۔

وفات امام ابوبکر بن عیاش نے طویل عمر پائی اور ۲۱/ جمادی الاولیٰ ۱۹۳ھ میں بعمر ۹۸/ سال مامون الرشید کے دور خلافت میں وفات پائی [۴]

بعض لوگوں نے انکا سنہ وفات ۱۹۴ھ، ۱۹۵ھ اور ۱۹۸ھ بھی لکھا ہے۔ مگر بیشتر تذکرہ نگاروں نے ۱۹۳ھ ہی سنہ وفات بتایا اور لکھا ہے [۵]

اولاد امام ابوبکر بن عیاش کی اولاد میں صرف ان کے صاحبزادے ابراہیم بن ابوبکر بن عیاش کا ذکر علامہ ابن حجر عسقلانی اور خطیب بغدادی نے کیا ہے۔

---

[۱] معرفۃ القراء ۱/ ۱۳۷ [۲] ایضاً۔ [۳] تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۲۴۲۔
[۴] غایۃ النہایہ ۱/ ۳۲۷ و المعارف ص ۲۲۲ و دول الاسلام ۱/ ۹۷۔ [۵] طبقات ابن سعد ۶/ ۲۶۹ و تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۲۴۲ و الفہرست ص ۴۳ وفیات الاعیان ۱/ ۳۵۴

امام حفص بن سلیمان کوفیؒ

قرن اول میں جن ائمہ کرام نے علم قرأت کے چراغ روشن کئے ان میں امام حفص بن سلیمان کوفی کا نام سرفہرست ہے ان کا شمار اقلیم علم قرأت کے تاجداروں میں ہوتا ہے ان کی تگ و دو، محنت و جانفشانی، اور اخلاص و للہیت سے ان کے طرز قرأت نے وہ قبول عام حاصل کیا کہ آج پورے عالم اسلام میں قرآن مجید انہیں کی طرز قرأت اور لب و لہجے سے پڑھا اور پڑھایا جاتا ہے مولانا قاری شاہ محمد حسین چشتی لکھتے ہیں:۔

"ان کی روایت بلاد مغرب کے علاوہ تمام ملک عرب و عجم میں خصوصیت کے ساتھ رائج ہے اور برصغیر ہندوپاک میں بھی یہی روایت پڑھی جاتی ہے اور قبولیت خداداد ہے کہ صدیاں گذر گئیں مگر آج بھی مکاتب و مدارس میں صرف روایت حفص پڑھائی جاتی ہے اور روئے زمین پر ایک ہزار حفاظ میں سے تقریباً نوسو ننانوے کو صرف یہی روایت حفص یاد ہے، ایسا شاید کوئی نہ ہو جس نے یہ روایت نہ پڑھی ہو"

امام حفصؒ نے اپنے عہد کے یکتائے روزگار تابعی اور امام القراء امام عاصم بن بہدلہ کوفی سے قرأت قرآن کی تحصیل و تکمیل کی اور مدۃ العمر اس کی ترویج و ترقی اور نشر و اشاعت میں مصروف رہے، محمد بن سعید العوفی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو فرماتے ہوئے سنا کہ:۔

"حفص بن سلیمان لو رأیت لقرت عیناک فہما و علما" ۱

امام حفص بن سلیمان کو اگر تم دیکھتے تو ان کے علم و فہم کی وجہ سے تمہاری نگاہیں ٹھنڈی ہو جاتیں۔

نام ونسب

حفص نام، ابو عمرو کنیت اور معلوم شجرہ نسب مندرجہ ذیل ہے۔ ابو عمرو حفص بن سلیمان بن المغیرۃ ابو عمر بن ابی داؤد اسدی کوفی ۲ اپنے نام حفص اور حفیص سے مشہور ہوئے ۳ امام القراء امام عاصم کوفی کے پروردہ اور ان کی بیوی کے لڑکے ہیں، استاذ اور شاگرد دونوں بنو اسد کے آزاد کردہ غلام تھے ۴

ابو الحسن اعظمی نے انہیں امام عاصم کا متبنی بتایا ہے ۵ جو صحیح نہیں ہے بلکہ وہ ان کی بیوی کے پہلے شوہر کے لڑکے تھے جنکو امام عاصم نے پالا تھا جیسا کہ ابن الجزری اور یاقوت رومی نے اس کی تصریح کی ہے وہ لکھتے ہیں:-

وکان ربیب عاصم ابن زوجتہ ۶

امام حفص امام عاصم کی گود میں پلے تھے اور حفص ان کی بیوی کی پہلے شوہر کے لڑکے تھے

علامہ ذہبی رقمطراز ہیں:-

ابن زوجۃ عاصم۔ ۷

امام عاصم کی بیوی کے لڑکے تھے

ولادت ووطن اور تعلیم

امام حفص بن سلیمان کوفی ۹۰ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے ۸ اور یہی کوفہ ان کا وطن بھی ہے۔ انہوں نے

---

۱ تہذیب التہذیب ۴۰۰/۲

۲ غایۃ النہایہ ۱۵۴/۱ و معجم الادباء ۱۱۸/۴ و کتاب الاشکال ص ۱۰۱ و شجرہ سبعہ قرأت ص ۱۹

۳ التیسیر ص ۶ و تہذیب التہذیب ۴۰۰/۲ و تقریب التہذیب ص ۷۷

۴ میزان الاعتدال ۲۶۱/۱

۵ علم قرأت اور قراء سبعہ ص ۱۰۱

۶ غایۃ النہایہ ۲۵۴/۱ و معجم الادباء ۱۱۸/۴ والتیسیر ص ۱۵۶

۷ معرفۃ القراء الکبار ۱۴۰/۱

۸ ایضاً و غایۃ النہایہ ۲۵۴/۱ و معجم الادباء ۱۱۸/۴

امام عاصم کوفی سے قرأت قرآن کی تعلیم حاصل کی، ابوحسین بن منادی کا بیان ہے کہ حفصؒ نے امام عاصم سے بار بار پڑھا اور اس فن میں بڑی مہارت وصلاحیت پیدا کی علامہ ابن الجزری فرماتے ہیں کہ :-

کان اعلم اصحاب عاصم بقرأة عاصم :- [1]
امام حفص امام عاصم کوفی کے تلامذہ میں قرأت عاصم کے سب سے بڑے واقف کار تھے

بعد ازاں بغداد جانے [2] اور تحصیل علم کے بعد مکہ معظمہ میں سکونت اختیار کرنے کا ذکر تذکروں میں ملتا ہے قیاس ہے کہ یہ سفر بھی حصول علم ہی کے سلسلے میں رہا ہوگا۔

پھر امام حفص بن سلیمان اپنے عہد کے ماحول اور دستور کے مطابق علم حدیث کے حصول میں مشغول ہوئے بعد ازاں خود ان سے علم حدیث کا اکتساب طالبین نے کیا۔ حدیث میں ان کے مقام وحیثیت پر مختلف آراء ہیں امام دانی اور امام وکیع نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔

کان ثقة اخرج النسائی حدیثه فی مسند علی متابعة ۔ [3]
امام حفص ثقہ تھے نسائی نے مسند علی میں ان کی حدیث تائیداً نقل کی ہے

احمد بن حنبل فرماتے کہ ان کی مرویات میں کوئی حرج نہیں ہے۔ [4]

لیکن اور ائمہ حدیث کے نزدیک وہ قابل جرح ہیں چنانچہ امام بخاری و مسلم کا بیان ہے کہ حفص بن سلیمان محدثین کے نزدیک متروک الحدیث ہیں [5]

ان سے مروی احادیث کو ضعیف کہا گیا ہے حاکم نے ان کو ذاهب الحدیث اور ابن خراش نے متروک یضع الحدیث لکھا ہے، ابن المدینی ابوزرعہ، ابن ابی حاتم، امام نسائی اور امام دارقطنی نے بھی ضعیف الحدیث کہا ہے، [6] امام نسائی فرماتے ہیں :-

---

[1] معجم الادباء ۲/ ۱۱۸ والتشر ص ۱۵۶
[2] غایة النہایہ ۱/ ۲۵۴ وکتاب التبصرہ ص ۱۸۳۔
[3] التیسیر ص ۶ و تہذیب التہذیب ۲/ ۴۰۲ [4] معرفتہ القراء ۱/ ۱۴۱
[5] تہذیب التہذیب ۲/ ۴۰۲ [6] تہذیب التہذیب ۲/ ۴۰۱ و میزان الاعتدال ۱/ ۲۶۱

لیس بثقة ولا یکتب حدیثه [۱] — ثقہ نہیں ہیں اور ان کی حدیث نہیں لکھی جاتی

امام ابن حبان کا بیان ہے کہ :-

یقلب الاسانید ویرفع المراسیل وحکی ابن الجوزی فی الموضوعات۔ [۲] — حفص سندوں میں الٹ پھیر کر دیتے ہیں اور مرسل روایتوں کو مرفوع روایت کرتے ہیں یہ بات ابن الجوزی نے موضوعات میں بیان کی ہے۔

زکریا ساجی کا بیان ہے کہ :-

حفص ممن ذهب حدیثه عنده مناکیر۔ [۳] — حفص ان لوگوں میں سے ہیں جنکے پاس حدیث کا سرمایہ نہیں ہے بلکہ قابل انکار روایتیں ہیں۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں :-

یحدث عن سماک وغیرہ احادیث بواطیل [۴] — حفص سماک وغیرہ سے باطل روایت نقل کرتے ہیں۔

صالح بن محمد کا بیان ہے کہ :-

لایکتب حدیثه واحادیثه کلها مناکیر [۵] — ان کی بیان کردہ روایتوں کو محدثین کے یہاں ضبط تحریر میں نہیں لایا جاتا وہ سب منکر ہیں۔

علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ امام حفص فن قرأت میں ثقہ، ثبت اور ضابط تھے مگر احادیث میں یہ حال نہ تھا، اور ان پر کلام کیا گیا ہے۔ [۶]

---

[۱] تہذیب التہذیب ۲/۴۰۱

[۲] ایضاً

[۳] ایضاً ۱/۴۰۲

[۴] ایضاً

[۵] ایضاً

[۶] غایۃ النہایہ ۱/۲۵۴

ان روایتوں کی وجہ سے طبقہ محدثین میں ان کا مقام و مرتبہ متنازع ضرور ہوا مگر فن قرأت میں ان کے علوئے مرتبت پر سب متفق ہیں اور دراصل یہی فن ان کے لئے سرمایہ افتخار ثابت ہوا۔

اساتذہ وشیوخ

امام حفص بن سلیمان نے امام عاصم کوفی کے علاوہ بھی متعدد شیوخ سے اکتساب فیض کیا، ان میں بعض کے اسمائے گرامی یہ ہیں:۔

عاصم الاحوال، عبدالملک بن عمیر، لیث بن ابی سلیم، کثیر ابن مسسطیر، اسحاق السبیعی، کثیر بن زاذان، قیس بن مسلم، علقمہ بن مرثد، محارب بن دنار، ثابت بنانی، اسماعیل السری وغیرہ۔[۱]

تلامذہ

امام حفص بن سلیمان کوفی نے ایک طویل مدت تک قرأت قرآن کا درس دیا[۲] ان سے اکتساب فیض کرنے والوں کے نام یہ ہیں:۔

ابو محمد عبید بن صباح بن صبیح کوفی، ابو شعیب صالح بن محمد القواس، حفص بن غیاث، علی بن عیاش، آدم بن ابی ایاس، علی بن حجر، ھشام بن عمار، محمد بن حرب خولانی علی بن یزید الصدائی، ہبیرۃ التمار، عمر بن الصباح، حسین بن محمد مروزی، حمزہ بن قاسم الاحول سلیمان بن داؤد زہرانی، حمدان بن ابو عثمان دقاق، عباس بن فضل صفار، عبدالرحمٰن بن محمد بن واقد، محمد بن فضل زرکان، خلف الحداد، فضل بن یحییٰ بن شاھی بن فراس انباری، حسین بن علی الجعفی، احمد بن جبیر الطاکی، سلیمان الفقیمی۔[۳]

فن قرأت میں علوئے کمال وقبولیت

امام حفص اگرچہ مختلف النوع خصوصیات کے حامل تھے تاہم انکا اصل طغرائے امتیاز فن قرأت ہی تھا جیساکہ اوپر گذرا دنیا بھر میں انہی کی قرأت پڑھی اور پڑھائی جاتی ہے

---

[۱] تہذیب التہذیب ۲/۴۰۰ ومعرفۃ القراء ۱/۱۴۰

[۲] غایۃ النہایہ ۱/۲۵۴

[۳] ایضاً ۱/۲۵۴-۲۵۵ وتہذیب التہذیب ۲/۴۰۱ ومیزان الاعتدال ۱/۲۶۱ ومعرفۃ القراء ۱/۱۴۰

امام اعظم ابو حنیفہؒ اور دیگر ائمہ کبار نے انہی کی قرأت کو اختیار کیا چنانچہ آج بھی اختلاف مسلک ومشرب کے باوجود بلاد اسلامیہ کی اکثریت اور بالخصوص برصغیر ہند وپاک کے مسلمان انہیں کی قرأت پڑھتے اور پڑھاتے ہیں:۔

امام حفص کی قرأت کو مورخین اور تذکرہ نگاروں نے صحیح ترین روایت قرار دیا ہے اس سے فن قرأت میں ان کی بلند پائیگی کا اندازہ ہوتا ہے اور بحیثیت امام قرأت ان کے بلند مرتبہ کی شہادتیں ملتی ہیں، علامہ ذھبی کا بیان ہے کہ " قرأت میں ثقہ ثبت اور ضابط تھے امام ابو الہاشم رفائی کا بیان ہے کہ:۔

کان حفص اعلمھم بقراۃ عاصم ۔ لہ — امام حفص قرأت عاصم کے زیادہ واقف کار تھے

علامہ ابن الجزری فرماتے ہیں کہ

واقراء الناس دھراً ۔ ٢ہ — امام حفص اپنے زمانہ کے سب سے بڑے قاری تھے

امام وکیع فرماتے ہیں

وما القراء فھو نبہا ثبت بالاجماع ۔ ٣ہ — امام حفص فن قرأت میں متفقہ طور پر قابل اعتبار ہیں۔

اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں ان پر جو مضمون لکھا گیا ہے اس کا مضمون نگار لکھتا ہے:۔

> ان کی شہرت کا دارومدار اس قرأت پر ہے جو انہوں نے اپنے کوفی استاد (عاصم) سے جن کے وہ داماد بھی تھے حاصل کی تھی موخرالذکر کی وفات اور بغداد کی تاسیس کے بعد وہ دار الخلافۃ میں مقیم ہو گئے جہاں ان کے بہت سے شاگرد تھے پھر اپنے خسر کی قرأت کی ترویج واشاعت کی جس میں شعبہ بن عیاش (م ۱۹۴ھ - ۸۵۹ء) کا حصہ

لہ معرفۃ القراء ۱/۱۴۱ وغایۃ النہایہ ۱/۲۵۴ وکتاب التبصرہ ص ۱۸۳

٢ہ غایۃ النہایہ ۱/۲۵۴ والنشر ص ۱/۱۵۶

٣ہ تقریب التہذیب ص ۷۷

تھا۔ لیکن حفص کو زیادہ مستند خیال کیا جاتا ہے اور ان کی مساعی سے جو سلسلۂ قرأت منقول ہوتا چلا آیا ہے اسی کو قرآن مجید کے اس نسخے کے متن متعین کے لئے انتخاب کیا گیا جو ۱۳۴۲ھ ۱۹۲۳ء میں شاہ فواد کی سرپرستی میں قاہرہ میں شائع ہوا اور جسے عہد حاضر میں مستند ترین تصور کیا جاتا ہے R. BLACHERE (INTROD. AU. CORAN) پیرس (۱۹۴۷ء ص ۴۳۲ تا ۱۲۵) نے اس کی طرف خاص توجہ دلائی ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ مستقبل میں ملت اسلامیہ غالباً صرف اسی قرأت کو تسلیم کرنے لگے جو حفص کے واسطے سے ہم تک پہونچی ہے[1]۔"

حفظ و ثقاہت | امام ابو عمرو حفص بن سلیمان کوفی کی قوت حفظ و ضبط بے مثل تھی علامہ ذہبی فرماتے ہیں۔

امام فی القراٰۃ فثقۃ ثبت ضابط — امام حفص قرأت کے امام ثقہ ثبت اور ضابط تھے

بخلاف حالہ فی الحدیث۔[2] — البتہ حدیث میں یہ حال نہ تھا۔

امام ابو بکر خطیبؒ فرماتے ہیں کہ متقدمین حضرات قرأت کے بارے میں حفص کو شعبہ سے زیادہ افضل اور قوی الحافظ سمجھتے تھے اور حفصؒ نے جو قرأت امام عاصم سے پڑھی تھی اس کے بارے میں حفصؒ کو ضابط اور حافظ کہتے ہیں[3] علامہ شاطبی نے بھی ان کو اعلیٰ درجہ کا ضابط اور ثقہ بتایا ہے ان کا مشہور مصرع ہے۔

وحفص بالاتقان کان مفضلا — حفصؒ ضبط و اتقان میں ممتاز ترین ہیں

امام حفص کا خود بیان ہے کہ ضعیف کے ضمہ کے علاوہ میں نے کسی حرف میں بھی امام عاصم کوفی کی مخالفت نہیں کی، لیکن بعض ائمہ نقد و جرح نے مثلاً عثمان الدارمی اور ابن معین وغیرہ نے ان کو غیر ثقہ بتایا ہے[4]

---

[1] اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۸/۲۹۴، دانش گاہ پنجاب لاہور۔

[2] النشر ص ۱۵۶ بحوالہ ماہنامہ دارالعلوم دیوبند مارچ ۱۹۸۳ء ص ۴۳

[3] شرح شاطبی ص ۱۴ و تذکرہ قاریان ہند ۱/۴۱۔

[4] تہذیب التہذیب ۲/۴۰۰

زہد و تقویٰ امام حفص بن سلیمان علم کے بلند و رفیع مرتبہ پر فائز تو تھے ہی درجۂ عمل میں بھی کم نہ تھے درحقیقت وہ علم وعمل کے مجمع البحرین تھے، عملی زندگی میں وہ عابد و زاہد اور صاحب تقویٰ و اعمال صالحہ تھے ان کے ہمعصر و ہم درس شعبہ بن عیاش نے البتہ ان کی بے احتیاطی کا شکوہ کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ حفص رح نے مجھ سے کتاب لی اور واپس نہیں کیا، اور کہا جاتا ہے کہ وہ لوگوں کی کتابیں لیتے تھے تو اس میں ترمیم وتنسیخ کر دیتے تھے۔[1]

امام حفص کے علم وفضل کی مختلف شہادتوں کے بعد اس قسم کی شکایت کو معاصرانہ رشک پر ہی محمول کیا جا سکتا ہے۔

موازنہ شعبہ رح و حفص رح امام حفص اور امام شعبہ بن عیاش دونوں نے ایک ہی سرچشمہ فیض سے استفادہ کیا تھا، دونوں نے شہرت و مرجعیت حاصل کی اور دونوں کی قرائتوں کو حسن قبول عطا ہوا، لیکن جمہور علماء نے قرأت میں امام حفص ہی کو برتر مانا ہے بہتر ہوگا کہ ہم یہاں بعض ائمہ قرأت اور جرح وتعدیل کے اقوال نقل کر کے دونوں کا موازنہ کر دیں، چنانچہ ابن معین کا بیان ہے کہ:-

کان حفص و ابو بکر من اعلم الناس بقراۃ عاصم وکان حفص اقراء من ابی بکر وکان کذابا وکان ابو بکر صدوقا۔[2]	امام حفص اور ابوبکر (شعبہ) امام عاصم کوفی کی قرأت کے سب سے زیادہ جاننے والے تھے ان میں بھی حفص ابوبکر سے زیادہ عالم تھے البتہ حفص دروغ گو اور ابوبکر صادق تھے۔

ایک جگہ یہ بھی اضافہ ہے کہ قرأت عاصم کی اصح روایت وہ ہے جو امام حفص نے روایت کی ہے اور امام حفص قرأت عاصم کے زیادہ واقف کار تھے۔ انہیں ضبط قرأت

---

[1] تہذیب التہذیب ۲ / ۴۰۱

[2] ایضاً۔ مضمون چند قراء، مولانا محمد اسحٰق بھٹی، ماہنامہ المعارف لاہور مارچ ۱۹۶۹ء ص ۲۷

میں شعبہ پر فوقیت حاصل ہے۔ [1] علامہ ابن القاصح بغدادی تحریر فرماتے ہیں:۔

هو حفص بن سليمان الكوفى و يكنى اباعمرو و يعرف بحفص قراء على عاصم قال ابن معين هو اقراء من ابى بكر ولهذا قال الشاطبى "بالاتقان كان مفضلا" يعنى اتقان حرف عاصم رحمه الله۔ [2]	امام حفص بن سلیمان کوفی جن کی کنیت ابو عمرو ہے یہ حفص سے معروف ہیں امام عاصم کے شاگرد ہیں ابن معین کے بیان کے مطابق یہ ابو بکر سے بڑے قاری ہیں اور اسی بنا پر ان کے بارہ میں امام شاطبی کی یہ رائے ہے کہ یہ قرات عاصم کے ضبط و اتقان میں سب سے نمایاں شخص ہیں۔

ابن منادی کا بیان ہے کہ۔

قراء على عاصم مرارا وكان الاولون يعدونه فى الحفظ فوق ابى بكر بن عياش ويصفونه بضبط الحروف التى قراء على عاصم۔ [3]	امام حفص نے امام عاصم سے بارہا پڑھا قوت حفظ میں ان کو ابو بکر بن عیاش پر فوقیت حاصل ہے انہوں نے ان حروف کو یاد رکھا جو امام عاصم سے پڑھا تھا۔

حافظ ابو شامہ اور ملا علی قاری نے بھی کم و بیش اسی طرح کی آرا کا اظہار کیا ہے۔ [4]

پیشہ امام حفصؒ اپنے گوناگوں کمالات و امتیازات کے باوجود ایک تاجر تھے، امام اعظم ابو حنیفہؒ کے ساتھ کپڑے کی تجارت کرتے تھے [5] اسی مناسبت سے

---

[1] غایۃ النہایہ ۱/۲۵۴ و معجم الادباء ۴/۱۱۸

[2] سراج القاری المبتدی ص ۱۵

[3] غایۃ النہایہ ۱/۲۵۴ و معرفۃ القراء ۱/۱۴۱

[4] ابراز المعانی ص ۲۶ و شرح شاطبی ص ۱۴

[5] اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۸/۴۲۹

انہیں البزاز کہا جاتا ہے، اور یہی ان کا ذریعہ معاش بھی تھا۔

وفات | امام حفص بن سلیمان نے سنہ ۱۸۰ھ ۷۹۶ء میں کوفہ میں بعمر ۹۰ سال وفات پائی۔[1] بعض تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ ان کا انتقال سنہ ۱۸۰ھ اور سنہ ۱۹۰ھ کے درمیان ہوا، ابو طاہر بن ابو ہاشم کا بیان ہے کہ ان کا انتقال طاعون سے پہلے ہوا طاعون سنہ ۱۳۱ھ میں آیا تھا، لیکن علامہ ابن الجزری کا بیان ہے کہ یہ غلط فہمی ہے کیونکہ طاعون سے پہلے ایوب سختیانی کے ہمعصر حفص بن سلیمان المنقری کا انتقال ہوا تھا۔[2]

---

[1] تہذیب التہذیب ۲/۴۰۱ و میزان الاعتدال ۱/۲۶۲ و معرفۃ القراء ۱/۱۴۱ و مرآۃ الجنان ۱/۳۷۸

[2] غایۃ النہایہ ۱/۲۵۵

امام حمزہ بن حبیب الزیات کوفیؒ

امام حمزۃ الزیات کوفیؒ کا شمار ائمہ قرات میں ہوتا ہے۔ جمہور علماء نے قرآن پاک کی جن سات قرائتوں کو صحیح اور مستند قرار دیا ہے ان میں ان کی بھی قرائت شامل ہے، اور دنیا میں جہاں بھی فن قرائت کی تعلیم دی جاتی ہے وہاں ان کی بھی قرائت پڑھائی جاتی ہے۔ انہوں نے صحابہ کرام کا آخری زمانہ پایا بعض لوگوں کا خیال ہے کہ انہوں نے صحابہ کرام سے ملاقات بھی کی تھی ہے[1] اس بنیاد پر انہیں تابعین کے زمرہ میں شامل کیا جاتا ہے

علامہ شاطبی فرماتے ہیں ؎

وحمزۃ ما ازکاہ من متورع

اماما صبورا للقرآن مرتلا

ترجمہ:۔ امام حمزہ پاکیزہ، پرہیزگار اور صابر ہیں قرآن پاک کو ترتیل کے ساتھ پڑھنے والے ہیں،

ان کی قرائت کو ان کے عہد ہی میں قبول عام حاصل ہو چکا تھا بعد میں بھی وہ خوب پھیلی خصوصیت سے مغرب یعنی مراکش وغیرہ میں اور آج بھی دنیا کے مختلف حصوں میں ان کی قرائت مقبول ہے۔

اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں ان پر جو مضمون شامل ہے اس کے مضمون نگار نے لکھا ہے کہ الخیردن (م ۳۰۶/ ۹۱۸) جو امام نافع مدنی کی قرائت کو پسند کرتا تھا

---

[1] غایۃ النہایہ ۱/ ۲۶۱

اپنے علاقہ میں ان کی قرأت کو ترقی دی اور امام حمزہ کی قرأت کو بے دخل کر دیا۔[1] مگر یہ بات اس لئے درست نہیں معلوم ہوتی کیونکہ کسی صحیح قرأت کو بے دخل کرنا کسی صاحب فہم کا شوری کام نہیں ہو سکتا یہ ممکن ہے کہ الخیزران نے امام نافع مدنی کی قرأت کو ترقی دی ہو اور وہاں ان کی قرأت کو زیادہ فروغ حاصل ہوا ہو،

نام و نسب | حمزہ نام، ابو عمارہ کنیت، زیات لقب اور معلوم نسب نامہ یہ ہے:۔

ابو عمارہ حمزہ بن حبیب بن عمارہ بن اسمٰعیل کوفی[2]

ولادت و وطن | امام حمزہ کوفی کی ولادت خلیفہ ھشام بن عبد الملک کے دور خلافت میں ۸۰ھ / ۶۹۹ء میں حلوان میں ہوئی[3] حلوان سواد عراق کا ایک شہر تھا جو بلاد جبل کے قریب واقع تھا،[4] خود امام حمزہ کا بیان ہے کہ میری پیدائش ۸۰ھ میں ہوئی۔[5]

ان کا آبائی وطن کوفہ ہے امام حمزہؒ مدۃ العمر یہیں فروغ قرأت میں مصروف رہے۔

نسبت | امام حمزہ وطن کی نسبت سے کوفی اور کوفہ کے مشہور خاندان آل عکرمہ بن ربعی کے غلام تھے،[6] جس کا تعلق مشہور قبیلہ تیم اللہ سے تھا اس لئے تیمی کہے جاتے ہیں[7] ایک بیان کے مطابق خالص تیمی ہیں،[8] اور ایک دوسری روایت کے

---

[1] اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۸/ ۶۱۹ دانش گاہ پنجاب لاہور پاکستان۔

[2] غایۃ النہایہ ۱/ ۲۶۱ والتیسیر ص ۶ ومعرفۃ القراء ۱/ ۱۱۱

[3] میزان الاعتدال ۱/ ۲۸۴ وتقریب التہذیب ص ۸۳ وسراج القاری ص ۱۲

[4] وفیات الاعیان ۱/ ۲۹۷ ومحمد باقر موسوی روضات الجنات ۳/ ۲۶۲

[5] معرفۃ القراء ۱/ ۱۱۸

[6] روضات الجنات ۳/ ۲۶۲ وشذرات الذہب ۱/ ۲۴۰

[7] علامہ سمعانی، کتاب الانساب ورق ۱۱۳ ویافعی، مرآۃ الجنان ۱/ ۳۲۲

[8] محمد اسحٰق بھٹی، مضمون "چند قراء"، ماہنامہ المعارف لاہور مارچ ۱۹۶۹ء ص ۲۸

مطابق فارسی النسل ہیں، سلیم کا بیان ہے کہ بنو تیم اللہ بن ثعلب بن عکابہ کے آزاد کردہ غلام تھے،[۱] اور محمد بن حسن نقاش کا بیان ہے کہ بنو عجل کے آزاد کردہ غلام تھے،[۲] لیکن یہ سب روایتیں صحیح نہیں ہیں کیونکہ اکثر تذکرہ نگاروں نے آل عکرمہ بن ربعی کا آزاد کردہ غلام اور قبیلہ تیم اللہ سے تعلق کی بنیاد پر تیمی ہی بتایا ہے امام بخاریؒ کا بھی بیان ہے کہ بنو تیم اللہ بن ربیعہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔[۳]

الزیات امام حمزہ کا لقب تھا تیل وغیرہ کی تجارت کیوجہ سے ان کا یہ لقب مشہور ہوا،[۴] علامہ ابن قتیبہ لکھتے ہیں:۔

کان یجلب الزیت من الکوفة الی حلوان ویجلب من حلوان الجبن والجوز الی الکوفة[۵]	امام حمزہ کوفہ سے تیل لے جا کر حلوان میں فروخت کرتے اور وہاں سے پنیر و اخروٹ کوفہ لایا کرتے تھے۔

صاحب تذکرۃ النحاۃ رقمطراز ہیں:۔

چوں زیت از کوفہ بحلوان می بردواز آنجا پنیر وجوز بکوفہ می آورد معروف بزیات گردید[۶]	امام حمزہ چونکہ کوفہ سے تیل لے جا کر حلوان میں فروخت کرتے اور وہاں سے پنیر و اخروٹ کوفہ لایا کرتے تھے اسلئے زیات سے معروف ہوئے۔

علم فرائض میں غیر معمولی مہارت کی وجہ سے فرضی بھی کہے جاتے تھے۔

فضل وکمال امام حمزہ کوفی بڑے عالم و فاضل متقی و پرہیزگار اور عابد و زاہد تھے قرآن وحدیث قرأت و تجوید اور ادب و فرائض وغیرہ علوم میں غیر معمولی دسترس

---

[۱] معرفۃ القراء ۱/۱۱۲

[۲] ایضاً [۳] ایضاً

[۴] وفیات الاعیان ۱/۲۹۷

[۵] المعارف ص ۵۲۹

[۶] تذکرۃ النحاۃ ص ۱۳

اور مہارت حاصل تھی، علامہ ابن الجزری کا بیان ہے کہ امام حمزہ علوم عربیہ کے ماہر تھے[1]
علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں :۔

صدوق زاھد وبما وھم من — سچے اور زاہد تھے کبھی کبھی ان کو وہم بھی ہوا
السابعۃ۔[2] — طبقہ سابعہ میں سے ہیں۔

علامہ یافعیؒ رقمطراز ہیں :۔

کان رأسا فی القرآن والفرائض۔[3] — امام حمزہ علوم القرآن اور فرائض میں بہت ماہر تھے۔

علامہ ابن الجزری نے امام حجہ اور کتاب اللہ کا پابند لکھا ہے[4] ڈاکٹر نعیم صدیقی لکھتے ہیں :۔

وہ علم وفضل کے بلند ترین مقام پر فائز تھے قرآن وحدیث ادب اور فرائض وغیرہ علوم میں کامل دستگاہ حاصل تھی بالخصوص علوم قرآن اور فرائض میں ان کی مہارت اور دقیقہ رسی پر علماء کا اتفاق ہے۔[5]

جن سات ائمہ نے قرائت میں بڑا نام پیدا کیا اور لائق اقتداء قرار پائے ان میں امام حمزہ کا نام بہت بلند ہے کوفہ میں امام عاصم کوفی اور امام الاعمش کے بعد آپ ہی کو منصب امامت ومشیخت حاصل ہوئی علامہ ذہبیؒ نے شیخ القراء احد السبعۃ لکھا ہے۔[6] ان کے شیخ امام اعمش جو مشہور تابعی اور قاری قرآن ہیں، جب امام حمزہ کو دیکھتے تو اٹھ کھڑے ہوتے اور فرماتے انت عالم القرآن دوسرا قول ہے کہ امام اعمش کہتے یہ صاحب قرآن ہیں۔[7]

---

[1] غایۃ النہایہ ۱/ ۲۶۳
[2] تہذیب التہذیب ۳/ ۲۸
[3] العبر فی خبر من غبر ۱/ ۲۲۶
[4] معرفۃ القراء ۱/ ۱۱۲
[5] تبع تابعین ۲/ ۱۶۲
[6] میزان الاعتدال ۱/ ۲۸۴
[7] ایضاً ومعرفۃ القراء ۱/ ۱۱۳

مندل کا بیان ہے کہ جب قرار کا تذکرہ ہو تو علم قرأت اور علم فرائض کیلئے امام حمزہؒ ہی کافی ہیں[1].
مولانا محمد اسحاق بھٹی لکھتے ہیں کہ :۔

"قرار کی اس جماعت (قرار سبعہ) میں سب سے زیادہ زاہد امام و مقتدئی اور عاقل و فہیم تھے"[2]

دوسری جگہ لکھتے ہیں :۔

"عاصم و اعمش کے بعد علم قرأت کی قیادت انہیں کی طرف منتقل ہو گئی تھی، اور یہ مستند امام ثقہ ثابت قدم، راضی برضائے خدا، قائم بکتاب اللہ، ماہر علم فرائض عالم عربیت حافظ حدیث، عابد و زاہد، اور خاشع تھے، ان خصوصیات کی بنا پر یہ ایک عدیم النظیر اور فقید المثال شخص تھے[3]

مشہور عالم مولانا قاری سید کلیم اللہ حسینی تحریر فرماتے ہیں کہ :۔
"آپ بہت ثقہ اور قرآن پاک کی بین دلیل تھے بڑے مجود عربی و علم فرائض کے ماہر حدیث کے قناعت میں بے نظیر متورع عابد و زاہد اور صابر تھے۔[4] صاحب سوانح قرار سبعہ لکھتے ہیں :۔
آپ بہت بڑے عالم مجود، عارف، علم فرائض اور ادب عربی میں ماہر ثقہ حافظ حدیث، متورع عابد و خاشع صادق القول اور کثرت سے عبادت کرنے والے تھے اور ان صفات میں آپ کا کوئی ثانی نہ تھا۔[5]

---

[1] ومعرفتہ القراء ۱/۱۱۳

[2] چند قرار، ماہنامہ المعارف لاہور مارچ ۱۹۶۹ء ص ۲۸

[3] ایضاً

[4] کتاب قواعد قرأت سبعہ وعشرہ ص ۶ دار القرأت کلیمیہ بازار نورخاں حیدرآباد ۲۴

[5] سوانح قرار سبعہ ص ۱۶

امام حمزۃ الزیات کوفی نحو بھی جانتے تھے صاحب تذکرۃ النحاۃ نے ان کا تذکرہ نحوی کی حیثیت سے کیا ہے۔

تحصیل علم اور شیوخ

امام حمزہ نے تابعین کی ایک سرکردہ جماعت سے قرأت قرآن وحدیث کی تعلیم حاصل کی اور اس میں اس قدر مہارت وصلاحیت پیدا کی کہ خود ان کی شخصیت مرجع انام بن گئی خود امام حمزہ کا بیان ہے کہ میں نے پندرہ سال کی عمر میں قرآت میں مہارت حاصل کر لی تھی، علامہ ذھبی لکھتے ہیں کہ۔

قراء علی التابعین و تصدر	امام حمزہ نے تابعین سے قرأت کا اکتساب کیا اور
للاقراء فقراء علیہ جل	اس کے صدرنشین قرار پائے پھر ان سے اہل کوفہ
اھل الکوفۃ۔ [1]	نے اکتساب کیا۔

امام حمزہ کو جن حضرات سے شرف تلمذ حاصل تھا ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:۔

سلیمان بن مہران الاعمش، حمران بن اعین شیبانی، محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ، ابوعبداللہ جعفر صادق وغیرہ [2] ان ائمہ قرات نے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے قرأت قرآن کی تعلیم حاصل کی تھی جن سے قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرنے کی ترغیب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی، ان ائمہ کرام کی اسناد قرآن علی الترتیب حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ، اور حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ تک پہنچتی ہے، یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحبت یافتہ تھے اور انہی کی زبان مبارک سے پڑھا تھا۔

امام حمزہ نے جن ائمہ حدیث سے احادیث کا سماع کیا اور روایت کی انکے نام یہ ہیں

---

[1] مرآۃ الجنان ۱/ ۳۲۲ و تہذیب التہذیب ۳/ ۲۸

[2] میزان الاعتدال ۱/ ۲۸۴ و غایۃ النہایہ ۱/ ۲۶۱ - ۲۶۲ و معرفۃ القراء ۱/ ۱۱۲

حکم بن عیینہ، حبیب بن ابی ثابت، عمرو بن مرہ، ابو محمد طلحہ بن مصرف، عدی بن ثابت حماد بن اعین، ابو اسحٰق السبیعی، ابو اسحاق شیبانی، اعمش، منصور بن معتمر سلمی، مغیرہ بن مقسم وغیرہ[۱]

سلسلۂ قرأت امام حمزہ کوفی نے سلیمان بن مہران الاعمش سے پڑھا انہوں نے یحییٰ بن وثاب اسدی سے پڑھا اور اسدی نے علقمہ بن قیس سے پڑھا اور علقمہ نے اس فن کی تحصیل حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے کی تھی اور حضرت ابن مسعودؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان گوہر نشاں سے سنا تھا پس اسطرح امام حمزہ کی قرأت چار واسطوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچتی ہے۔[۲]

درس وتدریس اور تلامذہ امام حمزہ کوفی کا حلقہ درس بہت وسیع تھا اور ان سے بے شمار لوگوں نے اپنی علمی پیاس بجھائی اور اکتساب کیا، شعیب بن حرب سے مروی ہے کہ امام حمزہؒ نے سو سال تک لوگوں کی امامت کی اور امام سفیان ثوری نے چار مرتبہ ان سے قرآن پڑھا[۳] لیکن یہ روایت درست نہیں معلوم ہوتی کیونکہ امام حمزہ نے سو سال کی عمر ہی نہیں پائی تو امامت کا کیا سوال ہے البتہ مدۃ العمر درس وتدریس میں مصروف رہے۔ علامہ ذہبی تحریر فرماتے ہیں کہ

وتصدر للاقراء مدۃ وقرأ علیہ عدد کثیر۔[۴]	امام حمزہ نے ایک طویل مدت تک درس دیا اور بے شمار لوگوں نے اکتساب فیض کیا۔

ان کے حلقہ درس سے وابستہ ارباب کمال کے نام یہ ہیں۔

عبداللہ بن مبارک، حسین بن علی الجعفی، عبداللہ بن صالح العجلی، سلیم بن

---

[۱] ایضاً

[۲] التیسیر ص ۸-۹

[۳] معرفۃ القراء ۱/۱۱۳

[۴] ایضاً۔

عیسیٰ بن محمد بن فضل، عیسیٰ بن یونس، وکیع بن الجراح، قبیصہ بن عقبیٰ، یحییٰ بن یمان، ابراہیم بن ادھم، سفیان ثوری، شریک بن عبداللہ، ابراہیم بن اسحٰق بن راشد، ابراہیم بن طعمہ، ابراہیم بن علی الازرق، اسرائیل بن یونس السبیعی، اشعث بن عطاف، بکر بن عبدالرحمٰن، جعفر بن محمد خشکنی، حجاج بن محمد، حسن بنت الثمانی، حسن بن عطیہ، حسین بن عیسیٰ، حمزہ بن قاسم الاحول، خالد بن یزید طبیب، خلاد بن خالد الاحول ربیع بن زیاد، سعید بن ابوجہم، سلم الابرش مجدر، ابوالاحوص سلام بن سلیم، سلیمان بن ایوب، سلیمان بن یحییٰ ضبی، سلیم بن منصور، شعیب بن حرب، شعیب بن حرب بن زکریا، یحییٰ بن الجزار، صباح بن دینار، ابوالبشر عائذ بن عائذ کوفی عبدالرحمٰن بن ابوحماد، عبدالرحمٰن بن قلوقا، عبداللہ بن صالح بن سلم عجلی، عبیداللہ بن موسیٰ علی بن حمزہ کسائی، علی بن صالح بن حیی، ابوعثمان عمرو بن میمون القناد، غالب بن فائد، محمد بن حفص حنفی، محمد بن ذکریا، محمد بن عبدالرحمٰن نحوی، محمد بن ابوعبید ہذلی، محمد بن عیسیٰ الرالیثی محمد بن فضیل بن غزوان، محمد بن ہیثم نخعی، محمد بن واصل المودب، مندل بن علی، منذر بن صباح، نعیم بن یحییٰ سعیدی، یحییٰ بن زیاد الفراء، یحییٰ بن مبارک یزیدی، یوسف بن اسباط محمد بن مسلم عجلی، ابومختار طائی، عابد بن ابوعابد، سعید بن ابی الجہم وغیرہ۔[1]

راوی قرأت

امام حمزہ کوفی کی قرأت کے بکثرت راوی گزرے ہیں لیکن ان میں دو کو بڑی عزت و شہرت ملی اور آج تک امت مسلمہ انہیں دونوں حضرات کو بالاتفاق راوی قرأت تسلیم کرتی ہے ان کے نام یہ ہیں۔

۱۔ امام ابو محمد خلف بغدادیؒ

۲۔ امام خلاد بن خالد کوفیؒ

فن قرأت میں بلندپایئگی

امام حمزہ کو قرآن پاک سے خاص شغف تھا انہوں نے اس فن کی تحصیل اپنے عہد کے اکابر علماء سے کی اور اتنا کمال

---

[1] ایضاً ۱/۱۱۲ و غایۃ النہایہ ۱/۲۶۲ - ۲۶۳ و تہذیب التہذیب ۳/ ۲۷ و علامہ ذہبی تذکرۃ الحفاظ ۱/۲۶۰ دائرۃ المعارف حیدرآباد و تذہیب تہذیب الکمال ص ۹۳

وجامعیت پیدا کی کہ خود ان کی ذات وقرأت لائق اقتداء واتباع قرار پائی، ایک مرتبہ ابو سفیان ثوری نے کہا۔

یا ابن عمارۃ اما القرأۃ والفرائض فلا نعرض لک فیھما۔ [1]	اے ابن عمارۃ قرأت اور علم فرائض میں ہم آپ سے کوئی تعارض نہیں کریں گے۔

شعیب بن حرب امام حمزہ کی قرأت کو ہمیشہ در آبدار کہہ کر بیان فرمایا کرتے تھے،[2] علامہ ذھبی کا بیان ہے کہ حمزہ کی فنی جلالت کا اندازہ لگانے کے لئے امام سفیان ثوری کی یہ شہادت قرأۃ حمزۃ حرفا الا باثر۔[3] کافی ہے، ابو بکر منجویہ فرماتے ہیں کہ امام حمزہ فن قرأت کے جید عالم تھے[4] ابو عبیدہ کا بیان ہے کہ امام حمزہ وہی ہیں جن کی قرأت پر کوفہ کے ایک بڑے حصہ کا اتفاق ہے،[5] لیکن بعض علماء نے ان کی قرات کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا اور نقد وجرح کیا ہے اور کچھ لوگوں نے تو ان کی قرات کو شدید کراہیت آمیز اور بدعت قرار دیتے ہوئے سخت تنقید کی ہے مگر علامہ ابن حجر عسقلانی نے اس کی تردید کی ہے اور ناقدین کے کلام کو بے وزن قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ" امام حمزہ بن حبیب الزیات کی قرأت کے قبول پر علماء کا اجماع ہے، اور جنہوں نے اس سلسلہ میں کلام کیا ہے وہ پسندیدہ نہیں ہیں۔[6] علامہ ذھبی رقمطراز ہیں کہ

قد انعقد الاجماع بآخرہ علی تلقی قرأۃ حمزۃ بالقبول والانکار	امام حمزہ کی قرأت کے اخذ وقبول پر اہل علم کا اجماع ہے اور اس پر کسی قسم کی تنقید کو وہ

---

[1] محمد بن سعد، طبقات ابن سعد ۲۶۸/۶ مطبع بریل لندن ۱۳۲۵ھ وغایۃ النہایہ ۲۶۳/۱ و معرفۃ القراء ۱۱۴/۱
[2] ایضاً ۱۱۷/۱ ومیزان الاعتدال ۲۸۴/۱ والاعلام ۸۸/۲
[3] میزان الاعتدال ۲۸۴/۱
[4] مولانا عبد المصطفیٰ اعظمی، اولیاء رجال الحدیث ص ۱۲۵۔
[5] معرفۃ القراء ۱۱۳/۱
[6] تہذیب التہذیب ۲۸/۳

علی من تکلم فیھا۔ [1]　　　　درست نہیں قرار دیتے۔

علامہ ابن الجزری نے لکھا ہے کہ عبداللہ ابن ادریس اور احمد بن حنبل سے متعلق جو یہ روایت مشہور ہے کہ ان لوگوں نے امام حمزہ کی قرأت کو ناپسند کیا ہے یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ ان لوگوں نے اس شخص کی قرأت سنی تھی جو امام حمزہ کی سند سے قرأت کر رہا تھا [2] ابن مجاہد فرماتے ہیں کہ محمد بن ہشیم نے اس کی توضیح بیان کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ سلیم کا شاگرد ابن ادریس کی مجلس میں آیا اور قرأت کیا جس میں ہمزہ اور مد کی غلطیاں تھیں اس پر ابن ادریس نے ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے برا بھلا کہا [3] لیکن انہیں کا دوسرا بیان ہے کہ خود امام حمزۃ الزیات کوفی بھی ان چیزوں کو ناپسند کرتے تھے [4] امام حمزہ فرماتے ہیں کہ کیا تم نہیں جانتے کہ سفید رنگ حد سے بڑھ جاتے تو برص ہو جاتا ہے گھنگھرالے بالوں کو مزید گھنگھرالا کرنے کی کوشش کی جائے تو سخت ہو جاتے ہیں اسی طرح اگر قرأت میں افراط و تفریط سے کام لیا جائے تو وہ قرأت باقی نہیں رہتی [5] شعیب بن حرب کا بیان ہے کہ امام حمزہ نے فرمایا کہ میں نے کتاب اللہ کا ایک حرف بھی بغیر نقل و اثر کے نہیں پڑھا [6] عبداللہ بن ادریس الاودی وغیرہ امام حمزہ کی قرأت کو لازم سمجھتے تھے، ان کی قرأت پر اجماع ہو گیا تھا۔ [7]

خود امام حمزہ فرماتے ہیں کہ قرآن پاک کو میں نے اتنی بار دیکھا کہ خود مجھے خوف آنے لگا کہ کہیں میری بینائی نہ چلی جائے [8] ان کی علمی جلالت کا یہ عالم تھا کہ ان کے شیخ محمد بن

---

[1] میزان الاعتدال ۱/ ۲۸۴

[2] غایۃ النہایہ ۱/ ۲۶۳

[3] ایضاً

[4] ایضاً

[5] ایضاً کچھ رد و بدل کے ساتھ یہی بات علامہ ذہبی نے بھی لکھی ہے معرفۃ القراء ۱/ ۱۱۵

[6] ایضاً

[7] غایۃ النہایہ ۱/ ۲۶۳

[8] معرفۃ القراء ۱/ ۱۱۳

عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ ان کی غلطیوں کی اصلاح نہ فرماتے ایک مرتبہ امام حمزہ نے ان سے دریافت کیا کہ آپ میری غلطیوں پر مواخذہ کیوں نہیں کرتے تو انھوں نے فرمایا کہ ممکن ہے تم درست پڑھ رہے ہو اور میں ہی غلطی پر ہوں اسی بنا پر تمہیں ٹوکتے ہوئے مجھے خوف خدا دامنگیر رہتا ہے۔[۱]

ابراہیم ازرق فرماتے ہیں کہ امام حمزہ نماز میں ویسے ہی قرأت کرتے تھے جس طرح بغیر نماز کے پڑھتے تھے، اپنی قرأت کے کسی اصول کو نہیں چھوڑتے تھے۔ مد، ہمزہ اور ادغام کا بہت خیال رکھتے تھے [۲] عبداللہ بن موسیٰ کا بیان ہے کہ میں نے امام حمزہ سے بڑا قاری نہیں دیکھا۔[۳]

اسود بن سالم فرماتے ہیں کہ میں نے کسائی سے دریافت کیا کہ ہمزہ اور ادغام کے معاملہ میں آپ کا کوئی امام بھی ہے تو انھوں نے کہا کہ ہاں امام حمزہ، ہمزہ اور امالہ پڑھتے ہیں نیز فرماتے ہیں کہ

وهو امام من ائمة المسلمين و سيد القراء والزهاد، لو رأيته لقرت عينك به من نسكه۔[۴]	امام حمزہ مسلمانوں کے امام قاریوں اور زاہدوں کے سردار تھے اگر تم انہیں دیکھتے تو تمہاری آنکھیں ان کی عبادت و ریاضت کی وجہ سے ٹھنڈی ہو جاتی۔

علم فرائض

امام حمزہ کو علم فرائض یعنی قانون وراثت میں بھی مہارت تامہ حاصل تھی اس وقت اس فن میں آپ کی کوئی نظیر نہ تھی اور دراصل یہی دونوں علوم یعنی قرأت اور فرائض ان کی شہرت و مقبولیت کی اصل بنیاد بنے امام اعظم ابوحنیفہؒ جو

---

[۱] ایضاً ۱/۱۱۴
[۲] ایضاً
[۳] ایضاً
[۴] ایضاً ۱/۱۱۶

ان کے ہمعصر ہیں ان کے امتیازات وخصوصیات کی بنا پر فرمایا کرتے تھے کہ

غلب حمزة الناس على القرآن والفرائض[1]۔	امام حمزہ قرآن اور فرائض میں تمام لوگوں پر فائق تھے۔

علامہ ابن الجزریؒ نے علم فرائض کا نگہبان[2]، اور ذہبیؒ نے علم فرائض کا ماہر لکھا ہے[3]۔

حدیث امام حمزہ کوفی کو حدیث میں گو کوئی قابل ذکر مقام و مرتبہ حاصل نہ تھا ان کی ذاتی دلچسپی قرأت قرآن اور علم فرائض سے تھی تاہم حدیث نبویؐ کی تحصیل دستور زمانہ کے مطابق چند اہم محدثین سے کی اور خود ان سے احادیث کی روایت ایک جماعت نے کی انہیں علامہ ابن سعد نے محدث ابن الجزری اور ذہبی نے حافظ الحدیث لکھا ہے[4]۔ حافظ ابوشامہ رقمطراز ہیں

ابو عمارة حمزة بن حبيب الزيات من رجال صحيح مسلم وهو امام اهل الكوفة بعد عاصم[5]۔	ابو عمارہ حمزہ بن حبیب الزیات صحیح مسلم کے ایک راوی ہیں اور عاصم کے بعد اہل کوفہ کے امام تھے۔

سوید بن سعید کا بیان ہے کہ مجھ سے علی بن مسہر نے بتایا کہ میں اور امام حمزہ نے ابان بن ابو عیاش سے پانچ سو حدیثیں سماعت کیں یا اس سے کچھ زاید، مجھ سے امام حمزہ نے بتایا کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی تو وہ تمام احادیث حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ یا چھ یثوں کو صحیح بتایا تو میں نے

1۔ ایضاً و میزان الاعتدال ۱/۲۸۴ و غایۃ النہایہ ۱/۲۶۳۔

2۔ ایضاً۔

3۔ معرفۃ القراء ۱/۱۱۲۔

4۔ ایضاً و طبقات ابن سعد اردو ۶/۴۰۸ و غایۃ النہایہ ۱/۲۶۳۔

5۔ ابراز المعانی ص ۶۔

ابان بن ابوعیاش سے احادیث روایت کرنا ترک کر دیا، امام مسلم نے اپنی کتاب میں سوید کی سند سے اسے نقل کیا ہے[1]

جرح و تعدیل امام حمزہ ثقہ ثبت اور صدوق تھے ساجی کا بیان ہے کہ

وھو صدوق فی الحدیث لیس بمتقن[2]	امام حمزہ حدیث میں صدوق تھے مگر متقن نہ تھے۔

ابن سعد لکھتے ہیں :۔

وکانت عندہ احادیث وکان صدوقا صاحب سنۃ[3]	امام حمزہ متعدد حدیثوں کے راوی تھے صدوق اور متبع سنت تھے۔

ابن معین، ابن حبان اور عجلی نے ثقہ اور ساجی نے صدوق قرار دیا ہے، امام نسائی کا بیان ہے کہ ان سے روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں[4]۔ علامہ ذہبی کا بیان ہے کہ ان کی احادیث صحیح مسلم اور سنن اربعہ میں نقل کی گئی ہیں[5]

استغنا و بے نیازی امام حمزہ باوجود اپنی شہرت و مقبولیت اور علم و فضل کے لوگوں سے بے نیاز رہتے تھے، خصوصاً امراء و سلاطین سے، ان کے تحائف سے بھی بیزار و بے نیاز تھے بلکہ عمر بھر کبھی کسی کا نذرانہ قبول نہیں فرمایا[6]۔

زہد و ورع امام حمزہ کوفی متقی و پرہیزگار عابد و زاہد اور کثیر الصلوٰۃ تھے، کہا جاتا ہے کہ امام حمزہ کثرت عبادت و ریاضت میں صلحائے امت کا اعلیٰ اور بہترین نمونہ تھے

---

[1] معرفۃ القراء ۱/۱۱۵ ۔ [2] میزان الاعتدال ۱/۲۸۴۔

[3] طبقات ابن سعد ۶/۲۶۸ ۔

[4] میزان الاعتدال ۱/۲۸۴ و تہذیب التہذیب ۳/۲۸۔

[5] معرفۃ القراء ۱/۱۱۴۔

[6] اولیائے رجال الحدیث ص ۱۲۵ ۔

رات کا زیادہ تر حصہ عبادت میں گذارتے اور بہت کم سوتے تھے محمد بن علی بن عفان کی روایت ہے کہ مجھ سے ان کے بعض پڑوسیوں نے بتایا کہ امام حمزہ رات میں نہیں سوتے اور لوگ ان سے ترتیل کے ساتھ قرآن سنتے تھے[۱] صاحب میزان الاعتدال کا بیان ہے کہ امام حمزہ پر صدق و ورع اور تقویٰ ختم ہو گیا علامہ سمعانی لکھتے ہیں کہ

کان من اجل عباد اللہ عبادۃ وفضلا و نسکا[۲]	امام حمزہ عبادت و ریاضت اور فضل و کمال میں بلند مرتبہ پر فائز تھے۔

امام سفیان ثوری اور شریک بن عبداللہ امام حمزہ کے ارشد تلامذہ میں ہیں ان کا بیان ہے کہ امام حمزہ کو جب بھی کوئی دیکھتا تو وہ درس و تدریس میں مصروف یا نماز پڑھتے ہوئے ملتے، اختتام درس پر چار رکعت نفل ادا فرماتے[۳] کثرت عبادت کا یہ عالم تھا کہ ظہر و عصر اور مغرب و عشار کے درمیان بھی نوافل پڑھتے رہتے[۴] قرآن پاک کی تلاوت بکثرت کرتے تھے، ہر ماہ ترتیل سے کم از کم پچیس مرتبہ قرآن پاک ختم فرماتے، محمد بن فضل کا بیان ہے کہ امام حمزہ کے تدین، جلالت علم اور عبادت کی وجہ سے کوفہ کی بلائیں دور ہوتیں یا اللہ تعالیٰ اہل کوفہ سے صرف حمزہ کیوجہ سے مصیبت کو دور کرتے ہیں[۵] عبیداللہ بن موسیٰ کا بیان ہے کہ جب امام حمزہ قرآن پاک کی تلاوت کرتے تھے تو لوگوں کا ہجوم ہو جاتا تھا اور جب بھیڑ ختم ہو جاتی تو امام حمزہ اٹھتے اور نماز فرض ادا کرتے پھر ظہر سے عصر تک اور مغرب سے عشار تک نوافل پڑھتے رہتے[۶] علامہ ذہبی کا بیان ہے کہ صدق و ورع اور تقویٰ وغیرہ جیسے اوصاف ان کی ذات پر ختم ہو گئے تھے[۷] انہیں کا دوسرا بیان ہے کہ

---

[۱] معرفۃ القرار ۱/۱۱۵۔ [۲] کتاب الانساب ورق ۱۱۳

[۳] شرح شاطبی ص ۱۵۔

[۴] ایضاً و معرفۃ القرار ۱/۱۱۵۔

[۵] میزان الاعتدال ۱/۲۸۴ و غایۃ النہایہ ۱/۲۶۳

[۶] ایضاً

[۷] میزان الاعتدال ۱/۲۸۴۔

عابدا خاشعا قانتا ﷲ ، تخین الورع عدیم النظیر[1]
وہ عابد و زاہد اور خشوع و خضوع میں بے مثل تھے۔

ابن العماد حنبلی امام حمزہ کو زہد و ورع کے اعتبار سے نمونہ عمل اور حجت راہ بنائے جانے کا مستحق قرار دیتے ہیں[2]، ابن معین کا بیان ہے کہ عبادت، زہد، فضل، دین اور تقویٰ میں بہترین بندوں میں سے تھے[3] ابن الجزری کا قول ہے کہ امام حمزہ متقی و پرہیزگار، عابد و زاہد، اور خوف خدا رکھنے والے بے مثل بزرگ تھے[4] ابن منجویہ فرماتے ہیں کہ امام حمزہ اپنے عہد کے علمائے قرآت میں بے مثل اور بہترین عبادت گذار و پرہیزگار تھے[5] صاحب تقریب التہذیب نے بھی صدوق اور زاھد لکھا ہے[6]

ذریعہ معاش

امام حمزہ مدۃ العمر قرآن پاک کی تعلیم بلا اجرت دیتے رہے احمد بن عبداللہ عجلی کا بیان ہے کہ میرے والد نے فرمایا کہ امام حمزہ ایک سال کوفہ میں رہتے اور دوسرے سال حلوان اسی مدت میں حلوان کے ایک رئیس نے قرآن پاک ختم کیا تو ان کی خدمت میں ایک ہزار دینار بھجوائے اسے دیکھ کر امام حمزہ نے اپنے صاحبزادے سے فرمایا کہ میں تمہیں عقلمند خیال کرتا تھا کیا میں قرآن پاک کی تعلیم کی اجرت لوں گا میں تو اس کے صلہ میں صرف قرآن لونگا۔ مگر اپنی ذاتی ضروریات کیلئے تجارت بھی کرتے رہے اوپر گذر چکا ہے کہ امام حمزہ کوفہ سے تیل حلوان لے جا کر فروخت کرتے تھے اور وہاں سے پنیر و اخروٹ کوفہ لایا کرتے تھے[7] اور یہی ان کا ذریعہ معاش بھی تھا لیکن تجارت اتنی محدود

---

[1] معرفۃ القراء ۱/۱۱۳۔

[2] شذرات الذہب ۱/۲۴۰۔

[3] تہذیب التہذیب ۳/۲۸۔

[4] غایۃ النہایۃ ۱/۲۶۳۔

[5] تہذیب التہذیب ۳/۲۷۔

[6] تقریب التہذیب ص ۸۳۔

[7] معرفۃ القراء ۱/۱۱۳۔ [8] المعارف ص ۵۲۹۔

تھی کہ اس سے صرف کھانے وغیرہ کا انتظام ہو سکے اور جسم و روح کا رشتہ استوار رہ سکے بقیہ اوقات درس و تدریس اور عبادت و ریاضت میں گذارتے اس کے باوجود انکی وفات کے وقت ان پر ایک ہزار درہم قرض تھا جسے یعقوب بن داؤد نے ادا کیا[۱]۔

علامہ ابن الجزری نے بھی انکی تجارت کی تفصیل لکھی ہے مگر انہوں نے کوفہ کے بجائے عراق لکھا ہے[۲]، محمد بن حسن بھی فرماتے ہیں کہ امام حمزہ تیل کا کاروبار کرتے تھے[۳]۔

خواب امام حمزہ نے ایک مرتبہ خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت کی اور مالک حقیقی نے مرحبا فرمایا اور فرمایا کہ تلاوت کرو اور ترتیل کے ذریعہ خوب ظاہر کرکے پڑھو، چند جگہوں پر آپ نے جس طرح پڑھا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کے علاوہ دوسری طرح بھی بتایا انہیں میں وانا اخترناک بھی ہے جس کو امام حمزہ نے وانا اخترنك پڑھا تھا اور تنزیل العزیز بھی ہے جسے امام حمزہ نے رفع کے ساتھ پڑھا تھا جبکہ اللہ تعالیٰ نے نصب کے ساتھ پڑھنے کا حکم فرمایا[۴]۔

یہ خواب محل نظر ہے اور اس کی کسی معتبر کتاب سے تصدیق نہیں ہوتی۔

مناقب امام حمزہ مختلف النوع خصوصیات و امتیازات کے مالک تھے اور بقول نعیم صدیقی "امام حمزہ کی زندگی میں اور بہت سی ایسی خوبیاں مجتمع تھیں جو انسان کے باطن کو ہر قسم کی آلائشوں سے پاک کرکے اسے مثل آئینہ مجلی کر دیتی ہیں[۵]"۔

امام حمزہ باوجود کمال درجہ کے علم و فضل کے اپنا کام خود کرتے اور کسی سے خدمت لینا گوارا نہیں کرتے حتیٰ کہ شدید ترین گرمی کے موسم میں بھی دوران درس اگر کبھی پیاس

۱؎ معرفۃ القراء ۱/۱۱۲۔

۲؎ غایۃ النہایہ ۱/۲۶۳۔

۳؎ معرفۃ القراء ۱/۱۱۲۔

۴؎ علم القرأت اور قراء سبعہ ص ۱۰۹۔

۵؎ تبع تابعین ۲/۱۶۲۔

محسوس ہوتی تو اپنے کسی شاگرد سے پانی مانگنا گوارا نہ کرتے بلکہ خود اٹھتے اور اپنی تشنگی سرد کرتے[1] جریر بن عبدالحمید کا بیان ہے کہ "ایک مرتبہ شدید گرمی کے دنوں میں امام حمزہ کا ہمارے پاس سے گذر ہوا تو میں نے پینے کا پانی پیش کیا مگر انہوں نے اسے صرف اس لئے قبول نہیں کیا کہ میں ان سے قرآن پڑھتا تھا[2]" حسین بن علی الجعفی کا بیان ہے کہ امام حمزہ کو کبھی پیاس لگتی تو وہ پانی نہیں پیتے اس لئے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کے شاگرد پانی پلا دیں[3]، اسحاق بن الجراح فرماتے ہیں کہ خلف بن تمیم نے کہا کہ جب میرے والد کا انتقال ہوا تو وہ مقروض تھے، میں امام حمزہ الزیات کے پاس آیا کہ وہ قرض دینے والے سے بات کریں تو امام حمزہ نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ وہ میرے پاس پڑھتا ہے اور میں اپنے شاگردوں کے گھر پانی پینا بھی پسند نہیں کرتا[4]۔

تصانیف

امام حمزہ الزیات نے درس و تدریس کے علاوہ تصنیف و تالیف میں بھی حصہ لیا انہوں نے دو کتابیں علم قرأت کتاب قرأۃ حمزۃ اور قانونِ وراثت میں کتاب الفرائض لکھی[5]۔

اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں ان پر جو مضمون شامل ہے اس کے مضمون نگار نے لکھا ہے کہ یہ دونوں کتابیں غالباً ان کے شاگردوں نے ان کے درسی خطبات کی بنیاد پر مرتب کی تھی[6]۔

وفات

امام حمزہ کی وفات ۱۵۶ھ/۷۷۲ء میں حلوان میں بزمانہ خلافت ابو جعفر منصور عباسی ہوئی[7] وفات سے متعلق ۱۵۴ھ و ۱۵۸ھ کی بھی روایتیں ملتی ہیں مگر علامہ ذہبی نے اسے وہم قرار دیا ہے ان کی قبر حلوان میں ہے[8]، عبدالرحمن بن ابو حماد کہتے ہیں کہ میں نے دو مرتبہ اس کی زیارت کی ہے[9]۔

---

[1] تہذیب التہذیب ۲۸/۳، [2] ابراز المعانی ص۶،

[3] معرفۃ القراء ۱/۱۱۶ [4] ایضاً۔

[5] الفہرست ص ۴۴ - اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۸/۶۱۸ - ۶۱۹

[6] المعارف ص ۵۲۹ والفہرست ص ۴۴ ومعرفۃ القراء ۱/۱۱۸ و وفیات الاعیان ۱/۲۹۷ -

[7] معرفۃ القراء ۱/۱۱۸ - [8] ایضاً والفہرست ص ۴۴۔ [9] غایۃ النہایہ ۱/۲۶۳ ۔

امام خلف بن ہشام البغدادی

(۱۵۰/۲۲۹ھ = ۷۶۷/۸۴۳ء)

نام ونسب خلف نام، ابومحمد کنیت، والد کا نام ہشام تھا، شجرۂ نسب مندرجہ ذیل ہے:۔
خلف بن ہشام بن ثعلب بن ہشیم بن ثعلب بن داؤد بن مقسم بن غالب اسدی[1]
بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ خلف بن ہشام بن ثعلب بن ابوطالب بن عزاب ہیں[2]، مگر علامہ ابن الجزری نے اول الذکر ہی کو اولیت دی ہے۔

ابتداءً انہیں بزار کہا جاتا تھا اور تذکرہ نگاروں نے بھی انہیں بزار ہی کے لقب سے یاد کیا ہے، بزار ایسے شخص کو کہتے ہیں جو بیجوں کا تیل نکال کر فروخت کرتا ہو اور اس سے ایک جماعت معروف ہے[3]۔ ایک روایت کے مطابق امام خلف خود اس انتساب کو ناپسند کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ مجھے بزار نہ کہو قاری کہا کرو[4]، ممکن ہے کسی خاص موقع پر انہوں نے یہ بات کہی ہو ورنہ اہل قدر و نظر نے ان کو شیخ القراء، امام فی القراۃ، ائمہ اعلام اور قاری بغداد وغیرہ کے القاب سے یاد کیا ہے، ابن العماد حنبلی لکھتے ہیں :۔

شیخ القراء والمحدثین ببغداد[5] وہ بغداد کے قراء ومحدثین کے شیخ تھے۔

ولادت امام خلف بن ہشام ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے[6]، یہ اصلاً صلح سے ہیں[7]

---

[1] غایۃ النہایہ ۱/۲۷۲۔

[2] ایضاً۔

[3] اللباب الالباب ۱/۱۱۸۔

[4] معرفۃ القراء ۱/۲۱۰ وغایۃ النہایہ ۱/۲۷۳۔

[5] شذرات الذہب ۲/۶۷۔

[6] ایضاً۔

[7] التیسیر ص ۶ والمعارف ص ۵۲۸ وغایۃ النہایہ ۱/۲۷۲۔

حصولِ علم

امام خلف کی تحصیل علم کی ابتدا محض تین سال کی عمر میں ہوئی، اور دس سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا[1]، اور پھر حدیث کی طرف متوجہ ہوئے اور محدثین کی ایک جماعت سے احادیث کا سماع کیا، فن نحو سے بھی دلچسپی تھی اس کے حصول کے لئے انہوں نے وقت اور محنت کے علاوہ دولت خرچ کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا، چنانچہ ایک مرتبہ ان کو فن نحو میں ایک مشکل پیش آئی تو انہوں نے اس کے لیے اسّی ہزار درہم خرچ کرکے اسے حل کیا[2]۔

احمد بن ابراہیم وراقہ کا بیان ہے کہ میں نے خلف کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں کوذمیں سلیم بن عیسیٰ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے پوچھا کہ تم کیوں آئے ہو میں نے عرض کیا کہ میں امام ابو بکر بن عیاش سے پڑھنا چاہتا ہوں تو امام سلیم نے اپنے صاحبزادے کو بلایا اور رقعہ لکھ کر ابو بکر بن عیاش کی خدمت میں بھیجا خلف کہتے ہیں کہ مجھے نہیں معلوم کہ اس رقعہ میں کیا لکھا تھا پھر میں ابوبکر بن عیاش کی خدمت میں حاضر ہوا، انہوں نے رقعہ پڑھکر مجھ کو غور سے دیکھا اور کہا کیا تم خلف ہو میں نے کہا ہاں، پھر پوچھا کیا تم ہی ہو کہ بغداد میں تمہارے برابر علم قرأت میں کوئی نہیں ہے، میں پھر بھی خاموش رہا پھر انہوں نے مجھ سے کہا بیٹھو اور پڑھو میں نے کہا آپ سے؟ انہوں نے کہا ہاں، میں نے کہا میں اس شخص سے نہیں پڑھتا جو حامل قرآن کو چھوٹا سمجھتا ہے پھر میں ابوبکر بن عیاش کے پاس سے امام سلیم کے پاس چلا آیا تو ابوبکر بن عیاش نے امام سلیم سے میرے واپس ہونے کی درخواست کی لیکن میں نے انکار کر دیا۔

پھر میں نادم و شرمندہ ہوا تو امام عاصم کوفی کی قرأت یحییٰ بن آدم سے پڑھی[3]۔

علامہ دانی کا بیان ہے کہ امام خلف نے امام نافع مدنی کی قرأت اسحاق المسیبی سے اور امام عاصم کوفی کی قرأت یحییٰ بن آدم سے پڑھی اور پھر خود ایک قرأت

---

[1] ایضاً۔ شرح شاطبی ص ۱۵۔

[2] معرفۃ القراء ۱/۲۰۹ وغایۃ النہایہ ۱/۲۷۳۔

[3] ایضاً۔ و تاریخ بغداد ۸/۳۲۲۔ ۳۲۳۔

اختیار کی اور اسی قرأت کی بنیاد پر انہیں قراء عشرہ میں شمار کیا جاتا ہے۔

شیوخ جن ائمہ علم وفن سے علوم وفنون کی تحصیل وتکمیل کی ان کے اسمائے گرامی یہ ھیں :-

سلیم بن عیسیٰ، عبدالرحمٰن بن ابی حماد، یعقوب خلیفہ الاعشی، ابوزید بن ادس، اسحاق مسیبی، اسماعیل بن جعفر، عبدالوہاب بن عطار، یحییٰ بن آدم، عبید بن عقیل، ابن شنبوذ، قتیبہ، ابوالحسن علی کسائی [1]

ایک روایت کے مطابق خلف نے امام کسائی سے پڑھا ہے مگر علامہ ابن الجزری نے صرف سماع کا ذکر کیا ہے اور اسی کو درست قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ اس دور کے علماء کے احوال سے یہی ثابت ہے حافظ ابوالعلاء نے بھی اس کی توثیق کی ہے[2]

امام خلف نے جن ائمہ کرام سے سماع کیا ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں :-

مالک بن انس، ابوعوانہ، حماد بن زید، ابوشہاب عبدربہ الحناط، ابو الاحوص سلام بن سلیم، حماد بن یحییٰ الاشج، ابومعاویہ، خالد بن عبداللہ، شریک بن عبداللہ، حبان بن علی، ھشیم وغیرہ[3]

تلامذہ امام ابومحمد خلف کثیرالتلامذہ تھے، اپنے درس کی ابتداء قرأت قرآن سے فرماتے اور پھر احادیث کی طرف متوجہ ہوجاتے ان کے چند تلامذہ کے نام یہ ھیں :-

ابوالحسن ادریس بن عبدالکریم الحداد، احمد بن ابراہیم وراقہ اور ان کے بھائی اسحاق بن ابراہیم، ابراہیم بن علی القصار، ابوبکر بن ابی الدنیا، احمد بن یزید حلوائی، احمد بن زبیر، احمد بن ابی خیثمہ، احمد بن محمد البرائی، سلمہ بن عاصم، عبیداللہ بن عاصم، شیخ الغضامیری۔

---

[1] غایۃ النہایہ ۱/۲۷۳۔

[2] ایضاً۔

[3] ایضاً وتہذیب التہذیب ۳/۱۵۶ وتاریخ بغداد ۸/۳۲۲ ومعرفۃ القراء ۱/۲۰۸

محمد بن الجہم سمری، محمد بن مخلد انصاری، محمد بن عیسیٰ، فضل بن احمد زیدی، علی بن محمد نازک، عباس دوری، ابراہیم بن اسحاق، محمد بن احمد بن البراء، ابراہیم الحربی، محمد بن ابراہیم، محمد بن سعید ضریر، ابو بکر بن اسد المؤدب، حسن بن سلام، عبید بن عقیل، حسین بن فہم، عبدالوہاب ابن عطار، موسیٰ بن ہارون، موسیٰ بن عیسیٰ، ابوالولید عبدالملک بن قاسم، عمرو بن فاید، ابوالقاسم بغوی، محمد بن یحییٰ کسائی وغیرہ[1]۔

حدیث امام ابو محمد خلف کو فن قرائت کے علاوہ حدیث سے بھی خصوصی شغف تھا، انہوں نے اسکی تحصیل تیرہ[13] سال کی عمر میں ہی شروع کردی تھی اور بعد میں اس فن میں مہارت حاصل کی انکے شیوخ و تلامذہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس فن میں انکا کیا مرتبہ تھا، ابن العماد حنبلی نے ان کو شیخ المحدثین لکھا ہے، امام مسلمؒ اپنی صحیح میں اور امام ابو داؤدؒ نے اپنی سنن میں ان سے احادیث روایت کی ہیں[2]

ثقاہت امام خلف اپنی مرویات میں ثقہ و صدوق کے مرتبہ پر ہیں چنانچہ علامہ دانیؒ اور ابن الجزری نے ثقہ قرار دیا ہے، نقد و جرح کے مشہور امام ابن معین اور نسائی نے بھی ان کی توثیق کی ہے[3]۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ

والله عندنا الثقة الامين[4] — بخدا وہ میرے نزدیک ثقہ اور امین ہیں۔

ابن حجر عسقلانی نے بھی ثقہ اور ماموں لکھا ہے[5]

نحو امام خلفؒ کو نحو سے بھی شغف تھا، تذکرہ نگاروں نے نحوی لکھا ہے، خود خلف کا بیان اوپر گذر چکا ہے کہ انہوں نے فن نحو کے ایک مسئلہ کو حل کرنے کیلئے

---

[1] غاية النهاية ١/٢٧٣-٢٧٤ وتاريخ بغداد ٨/٣٢٢ ومعرفة القراء ١/٢٠٩۔

[2] ایضاً۔

[3] تہذیب الکمال فی اسماء الرجال ص ١٠٦۔

[4] تہذیب التہذیب ٣/١٥٦۔

[5] ایضاً۔

اسی ہزار درہم خرچ کئے اور اسے حل کیا۔

زہد و اتقا اور شرافت امام خلف بڑے زاہد و عابد اور صاحب تقویٰ و صلاح تھے علامہ ذہبی نے ان کی ان صفات کا ذکر بڑے اہتمام سے کیا ہے۔ علامہ ابن الجزری نے ثقہ عالم اور زاہد و عابد لکھا ہے[1] امام دار قطنی کا بیان ہے کہ وہ عابد و فاضل تھے[2]، ابو جعفر نفیلی نے بھی ان کو اصحاب السنہ میں شمار کیا ہے[3]، ابن العماد حنبلی لکھتے ہیں کہ۔

وکان عابدا صالحا کثیر العلم صاحب سنۃ[4] وہ عابد و صالح، کثیر العلم اور متبع سنت تھے

وہ روزہ کثرت سے رہتے تھے بلکہ علامہ ذہبی اور خزرجی کے مطابق انہوں نے زندگی بھر روزہ رکھا[5]

بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ امام خلفؒ نبیذ پیتے تھے اور اسے جائز سمجھتے تھے مگر بعد میں اسے ترک کر دیا، ادریس بن عبد الکریم حداد کا بیان ہے کہ۔ خلف بن ہشام تاویل کے ساتھ نبیذ پیتے تھے، ایک دن ان کے بھانجے ان سے سورہ انفال پڑھ رہے تھے وہ جب "لیمیز اللہ الخبیث من الطیب" پر پہونچے تو۔ بولے اے ماموں جب اللہ تعالیٰ خبیث کو طیب سے نمایاں کرے گا تو نبیذ کہاں ہوگی، امام خلف سر جھکائے دیر تک غور کرتے رہے اور پھر بولے خبیث کے ساتھ، تو بھانجے نے کہا کیا آپ راضی ہیں کہ آپ کا شمار اصحاب خبیث میں ہو خلفؒ نے کہا اے صاحبزادے گھر جاؤ اور جو کچھ (نبیذ) بچی ہوئی ہو اسے گرا دو اور پھر انہوں نے نبیذ پینا ترک کر دیا اور اس۔

---

[1] غایۃ النہایہ ۱/۲۷۴ و معرفۃ القراء ۱/۲۱۰
[2] معرفۃ القراء ۱/۱۰۹
[3] تاریخ بغداد ۸/۳۲۵
[4] شذرات الذہب ۲/۶۷
[5] معرفۃ القراء ۱/۲۰۹ و تہذیب الکمال ص ۱۰۶

کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ نے انہیں روزے کی نعمت عطا کی[۱] ایک دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ نیند پینا ترک کرنے کے بعد اپنی چالیس سال کی نمازیں دھرائیں[۲]

امام خلفؒ نہایت نیک اور شریف الطبع تھے، حسن بن منیم کا بیان ہے کہ میں نے امام خلف بن ہشامؒ سے بڑھ کر شریف نہیں دیکھا[۳]

امام حمزہؒ کی اتباع

امام ابو محمد خلفؒ امام حمزۃ الزیات کوفی کی قرأت کے مقلد ومتبع تھے، مگر ابن رشتہ کے بیان کے مطابق امام حمزہ کے منفردات میں ایک سو بیس[۱۲۰] مقامات پر ان کی اقتداء نہیں کی ہے[۴] مگر ابن رشتہ کا بیان غلط فہمی پر مبنی ہے امام خلف امام سلیم کے شاگرد تھے اور سلیم نے امام حمزہ سے اکتساب فیض کیا تھا۔ اور خلف نے امام سلیم کی قرأت کا مکمل پاس ولحاظ کیا ہے جہاں ابن رشتہ نے جن اختلافات کا ذکر ہے وہ دوسرے اساتذہ کرام کی قرأت کی بنیادوں پر ہیں اور یہی امام خلف کے وہ اختیارات ہیں جن کی بنیاد پر انہیں قرأ عشرہ میں شمار کیا جاتا ہے۔ جنکی قرائتیں مشتبہ ہیں اور متداول نہیں ہیں۔

وفات

امام ابو محمد خلفؒ نے، جمادی الآخر بروز سنیچر ۲۲۹ھ میں بزمانہ جہمیہ روپوشی کے عالم میں وفات پائی[۵] روپوشی کے اسباب معلوم نہ ہو سکے، وفات سے متعلق ۲۲۷ھ اور ۲۲۸ھ کے بھی اقوال ملتے ہیں[۶] مگر خطیب بغدادی نے اسے وہم قرار دیا ہے[۷]

---

۱ تاریخ بغداد ۸/۳۲۵
۲ ایضاً ۸/۳۲۷
۳ معرفۃ القراء ۱/۲۰۹
۴ غایۃ النہایہ ۱/۲۷۳
۵ ایضاً والمعارف ص ۵۲۸ ودول الاسلام ۱/۱۰۷ وتاریخ الصغیر ص ۲۴۰
۶ تہذیب الکمال ص ۱۰۶ وتاریخ بغداد ۸/۳۲۷
۷ تاریخ بغداد ۸/۳۲۷

ان کی وفات پر کسی شاعر نے مرثیہ لکھا، چند اشعار ملاحظہ ہوں ؎

مضی شیخنا البزار بالفضل یذکر ... هجان امام فی القراءۃ مبصر

ہمارے شیخ بزار اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ ان کے علم وفضل کا تذکرہ ہوتا رہے گا، وہ فن قرأت کے امام اور دیدہ ور تھے۔

سقی اللہ قبرا حلہ من غمامۃ ... بوابل غیث صفوہ متفجر

اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو ایسے بادلوں سے بھر دیں جو مسلسل (رحمت) کی موسلا دھار بارش برسائیں۔

لقد فاز اقوام بصحبۃ شیخنا ... واخذھم عنہ القراءۃ اکثروا

ہمارے شیخ کی صحبت سے بہت سے لوگ بامراد ہوئے اور ان سے بہت سے لوگوں نے قرأت سیکھی۔

وقد طلب الحساد فی الناس کیدہ ... فما قدروا حتی عموا وتحیروا[1]

حاسدوں نے ان کے خلاف سورش بھی کی مگر کامیاب نہیں ہوئے بلکہ حیراں و سرگرداں رہ گئے۔

کسی نے امام خلف کو خواب میں دیکھا تو پوچھا اے ابو محمد اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا، تو انہوں نے کہا میری مغفرت فرما دی[2]

---

[1] تاریخ بغداد ۳۲۸/۸

[2] ایضاً ۳۲۷/۸

امام خلاد بن خالد کوفیؒ

(م ۲۲۰ھ ۸۳۵ء)

نام ونسب

خلاد نام، ابوعیسیٰ کنیت والد ماجد کا نام خالد تھا، والد کے نام میں اختلاف ہے تذکرہ نگاروں نے خالد، خلید اور عیسیٰ لکھا ہے، لیکن صحیح نام خالد ہے[1]۔

امام خلادؒ کی کنیت میں بھی اختلاف ہے۔ ابوعیسیٰ کے علاوہ ابوعبداللہ بھی بعض تذکروں میں ملتی ہے مگر اکثر تذکرہ نگاروں نے ابوعیسیٰ ہی لکھا ہے۔

پیدائش اور وطن

امام خلادؒ کی تاریخ پیدائش سے ہم واقف نہیں، ان کا وطن کوفہ تھا اور کوفی ہی کی نسبت، سے عموماً یاد کیے جاتے ہیں، وہ ابوعبداللہ شیبانی صیرفی کے آزاد کردہ غلام تھے[2]۔

حصول علم اور اساتذہ

امام خلاد نے اپنے شیخ امام ابوعیسیٰ سلیم سے فن قرأت کی تعلیم حاصل کی جو امام حمزہؒ زیات کوفی کی قرأت کے حامل وپیرو کار تھے، امام خلاد نے ان کے علاوہ حسین بن علی جعفی اور ابوجعفر محمد بن الحسن الرواسی سے بھی علم قرأت کی تحصیل کی[3]۔

تلامذہ

خود خلاد نے ایک مدت تک لوگوں کو اس فن کی تعلیم دی اور بے شمار افراد نے ان سے علم قرأت کی تحصیل وتکمیل کی وہ کثیر التلامذہ ھیں ان کے چند تلامذہ کے نام یہ ہیں۔

---

[1] ابراز المعانی ص ۲۴ وغایۃ النہایہ ۱/۲۷۴۔

[2] ایضاً

[3] ایضاً

احمد بن یزید الحلوانی، ابراہیم بن علی القطار، ابراہیم بن نصر رازی، حمدون بن منصور، سلیمان بن عبدالرحمٰن طلحی، علی بن حسین طبری، علی بن محمد بن فضل، عتیبہ بن نضر الاحری، قاسم بن یزید الوزان، محمد بن فضل، محمد بن سعید بزاز، محمد بن موسیٰ بن امیہ محمد بن شاذان جوھری، محمد بن عیسیٰ اصبہانی، محمد بن یحییٰ الحسینی، محمد بن الہیثم وغیرہ

فن قرأت امام خلاد کا شمار ائمہ قرأت میں ہوتا ہے تذکرہ نگاروں نے ان کو امام القراء، قاری کوفہ اور استاذ و محقق لکھا ہے۔

حدیث امام خلاد اگرچہ شیخ القراء تھے اور مسند قرأۃ پر جلوہ افروز تھے تاہم انہیں حدیث سے بھی شغف و تعلق تھا، زھیر بن معاویہ، حسن بن صالح سے احادیث کی روایت کی ہے[2] اور خود ان سے ابوزرعہ اور ابوحاتم نے روایت کی ہے[3] ترمذی اور ابن خزیمہ کی صحیح میں ایک ایک روایت منقول ہے۔

حفظ و ضبط اور ثقاہت امام خلاد بڑے ضابط اور قوی الحافظ تھے تذکرہ نگاروں نے الامام اور الحافظ کے القاب سے یاد کیا ہے، علامہ ابوعمرو عثمان دانی کا بیان ہے کہ "امام خلاد سلیم کے شاگردوں میں سب سے زیادہ ضابط اور جلیل القدر تھے[4]"

امام خلاد کی ثقاہت و عدالت معروف و مسلم ہے، علامہ ذھبیؒ نے وکان صدوقا لکھا ہے[5] قاری محی الاسلام پانی پتی لکھتے ہیں "کہ سیدنا خلاد امام ثقہ محقق مجود صاحب ضبط و اتقان تھے[6]"

وفات امام خلادؒ کی وفات ۲۲۰ھ / ۸۳۵ء میں بمقام کوفہ ہوئی[7]

---

[1] ایضاً ص ۲۷۵ و معرفۃ القراء ۲۱۰/۱ [2] معرفۃ القراء ۲۱۰/۱ [3] ایضاً
[4] التیسیر ص ۶ - [5] معرفۃ القراء ۲۱۰/۱ [6] تذکرۃ قاریان ھند ۳۷/۱
[7] غایۃ النہایہ ۲۷۵/۱ و شذرات الذہب ۴۷/۲

امام علی بن حمزہ کسائیؒ

امام علی بن حمزہ کسائیؒ کا شمار تبع تابعین میں ہے، فن نحو، لغت و عربیت فقہ اور خاص طور پر فن قرأت میں ان کا مرتبہ اس درجہ بلند ہے کہ تذکرہ نگاروں نے ان کو امام القراء کا خطاب دیا ہے، تاحیات قرآن مجید کی خدمت کی درس وتدریس کے ساتھ تصنیف وتالیف سے بھی سروکار رہا، اپنے علم و فضل کی وجہ سے قراء سبعہ میں شمار کیے جاتے ہیں یہاں ان کی زندگی کے حالات و واقعات اور علمی و فنی خصوصیات و امتیازات کو قلمبند کیا جاتا ہے۔

نام و نسب علی نام، ابوالحسن کنیت، کسائی نسبت اور معلوم شجرہ نسب مندرجہ ذیل ہے۔

ابوالحسن علی بن حمزہ بن عبداللہ بن بہمن بن فیروز [1]

ان کے شجرہ نسب میں اختلاف ہے تذکرہ نگاروں نے ان کے پردادا کا نام قیس، عثمان اور بہمن لکھا ہے [2] ابن کثیر نے ان کے پردادا کا نام لکھا ہی نہیں ہے بلکہ ان کی جگہ ان کے جدِ اعلیٰ کا نام لکھا ہے [3] صحیح یہ ہے کہ ان کے پردادا کا نام بہمن تھا اس کا ذکر بہت سے تذکرہ نگاروں نے کیا ہے، صولی کا بیان ہے کہ یہ علی بن حمزہ بن عبداللہ بن بہمن بن فیروز مولی بنو اسد ہیں [4]

---

[1] غایۃ النہایہ ۱/۳۵ والفہرست ص ۹۷
[2] ایضاً و تہذیب التہذیب ۷/۳۱۳
[3] البدایہ والنہایہ ۱۰ / ۲۰۲
[4] معرفۃ القراء ۱/۱۲۱ و تاریخ بغداد ۱۱/۴۰۴

ان کی کنیت میں بھی اختلاف ہے ایک قول کے مطابق ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے [1] مگر یہ قول ضعیف ہے اور صحیح کنیت ابوالحسن ہی ہے کیونکہ سوائے ابن الندیم کے کسی اور نے اس کنیت کا ذکر نہیں کیا ہے۔

نسبتیں یہ کسائی، اسدی، نحوی اور کوفی کی نسبتوں سے معروف ہیں، تذکرہ نگاروں نے اس کے مختلف اسباب بیان کئے ہیں:۔

۱۔ حج بیت اللہ میں احرام کسا یعنی کمبل کا باندھا تھا اس لئے کسائی سے مشہور ہوئے [2] عبدالرحیم بن موسیٰ کہتے ہیں کہ میں نے امام کسائی سے دریافت کیا کہ آپ کو کسائی کیوں کہا جانے لگا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے احرام کمبل میں باندھا تھا [3] علامہ ابن القاصح بغدادی لکھتے ہیں:۔

قیل لہ الکسائی من اجل انہ احرام فی کساء [4]	ان کو کسائی اس لئے کہا جاتا ہے کہ انہوں نے ایک کمبل میں احرام باندھا تھا۔

علامہ شاطبی اپنے قصیدہ میں فرماتے ہیں۔

واما علی فالکسائی نعتہ لما کان فی الاحرام فیہ تسربلا

اور علی سے مراد امام کسائی ہیں اور ان کا یہ نام اس لئے پڑا کہ انہوں نے کمبل کا احرام باندھا تھا۔

۲۔ امام حمزۃ الزیات کوفی کے حلقہ درس میں کسا اوڑھ کر بیٹھتے تھے اور وہ فرماتے صاحب کسا کو میرے پاس لاؤ، امام اہوازی کا بیان ہے کہ میرے نزدیک اشبہ بالصواب یہی ہے۔ [5]

---

[1] الفہرست ص ۹۷

[2] البدایہ والنہایہ ۲۰۱/۱۰ وغایۃ النہایہ ۵۳۹/۱

[3] ایضاً ومعرفۃ القراء ۱۲۲/۱ وتاریخ بغداد ۴۰۴/۱۱

[4] سراج القاری المبتدی ص ۱۲

[5] غایۃ النہایہ ۵۳۹/۱ وابراز المعانی ص ۲۴۔۲۵

۳۔ یہ جب کوفہ آئے تو کسا اوڑھے ہوئے تھے اس لئے کسائی سے مشہور ہوئے[۱]

۴۔ خلف بن ھشام کا بیان ہے کہ علی بن حمزہ کوفہ آئے تو مسجد السبیع میں آئے اس وقت فجر کی اذان ہو رہی تھی وہاں امام حمزہ پڑھ رہے تھے امام صاحب اس وقت کمبل اوڑھے ہوئے تھے امام حمزہ نے کہا یہ کون ہیں لوگوں نے کہا کہ صاحب کسا ہیں پھر لوگ انکی طرف متوجہ ہوتے اور تضحیک کرتے ہوتے کہا اگر کپڑا بننے والا ہوگا تو سورۂ یوسف پڑھے گا اور اگر ملاح ہوگا تو سورۂ طٰہٰ پڑھے گا یہ جملہ امام کسائی نے سن لیا پھر انہوں نے تلاوت شروع کی اور سورۂ یوسف پڑھنا شروع کیا اور جب الذئب پر پہونچے تو الذئب بغیر ہمزہ کے پڑھا اس پر امام حمزہ نے کہا الذئب پر ہمزہ ہے کسائی نے کہا الحوت پر بھی ہمزہ ہے مگر بغیر ہمزہ کیوں پڑھتے ہیں امام حمزہ نے اس کا جواب دینے کے لئے خلاد الاحول کو اشارہ کیا اور حاضرین مجلس کو لے کر آگے بڑھے اور مناظرہ کیا مگر وہ امام کسائی کو کچھ قائل نہ کر سکے بالآخر انہوں نے امام کسائی سے کہا کہ اللہ آپ پر رحم کرے آپ ہی بتائیں پھر امام کسائی نے کہا اس حائک سنو پھر اسے بخوبی سمجھایا اور یہ شعر بھی شہادت کے طور پر پڑھا ؎

ایھا الذئب وابنہ وابوہ انت عندی من اذوب ضاریات

اسی دن سے یہ کسائی کہے جانے لگے[۲]

اس واقعہ کو ابوبکر الانباری نے بھی قدرے ترمیم و اضافہ کے ساتھ لکھا ہے[۳]

۵۔ امام کسائی جہاں کے رہنے والے تھے اس جگہ کا نام کسا تھا اسلئے کسائی سے معروف ہوئے۔[۴]

---

[۱] تذکرۃ النحاۃ ص ۱۵
[۲] تاریخ بغداد ۱۱/۴۰۵
[۳] نزھتہ الالباء ص ۸۴ تا ۸۷
[۴] ماہنامہ المعارف لاہور مارچ ۶۹ء ص ۲۹

تمام تذکرہ نگاروں نے اول الذکر وجہ تسمیہ کو صحیح قرار دیا ہے علامہ ابن الجزری نے بھی اسی کو درست قرار دیا ہے[1] اس کے علاوہ تمام وجہوں کو ضعیف قرار دیا گیا ہے اور قیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جس کا ضعف عیاں ہے خصوصیت سے آخر الذکر وجہ تسمیہ کو علامہ ابن الجزری نے سب سے زیادہ ضعیف بتایا ہے۔[2]

چونکہ بنو اسد کے آزاد کردہ غلام تھے[3] اس لئے اسدی اور کوفہ کے باشندے تھے اس لئے کوفی اور فن نحو میں متبحر ہونے کی بنا پر نحوی سے معروف ہیں۔

پیدائش اور وطن

امام کسائی کا سنہ پیدائش قطعیت کے ساتھ نہیں ملتا تاہم علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ ان کی پیدائش ۱۲۰ھ کے آس پاس ہوئی[4] حافظ ابو العلاء نے ان کی عمر ستر سال بتائی ہے[5] چونکہ ان کا سنہ وفات ۱۸۹ھ ہے[6] اس لحاظ سے ان کا سنہ پیدائش ۱۱۹ھ ہونا چاہئے۔

خیر الدین زرکلی کا بیان ہے کہ امام کسائی کوفہ کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے[7] اور یہیں ان کی پرورش اور پرداخت بھی ہوئی[8] یہ ہشام بن عبدالملک کا زمانہ حکومت تھا۔

امام کسائی اصلاً فارسی النسل اور سواد عراق کے باشندے تھے[9] امام سرخسی نے لکھا ہے کہ یہ امام محمد بن حسن شیبانی کے خالہ زاد بھائی تھے۔[10]

---

[1] غایۃ النہایہ ۱/ ۵۳۹

[2] ایضاً [3] معرفۃ القراء ۱/ ۱۲۱

[4] ایضاً ۱/ ۱۲۰ [5] غایۃ النہایہ ۱/ ۵۴۰

[6] المعارف ص ۵۴۵

[7] الاعلام ۴/ ۲۸۳

[8] الفہرست ص ۴۴

[9] الاعلام ۴/ ۲۸۳ - و غایۃ النہایہ ۱/ ۵۳۵

[10] تبع تابعین ۱/ ۱۶۵

تجرد | انہوں نے شادی نہیں کی اور مجرد زندگی گذاری، علامہ یافعی لکھتے ہیں :۔

ولم یکن لہ زوجۃ ولا جاریۃ [1] نہ ان کے پاس بیوی تھی اور نہ لونڈی

تحصیل علم اور شیوخ | امام کسائی کی پوری زندگی تعلیم و تعلم میں گذری انہوں نے فن قرأت، نحو اور لغت و عربیت کی تعلیم حاصل کی خصوصیت سے فن قرأت، اور علم نحو میں اس قدر مہارت و صلاحیت پیدا کی کہ اس میں یکتائے روزگار ہوئے امام خلف کا بیان ہے کہ انہوں نے چھوٹی عمر میں قرآن پڑھا اور بڑی عمر میں لوگوں کو پڑھایا نحو اور لغت کی تعلیم کبر سنی میں حاصل کی۔

علم قرأت کی تعلیم امام حمزۃ الزیات کوفی سے حاصل کی جوان پر بڑا اعتماد۔ کرتے تھے ان سے چار مرتبہ قرآن پڑھ کر ان کے اجل تلامذہ میں شمار ہوئے بعد میں ایک زمانہ تک اپنے استاذ کی قرأت کا درس دیا البتہ بعض مقامات پر ان سے اختلاف بھی کیا اور ان کے استاذ اس اختلاف سے واقف بھی تھے کیوں کہ حصول علم قرأت میں ان کا یہ معمول تھا کہ امام حمزہ کے بعض اصولوں کو ضبط اور بعض کو چھوڑ دیتے ان کے علاوہ اور بھی بہت سے ائمہ قرأت سے تحصیل کی ابن مجاہد فرماتے ہیں کہ امام کسائی نے امام حمزہ کے علاوہ ایسے ماہرین فن سے بھی علم قرأت کی تعلیم حاصل کی جن کی قراتیں سلف کے مطابق تھیں، [2] پھر امام کسائی نے خود ایک طرز قرأت کو اختیار کیا اور اسکی تعلیم دی [3] ان کے چند شیوخ کے نام یہ ہیں :۔

امام حمزہ بن حبیب الزیات کوفی، عیسیٰ عمر ہمدانی، محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ انصاری، ابوبکر بن عیاش اسدی، اسماعیل، یعقوب ابن جعفر، عبدالرحمان بن ابی حماد، مفضل بن محمد ضبی، زائدہ بن قدامہ، اعمش، محمد بن حسن بن ابی سارۃ، قتیبہ بن مہران، ۔

---

[1] مرآۃ الجنان ۱/ ۴۲۱

[2] غایۃ النہایہ ۱/ ۵۳۵، ۵۳۸۔ والبدایہ والنہایہ ۱۰/ ۲۰۲ وتہذیب التہذیب ۷/ ۳۱۳۔

[3] تاریخ بغداد ۱۱/ ۴۰۳

ابوحیوۃ شریح وغیرہ۔[1]

مؤخرالذکران دو اساتذہ نے خود ان سے بھی استفادہ کیا[2]، ہذلی نے ان کے اساتذہ میں امام نافع بن ابونعیم مدنی کا بھی ذکر کیا ہے، مگر یہ درست نہیں اور بقول علامہ ابن الجزری امام کسائی نے انہیں دیکھا بھی نہیں تھا۔[3]

سلسلۂ قرأت امام کسائی نے امام حمزہ کے علاوہ عیسیٰ بن عمر اور طلحہ بن مصرف سے بھی سند لی جن کا سلسلہ ابراہیم نخعی، علقمہ بن قیس اور حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کے واسطوں سے جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچتا ہے۔[4]

درس و افادہ امام کسائی کا حلقہ درس بہت وسیع تھا ان سے استفادہ کرنے والوں کا اسقدر مجمع ہوتا تھا کہ سب کو ایک ساتھ پڑھانا مشکل ہو جاتا چنانچہ امام کسائی کرسی پر بیٹھ کر درس دیتے یہاں تک کہ لوگوں کو مقاطع و مباری کی بھی تعلیم دیتے اور لوگ ان سے اخذ کرتے۔[5]

خلف کا بیان ہے کہ جب ماہ شعبان آتا تو ان کے لئے ایک منبر بنایا جاتا اور یہ اس پر بیٹھ کر لوگوں کو پڑھاتے اور روزآنہ آدھی منزل پڑھاتے اس طرح شعبان میں دو مرتبہ قرآن پاک ختم کرتے۔[6]

تلامذہ امام کسائی کثیر التلامذہ ہیں ان کے تلامذہ میں نامور ائمہ قرأت وحدیث اور ارباب حکومت بھی شامل ہیں ہارون الرشید اور اس کے صاحبزادوں امین اور

۱؎ غایۃ النہایہ ۱/۵۳۵ و ۵۳۸ والبدایہ والنہایہ ۱۰/۲۰۲ وتہذیب التہذیب ۷/۳۱۳

۲؎ ایضاً

۳؎ ایضاً

۴؎ سراج القاری المبتدی ص ۱۲

۵؎ غایۃ النہایہ ۱/۵۳۸

۶؎ تاریخ بغداد ۱۱/۴۰۸

مامون کو بھی قرأت اور لغت و عربیت کی تعلیم دی[1]، بغداد میں ان کا فیض عام تھا ابن الانباری نے لکھا ہے کہ انہوں نے بغداد کے قراء کو پڑھایا، پھر ایک قرأت اختیار کی اور لوگوں کو اس کی تعلیم دی ان کے تلامذہ کے نام یہ ہیں :۔

ابو الحارث لیث بن خالد، ابو عمر و حفص دوری، نصیر بن یوسف رازی، ابراہیم بن زاذان، ابراہیم بن حریش، احمد بن جبیر، احمد بن ابی سریح، احمد بن ابی ذہل، احمد بن منصور بغدادی، احمد بن واصل، اسماعیل بن مدان، حمدویہ بن میمون، حمید بن رفیع خزاز زکریا بن وردان، سورۃ المبارک، قتیبہ بن مہران اصفہانی، احمد بن سریح نہشلی، ابو عبید قاسم بن سلام، ابو حمدون طیب بن اسماعیل، سریح بن یونس، عبد الرحمن بن واقد، عیسیٰ بن سلیمان الشیزری، احمد بن جبیر الطاکی، محمد بن سفیان، عبد الرحیم بن حبیب، عبد القدوس بن عبد المجید، عبد اللہ بن احمد بن ذکوان، عبد اللہ ابن موسیٰ، عدی بن زیاد، علی بن عاصم عمر بن حفص مسجدی، فضل بن ابراہیم، فورک بن شبویہ، محمد بن سنان، محمد بن واصل مطلب بن عبد الرحمن، میغر بن شعیب، ابو توبہ میمون بن حفص، ابو ناس ہارون بن سورۃ المبارک، ہارون ابن عیسیٰ، ہارون بن یزید، ہاشم بن عبد العزیز بربری، یحییٰ بن آدم، یحییٰ بن زیاد خوارزمی، اسحاق بن اسرائیل، حاجب بن ولید، حجاج بن یوسف بن قتیبہ، خلف بن ھشام البزار، زکریا بن یحییٰ انماطی، ابو حیوٰۃ شریح بن یزید، صالح الفا قط عبد الواحد بن میسرہ قرشی، علی بن ھشام، عمر بن نعیم بن میسرہ، عروہ بن محمد اسدی، عون بن الحکم، محمد بن زریق، محمد بن سعد، محمد بن عبد اللہ بن یزید حضرمی، محمد بن عمر رومی محمد بن مغیرہ، محمد بن یزید رفاعی، یحییٰ بن زیاد الفراء، یعقوب الدورقی، یعقوب حضرمی عبد اللہ ابن ذکوان وغیرہ[2]

---

[1] البدایہ والنہایہ ۱۰/ ۲۰۲

[2] غایۃ النہایہ ۱/ ۵۳۶ - ۵۳۷ و معرفۃ القراء ۱/ ۱۲۱

بعض لوگوں عبداللہ ابن ذکوان کے امام کسائی سے پڑھنے کے واقعہ کو بعید از قیاس قرار دیا ہے اور اس سلسلہ میں نقاش کی روایت پر اس لئے تنقید کی ہے کہ وہ اکثر عجیب و غریب باتیں روایت کرتے ہیں اور یہ بھی دلیل دی ہے کہ حافظ ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں اسطرح کی کوئی بات نہیں لکھی ہے، جبکہ واقعہ یہ ہے کہ خود امام عبداللہ ابن ذکوان کا بیان ہے کہ میں امام کسائی کے پاس چار ماہ رہا[1] اور کئی بار قرآن پڑھا، علامہ ابن الجزری نے اس سلسلے میں نصیر کا ایک قول نقل کیا ہے جس سے امام کسائی کے مسجد دمشق میں پڑھانے کی وضاحت ہوتی ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ امام کسائی کو دمشق جانے میں کوئی امر مانع بھی نہیں تھا کیوں کہ وہ ابتدار سے اسفار کے عادی تھے۔[2]

رواۃ قرأۃ امام کسائی کے جن شاگردوں سے ان کی قرأت کی ترویج و اشاعت ہوئی اور جن کو اہل فن نے رواۃ قرأت قرار دیا ہے ان کے نام یہ ہیں۔

(۱) امام ابوالحارث لیث بن خالد (۲) امام ابوعمر وحفص دوری

علم وفضل امام کسائی علم و فضل میں بے مثل اور عظیم المرتبت تھے ان کی شخصیت جامع کمالات تھی علامہ ذہبی نے احد الاعلام لکھا ہے ابوبکر الانباری فرماتے ہیں کہ ان کی شخصیت متعدد خصوصیات کا مجموعہ تھی یہ فن نحو کے بڑے عالم غریب الفاظ میں نادرۂ عصر اور فن قرأت میں ممتاز تھے[3] خیرالدین زرکلی لکھتے ہیں :-

واخبارہ مع علماء الادب فی عصرہ کثیرۃ[4] — ہمعصر علمائے ادب کے ساتھ ان کے بہت سے واقعات منقول ہیں۔

قاضی احمد بن کامل فرماتے ہیں :-

---

[1] ایک قول کے مطابق سات ماہ رہا۔

[2] معرفۃ القراء ۱/۱۲۶ وغایۃ النہایہ ۱/۵۳۷

[3] معرفۃ القراء ۱/۱۲۳ وغایۃ النہایہ ۱/۵۳۸

[4] الاعلام ۴/۲۸۳

وکان عظیم القدر فی ادبہ وفضلہ[1] کسائی اپنے علم وادب میں عظیم المرتبت تھے۔

ان کے شاگرد فراء کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے میری تعریف کی اور کہا کہ آپ کسائی کے پاس کیوں جاتے ہیں آپ تو علم نحو میں ان کے ہم پایہ ہیں، چنانچہ مجھے اس کا زعم پیدا ہوا اور میں نے امام کسائی سے مناظرہ کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ میری حیثیت ایک چڑیا کی سی ہے جو سمندر میں پانی پی رہی ہو[2]۔

ایک مرتبہ ایک اعرابی نے امام کسائی سے تاروں کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے تاروں کی بھرپور تفصیل بتائی جس پر اس اعرابی نے کہا:-

ما فی العرب اعلم منک[3] عرب میں آپ جیسا کوئی عالم نہیں ہے۔

ابن الاعرابی فرماتے ہیں۔

کان الکسائی اعلم الناس ضابطا عالما بالعربیۃ قارئا صدوقا[4] امام کسائی بڑے عالم قوی الحافظ، عربیت کے ماہر، قرآن کے قاری اور صدوق تھے۔

محمد سجستانی کا بیان ہے کہ اہل کوفہ کا ایک عامل بصرہ آیا تو میں اس کے یہاں گیا اس نے مجھ سے دریافت کیا کہ اے سجستانی علمائے بصرہ کون ہیں میں نے زیادی، مازنی، ہلال، شاذکونی اور ابن کلبی وغیرہ کے نام بتائے اور انہیں جن علوم میں مہارت حاصل تھی اس کا بھی تذکرہ کیا، چنانچہ عامل بصرہ نے ایک دن ان سب کو جمع کیا اور ہر شخص سے کچھ سوالات کئے علماء بصرہ نے اس کے جوابات دینے سے اس لئے معذرت کرلی کہ وہ ان کا فن نہیں تھا اور نہ انہیں اس میں مہارت حاصل تھی۔ واضح رہے کہ عامل بصرہ نے جان بوجھ کر ہر عالم سے ایسے سوالات کئے جن کا تعلق اس کے خاص علم سے

---

[1] نزہۃ الالباء ص ۹۴
[2] بغیۃ الوعاۃ ص ۳۳۶
[3] تاریخ بغداد ۱۱/۴۱۱
[4] بغیۃ الوعاۃ ص ۳۳۶

نہیں تھا اور وہ اس میں مہارت و شہرت رکھتے تھے پھر عامل بصرہ نے کہا اہل کوفہ کے ایک عالم امام کسائی ہیں ان سے جس فن سے متعلق سوال کرو وہ اس کا ضرور جواب دیتے ہیں [۱] خیر الدین زرکلی لکھتے ہیں :۔

امام فی اللغۃ والنحو والقراٰۃ من اھل الکوفۃ [۲]	امام کسائی لغت نحو اور علم قرأت میں اہل کوفہ کے امام تھے ۔

علامہ ذہبی لکھتے ہیں ۔

والیہ انتھت الامامۃ فی القراٰۃ والعربیۃ [۳]	امام کسائی کی ذات پر قرأت و عربیت کی امامت ختم ہوتی تھی ۔

صاحب تذکرۃ النحاۃ لکھتے ہیں :

در نحو و لغت از کبار ائمہ بود ۔ [۴]	وہ نحو و لغت کے کبار ائمہ میں سے تھے

علامہ شبلی نعمانی نے بھی انہیں مجتہد فن لکھا ہے [۵]

قرأت میں درجہ و مرتبہ

امام کسائی کا فن قرأت میں درجہ بہت بلند ہے انھیں اپنی زندگی ہی میں اس فن میں امامت و پیشوائی حاصل ہو گئی تھی اور وہ امام فی القراۃ کہے جاتے تھے علامہ ابن الجزری نے لکھا ہے کہ ان کی ذات پر علم قرأت اور عربیت کی امامت ختم ہوتی ہے [۶] علامہ ابن حجر نے لکھا ہے کہ کسائی بغداد میں علم قرأت و تجوید کے امام تھے [۷] ابن مجاہد کا بیان ہے کہ امام کسائی اپنے زمانہ میں قرأت میں لوگوں کے امام تھے [۸] ابو طیب لغوی کا بیان ہے کہ امام کسائیؒ اہل کوفہ کے عالم اور

---

[۱] تاریخ بغداد ۱۱/ ۴۰۷

[۲] الاعلام ۴/ ۲۸۳ [۳] معرفۃ القراء ۱/ ۱۲۱

[۴] تذکرۃ النحاۃ ص ۱۵

[۵] المامون ص ۲۵

[۶] غایۃ النہایہ ۱/ ۵۳۶

[۷] تہذیب التہذیب ۷/ ۲۱۳

[۸] کتاب السبعۃ ص ۱۲۴

ان کے امام تھے، اہل علم کا مرجع اور ان کے مصلح تھے[1] ابو عبید کتاب القرآت میں لکھتے ہیں:۔

وکان من اھل القرأۃ وھی کانت علمہ وضاعتہ ولم نجالس احدا کان اضبط ولا اقوم بھا منہ[2]	وہ فن قرأت سے وابستہ تھے اور یہی اصل انکا موضوع علم اور اختصاص تھا اور اس فن میں ان سے زیادہ ذکی اور ٹھوس کسی شخص کو ہم نے نہیں پایا۔

امام کسائی ایک مرتبہ پڑھاتے وقت کچھ غلطی کر گئے جسکا علم بعد میں لوگوں کے دریافت کرنے پر ہوا تو اسے درست کرایا اور اپنے شاگرد خلف بن ھشام سے کہا اے خلف میرے بعد کون ہوگا جو غلطیوں سے محفوظ رہے گا تو خلف نے کہا:

لا اما اذلم یسلم انت فلیس یسلم منہ احد بعدک قرأت القرآن صغیرا واقرأت الناس کبیرا وطلبت الآثار فیہ والنحو[3]	نہیں جب آپ جیسا شخص جس نے بچپن میں قرآن پڑھا اور بڑے ہوکر لوگوں کو پڑھایا اور اس کے فنی ونحوی نکات پر بحث کی نہیں محفوظ رہ سکا تو آپ کے بعد کون محفوظ رہ سکتا ہے

امام کسائی کی شخصیت فنی امتیازات کی بنا پر مرجع خلائق بنگئی تھی اور اسی بنیاد پر اپنے شیخ امام القراء امام حمزۃ الزیات کوفی کی وفات کے بعد مسند قرأت کو فہ پر متمکن ہوئے اور امام القراء کے لقب سے سرفراز ہوئے۔

حدیث امام کسائی اصلاً فن قرأت کے امام تھے اور گو وہ حدیث میں اس مقام تک نہیں پہونچے جہاں تک فن قرأت میں تھے: تاہم دستور زمانہ کے مطابق انھوں نے حدیث کا سماع سفیان بن عیینہ

---

[1] بحوالہ ماہنامہ ارشاد اعظمگڈھ مئی جون ۸۲ء ص ۶۹
[2] معرفۃ القراء ۱/ ۱۲۲
[3] غایۃ النہایہ ۱/۵۳۸ - ۵۳۹

جعفر صادق، اعمش، زائدہ بن قدامہ، سلیمان بن ارقم اور محمد بن عبید اللہ العزرمی وغیرہ سے کیا[۱] اور خود ان سے روایت کرنے والوں میں یحییٰ الفرا، خلف بن ھشام، محمد بن مغیرہ، اسحٰق بن ابی اسرائیل، محمد بن یزید رفاعی، یعقوب الدورقی، احمد بن حنبل اور محمد بن سعد کے نام قابل ذکر ہیں[۲]

صداقت امام کسائی صادق تھے یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ

مارائیت بعینی ھاتین اصدق لھجۃ من الکسائی۔[۳] میں نے امام کسائی سے بہتر کسی کا لہجہ نہیں دیکھا

ابو عمر دوری سے دریافت کیا گیا کہ آپ لوگ امام کسائی کے ساتھ ان کی نخوت کے باوجود کیسے رہے تو انہوں نے کہا کہ ان کی زبان کی سچائی کی وجہ سے[۴]

لغت و عربیت امام کسائی کو لغت و عربیت میں بھی جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے بلند مقام حاصل تھا، تذکرہ نگاروں نے امام فی اللغۃ والعربیۃ۔ لکھا ہے اس کی تعلیم کوفہ سے بصرہ جاکر خلیل بن احمد، معاذ الھراء، اور ابو جعفر رواسی وغیرہ سے حاصل کی تھی[۵]

فضل بن شاذان کا بیان ہے کہ امام کسائی امام حمزہ سے تحصیل علم قرأت کے بعد عرب کے دیہاتوں میں گئے اور قریب سے ان (کی زبان) کا مطالعہ کیا اور ان کے ایک فرد ہو گئے پھر شہر واپس آئے تو لوگوں کو لغت کی تعلیم دی[۶]

---

[۱] تہذیب التہذیب ۷/۳۱۳ و معرفۃ القراء ۱/۱۲۰

[۲] ایضاً

[۳] غایۃ النہایہ ۱/۵۳۸

[۴] معرفۃ القراء ۱/۱۲۳

[۵] ایضاً ۱/۱۲۰ و غایۃ النہایہ ۱/۵۳۶ والفہرست ص ۹۷

[۶] غایۃ النہایہ ۱/۵۳۸

طلب نحو کا سبب فن نحو سے ان کی رغبت و دلچسپی کا واقعہ بڑا سبق آموز اور دلچسپ ہے ان کے شاگرد یحییٰ بن زیاد الفراد کا بیان ہے کہ امام کسائی ایک دن پیادہ سفر کے بعد اپنے احباب میں پہونچے ان میں کچھ صاحب علم وفضل بھی تھے اور اپنی تکان کو عیت سے بیان کیا اس پر ان کے احباب نے کہا کہ تم ہمارے ساتھ بیٹھتے ہو اور اس طرح کی غلطی کرتے ہو امام کسائی نے کہا میں نے کونسی غلطی کی ہے تو ان لوگوں نے بتایا کہ سفر کے تکان کو کے بجائے اعییت سے بیان کرنا چاہئے تھا عییت اس وقت بولتے ہیں جب انسان کو کوئی تدبیر سمجھ میں نہ آئے اور بالکل عاجز و بے بس ہو اس واقعہ سے امام کسائی نے بڑی خفت اور شرمندگی محسوس کی اور اسی وقت علم نحو حاصل کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور دریافت کیا کہ اسوقت علم نحو کی تعلیم کون دیتا ہے لوگوں نے معاذ الہرا کا نام بتایا چنانچہ امام کسائی ان کی خدمت میں رہنے لگے اور ان کے پاس جو کچھ تھا سب سیکھ لیا اس کے بعد بصرہ گئے اور امام النحو خلیل بن احمد سے ملاقات کی ان کے درس میں بیٹھے تو ایک اعرابی نے کہا۔

ترکت اسدا وتمیما وعندھا الفصاحۃ	تم بنو اسد اور بنو تمیم جو فصاحت کے مالک ہیں
وجئت الی البصرۃ ۔	ان کو چھوڑ کر بصرہ آئے ہو ۔

پھر امام کسائی نے خلیل بن احمد سے دریافت کیا کہ آپ نے یہ علم کہاں سے حاصل کیا انہوں نے کہا کہ حجاز کے دیہاتوں نجد اور تہامہ سے پھر امام کسائی دیہاتوں کی طرف چلے گئے اور جب واپس ہوئے تو حفظ کی ہوئی چیزوں کے علاوہ عربوں کے روایات لکھنے میں ۱۵ شیشیاں روشنائی صرف کی تھی پھر خلیل بن احمد کے پاس لوٹے تو ان کی وفات ہو چکی تھی اور ان کی جگہ پر یونس بن حبیب متمکن تھے امام کسائی نے بہت سے مسائل میں ان سے گفتگو کی تو یونس بن حبیب نے ان کی تصدیق کی اور اپنی جگہ پر امام کسائی کو بیٹھایا[1]۔

---

[1] نزہۃ الالباء ص ۸۲ تا ۸۴ و تاریخ بغداد ۱۱/۴۰۴ و بغیۃ الوعاۃ ص ۳۳۶

علامہ ذہبیؒ نے لکھا ہے کہ امام کسائی دیہاتوں کی طرف چلے گئے، اور ایک مدت تک غائب رہے اور بخد تہامہ کے اعرابیوں سے لغات اور غریب دنادار الفاظ کو لکھا اور جب واپس آئے تو ان کے لکھنے پر روشنائی کی پندرہ شیشیاں صرف کر چکے تھے[۱] اسی طرح کے خیالات کا اظہار صاحب المدارس النحویہ نے بھی کیا ہے[۲]

قرأت اور نحو

تذکرہ نگاروں نے نحو اور قرأت کا ذکر ایک ہی جگہ کیا ہے قرن اوّل میں ہر قاری نحوی ہوتا تھا درحقیقت قرأتوں کے اختلافات ہی نے قاریوں کے اندر یہ عزم و حوصلہ پیدا کیا کہ وہ فن نحو سے اصول وضوابط منضبط کریں تاکہ قرأ قرآن مجید کی تلاوت میں کلمات قرآن کی اصلیت، محل اور اعراب سمجھ سکیں، یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ بصرہ کے وہ تمام نحوی جو ابن اسحٰق کے بعد کے ہیں ان سب کا تعلق قرأ سے تھا، قرأ سبعہ کے اکثر قاری نحوی ہیں مثلاً امام ابو عمرو بن العلاء بصری امام حمزۃ الزیات کوفی، امام عاصم کوفی اور خود امام کسائی وغیرہ۔

قرأ سبعہ کے علاوہ اور بھی بہت سے قرأ نحوی تھے جیسے ابن ابی اسحٰق حضرمی، عیسیٰ بن عمر، خلیل بن احمد، یونس بن حبیب وغیرہ، سیبویہ بھی قرأتوں کے ماہر تھے اپنی تصنیف الکتاب میں اکثر قرأتوں سے بحث و تعرض کرتے ہیں۔

نحوی اسکول

علم نحو کے تین مراکز تھے جنھیں اسکول سے تعبیر کیا جاتا ہے اولیت بصری اسکول کو حاصل ہے اس کے بعد کوفہ اور بغداد کے مراکز کا تذکرہ کیا جاتا ہے ان نحوی مراکز سے وابستہ علماء نے بڑی محنت کی اور فن نحو کو وسعت وہمہ گیری بخشی، ان میں سر فہرست بصرہ میں سیبویہ کوفہ میں امام کسائی اور بغداد میں ابن کیسان تھے کوفی اسکول کی ابتداء امام کسائیؒ کے استاذ ابوجعفر رواسی اور معاذ الہراء

---

[۱] معرفۃ القراء ۱/۱۲۱

[۲] المدارس النحویہ ص ۱۵۹

سے ہوتی ہے مگر امام کسائیؒ کی محنت و صلاحیت نے کوفی اسکول کا بانی قرار دینے کا جواز فراہم کر دیا در اصل کوفی نحو کی ابتدار باقاعدہ اور منظم طریقے سے امام کسائیؒ اور ان کے شاگرد فراء سے ہوتی ہے، انھیں دونوں نے اسکے مقدمات ترتیب دیئے اصول وضوابط اور خطوط بنائے اور اپنی صلاحیتوں کی بنا پر کوفی اسکول کو ایک مستقل نظریہ دیا۔

ان نحوی مراکز کے درمیان تنقید و اعتراض اور معرکہ آرائی بھی ہوتی تھی، ابن الانباری نے انکے اختلافات پر مشتمل ایک ضخیم کتاب بھی لکھی تھی چونکہ امام کسائیؒ اور انکے ہم خیال نحویوں کا رویہ وسعت پسندانہ اور فراخدلانہ تھا وہ صرف فصحائے عرب ہی سے اشعار و امثال لینے پر اکتفا نہیں کرتے تھے بلکہ ان عربوں سے بھی روایت کرتے تھے جو شہروں میں رہتے تھے جبکہ اہل بصرہ ان سے روایت کرنے کو پسند نہیں کرتے تھے، اس لیۓ امام کسائیؒ کو اہل بصرہ اپنی تنقیدوں کا ہدف بناتے تھے جیسا کہ اس قول سے ظاہر ہے۔

انه كان يسمع الشاذ الذى لايجوز من الخطاء واللحن وشعر غير اهل الفصاحة والضرورات ليجعل ذالك اصلا ويقيس عليه حتى افسد النحو[1]	وہ ایسے شاذ اقوال جو خطاء ولحن کی بنیاد پر نہیں لیے جا سکتے انکو بھی یاد رکھتے تھے اور غیر فصحاء کے اشعار یا ضرورت کی بنیاد پر جن اشعار میں کمی ہوتی انکو بھی نقل کرتے تھے اور اسی کو اصل بنا کر اس پر قیاس کرتے تھے اور اس طرح انھوں نے نحو کو خراب کر ڈالا۔

نحو میں کمال و امتیاز

اوپر گذر چکا ہے کہ امام کسائیؒ فن نحو کے بہت بڑے عالم تھے انکی جلالت شان اور علوئے مرتبت کا اندازہ امام شافعی کے اس قول سے لگایا جا سکتا ہے کہ

---

[1] معجم الادبار ۵/۱۹۰ و مرآة الجنان ۱/۴۲۱

اسی طرح امام کسائی سے مشروط طلاق کی صحت و عدم صحت کے متعلق سوال کیا گیا تو انھوں نے اسے غیر درست بتایا، امام کسائی کے اس جواب کی تشریح کرتے ہوئے ابن الیافعی لکھتے ہیں:

لا یصح وقوعہ قبل وجود الصفۃ المعلق علیہا قال لم قال لان السیل لا یسبق المطر [1]

جس کیفیت پر اس کا دار و مدار ہے اس کے وجود سے پہلے طلاق کا واقع ہونا درست نہیں ہے۔ پوچھا گیا کیوں؟ تو انھوں نے کہا کہ اس لیے کہ سیلاب بارش سے پہلے نہیں آیا کرتا

امام ابو یوسف امام کسائی کے بارے میں اچھی رائے نہیں رکھتے تھے اور کہتے تھے کہ کسائی کو کلام عرب کی ذرا سی واقفیت ہے، ان دونوں کا ایک بار خلیفہ ہارون رشید کے دربار میں اجتماع ہو گیا خلیفہ انکی بڑی تعظیم کرتا تھا اس لیے کہ وہ خلیفہ کے معلم و مؤدب رہ چکے تھے اور امام ابو یوسف کی فقیہانہ شان بھی پیش نظر تھی چنانچہ اس نے قاضی ابو یوسف سے سوال کیا کہ آپ اس مسئلہ کے بابت کیا فرماتے ہیں کہ اگر ایک شخص نے اپنی بیوی سے یہ کہا کہ انت طالق، طالق، طالق (تم کو طلاق ہے، طلاق ہے، طلاق ہے) قاضی صاحب نے جواب دیا کہ یہ ایک طلاق واقع ہوگی خلیفہ نے پھر کہا کہ اگر وہ یہ کہے کہ انت طالق و طالق او طالق (تم کو طلاق ہے یا طلاق ہے یا طلاق ہے) جواب دیا ایک ہی طلاق ہوگی، ہارون رشید نے یہ سن کر کہا اگر وہ یہ کہے کہ انت طالق ثم طالق ثم طالق (تم کو طلاق ہے پھر طلاق ہے پھر طلاق ہے) جواب دیا ایک ہی ہوگی خلیفہ نے پھر پوچھا کہ اگر وہ یہ کہے کہ انت طالق و طالق و طالق (تم کو طلاق ہے اور طلاق ہے اور طلاق ہے) اس پر قاضی صاحب نے کہا اس صورت میں بھی ایک ہی طلاق ہوگی، یہ سوال و جواب سنکر امام کسائی نے کہا

---

[1] ایضاً۔

ایک مرتبہ امام نے مندرجہ ذیل اشعار لکھ کر خلیفہ ہارون رشید کی خدمت میں بھیجے جن میں اس کی تعریف تھی

قل للخليفة ما تقول لمن — أمسى اليك بحرمة يدلي
مازلت مذ صار الامين معي — عبدي يدي ومطيتي رجلي
وعلى فراشي من ينبهني — من نومتي وقيامه قبلي
اسعى برجل منه ثالثة — مرفورة مني بلا رجل
واذا ركبت اكون مرتدفا — قدام سرجي راكبا مثلي
فأمنن علي بما يسكنه — عني وأهد الغمد للنصل

ان اشعار کو پڑھ کر ہارون بہت خوش ہوا اور امام کسائی کو دس ہزار درہم، لونڈی، غلام گھوڑا اور لباس وغیرہ عنایت کیا[1]

فقہی بصیرت

امام کسائی قرأت، نحو اور لغت وعربیت کے علاوہ فقہ میں بھی درک و بصیرت رکھتے تھے، مشہور فقیہہ امام محمد بن حسن شیبانی انکے خالہ زاد بھائی تھے، ان سے اکثر صحبتیں رہا کرتی تھیں، ہارون رشید نے اپنے دربار میں دونوں کو الگ الگ کرسیاں دی تھیں ۔

عامل کوفہ کا بیان اوپر گذر چکا ہے کہ اہل کوفہ کے عالم امام کسائی ہر فن کے سوالوں کا جواب دیتے تھے ایک دن امام کسائی اور امام شیبانی دربار خلافت میں جمع تھے امام کسائی نے کہا وہ کونسا علم ہے جو تمام علوم تک رہنمائی کرتا ہے تو انھوں نے لاعلمیت ظاہر کی اور پوچھا کہ اگر سجدہ سہو میں غلطی ہو جائے تو کیا پھر سجدہ کریں گے، امام کسائی نے کہا نہیں اور نحوی قواعد سے استدلال کرتے ہوئے بتایا کہ مصغر کا مصغر نہیں ہوتا[2]

---

[1] تاریخ بغداد ۱۱/ ۴۱۲ و مرآۃ الجنان ۱/ ۴۲۱
[2] ایضاً

اے امیر المؤمنین قاضی ابو یوسف نے دو صورتوں میں صحیح جواب دیا۔ لیکن دو صورتوں میں ان کا جواب درست نہیں ہے انت طالق، طالق، طالق کی صورت میں ایک طلاق کا ہونا اس لیئے درست ہے کہ بقیہ دو طالق کے الفاظ محض تاکید کیلئے ہیں جیسے آپ یہ کہیں کہ انت قائم، قائم، قائم (آپ کھڑے ہیں، کھڑے ہیں، کھڑے ہیں) یا یوں کہیں انت کریم، کریم، کریم، اسی طرح اس دوسری شکل میں کہ انت طالق او طالق او طالق میں بھی ایک ہی طلاق واقع ہوگی کیونکہ او کا حرف شک کیلئے ہے اس لیئے ایسے لفظ سے جس سے یقین ظاہر نہ ہوتا ہو۔ ایک طلاق ہوگی بقیہ کا عمل نہیں مانا جائیگا اور اس قول میں کہ انت طالق ثم طالق ثم طالق میں تین طلاقیں واقع ہونگی اس لیئے کہ اس میں نسق و ترتیب پائی جاتی ہے اور یہی بات دوسرے قول انت طالق و طالق و طالق میں بھی پائی جاتی ہے اس لیئے اس صورت میں بھی تین طلاقیں واقع ہونگی۔[۱]

ان واقعات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ امام کسائی کو کس قدر فقہ میں مہارت حاصل تھی

خلفاء سے ربط و تعلق

امام کسائی کے خلیفہ مہدی، ہارون الرشید، امین و مامون اور یحیٰی بن خالد وغیرہ سے بڑے اچھے مراسم و تعلقات تھے اور وہ سب بھی انکی بڑی عزت و قدر کرتے تھے اسکی ابتدا یوں ہوئی کہ مہدی نے ہارون کی تعلیم کیلئے ایک اتالیق رکھا تھا ایک دن اس سے پوچھا کہ السواک کا امر کیا ہوگا اس نے کہا استک یا امیر المؤمنین، اس پر مہدی نے انا للہ پڑھی اور کسی اچھے عالم اتالیق کی خواہش ظاہر کی کسی نے امام کسائی کے

---

[۱] نزھتہ الالبا ص ۹۱ تا ۹۳۔

بارے میں بتایا اور یہ بھی بتایا کہ ابھی جلد ہی وہ دیہاتوں سے واپس آئے ہیں خلیفہ نے انھیں طلب کیا اور ان سے بھی یہی سوال کیا کہ السواک کا امر کیا ہوگا امام کسائی نے کہا سک اے امیرالمؤمنین، اس پر خلیفہ نے تعریف و تحسین کی اور دس ہزار[1] درہم دینے کا حکم دیا۔[1]

ایک دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کسائی جب نجد و تہامہ اور حجاز کے دیہاتوں سے لغت و عربیت کے حصول کے بعد واپس آئے تو مہدی نے اپنے پاس بلوایا اور مقرب خاص بنایا اور اپنے لڑکے کا اتالیق مقرر کیا۔[2]

پھر خود ہارون رشید نے اپنے بیٹوں امین اور مامون کی تعلیم کیلئے مقرر کیا،[3] انھیں دربار خلافت میں بڑا اثر و رسوخ اور قدر و منزلت حاصل تھی[4]، جاحظ کا بیان ہے کہ۔

کان اثیر عند الخلیفۃ حتی اخرجہ من طبقۃ المؤدبین الی طبقۃ الجلساء والمؤانسین۔[5]

امام کسائی کو خلیفہ کے یہاں بڑا اثر و رسوخ حاصل تھا وہ دربار شاہی کے محض ایک معلم ہی نہ تھے بلکہ انکو ہم نشین و جلیس کا رتبہ ملا ہوا تھا

علامہ ذہبی لکھتے ہیں

وکان فی الکسائی تیہ وحشمۃ لما نال من الریاسۃ باقراء محمد الامین ولد الرشید وتادیبہ ایضا للرشید فنال مالم ینلہ احد من الجاہ والمال والاکرام وحصل لہ

امام کسائی کو ہارون الرشید کے فرزند امین کے معلم اور خود ہارون کے مؤدب ہونے کی بنا پر دربار میں وہ اعزاز و اکرام اور جاہ و منزلت حاصل تھی جو کسی اور کو نہیں ملی تھی وہ علم اور دنیا دونوں کی ریاست کے جامع تھے۔

---

[1] ایضاً ص ۸۷ تا ۸۸ [2] احمد حسن زیات، تاریخ الادب العربی (ترجمۂ تلخیص) ڈاکٹر طفیل احمد مدنی ص ۳۲۲
[3] الفہرست ص ۹۷ [4] احمد حسن زیات محولہ بالا۔ [5] الاعلام ۴ / ۲۸۳۔

ریاستہ العلم والدنیا۔[1]

اکثر تذکرہ نگاروں نے صرف امین کی اتالیقی کا ذکر کیا ہے مگر ابن الندیم نے امین اور مامون دونوں کی اتالیقی کا ذکر کیا ہے[2]، علامہ شبلی نعمانی نے بھی لکھا ہے کہ مامون نے امام کسائی سے فن نحو وادب کی تعلیم حاصل کی[3]۔

مامون نے امام کسائی سے قرآن کی بھی تعلیم حاصل کی تھی علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ مامون جب قریباً پانچ برس کا ہوا تو بڑے اہتمام سے اسکی تعلیم وتربیت شروع ہوئی دربار میں جو علماء اور مجتہدین فن موجود تھے ان میں سے دو شخص یعنی کسائی نحوی اور یزیدی قرآن پڑھانے کیلئے مقرر ہوئے[4]۔

علامہ شبلی نے اپنی تصنیف المامون میں امام کسائی کے پڑھانے کا طریقہ بھی لکھا ہے اسے یہاں اس لیے نقل کیا جاتا ہے کہ اس سے امام کسائی کی عظیم المرتبت شخصیت کی قدرے اور وضاحت ہوتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

کسائی کی تعلیم کا طریقہ یہ تھا کہ مامون کو پڑھنے کیلئے کہتا تھا اور آپ چپکا سر جھکائے بیٹھا رہتا تھا مامون کہیں غلط پڑھ جاتا تو فوراً کسائی کی نگاہ اٹھ جاتی اتنے اشارے سے مامون متنبہ ہوجاتا اور عبارت کو صحیح کر لیتا ایک دن سورۃ صف کا سبق تھا کسائی حسب عادت سر جھکائے سن رہا تھا جب مامون اس آیت پر پہونچا

یاایہا الذین آمنوا لم	اے ایمان والو وہ بات کیوں
تقولون مالاتفعلون۔ (صف)	کہتے ہو جو کرتے نہیں۔

تو بے اختیار کسائی کی نظر اٹھ گئی مامون نے خیال کیا کہ میں نے شاید آیت پڑھنے میں غلطی کی مگر جب پھر مکرر پڑھا تو معلوم ہوا

---

[1] معرفتہ القراء ۱/ ۱۲۳ ۔ [2] الفہرست ص ۹۷ ۔ [3] المامون ص ۶۲ [4] ایضاً ص ۲۱۔

کہ صحیح پڑھی تھی تھوڑی دیر کے بعد کسائی جب چلا گیا تو مامون ہارون کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اگر حضور نے کسائی کو کچھ دینے کے لیئے کہا تھا تو ایفائے وعدہ فرمایئے ہارون نے کہا ہاں اس نے قاریوں کیلئے کچھ وظیفہ مقرر کرنے کی درخواست کی تھی جس کو میں نے منظور بھی کیا تھا اس نے تم سے کچھ تذکرہ کیا مامون نے کہا نہیں ہارون نے پوچھا پھر تم کو کیونکر معلوم ہوا مامون نے اس وقت کا ماجرا عرض کیا[۱]

امین اور مامون امام کسائی کا بڑا ادب واحترام کرتے تھے ایک مرتبہ ہارون رشید نے چپکے سے انکا معائنہ کیا یہ امین و مامون کو پڑھانے کے بعد کسی کام سے اٹھے تو شہزادوں نے بڑھ کر جوتیاں سیدھی کیں امام کسائی نے ان کے سروں پر دست شفقت رکھا، بوسہ دیا، اور منع کیا کہ آئندہ وہ ایسا نہ کریں یہ واقعہ ہارون نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور پھر جب خلیفہ اپنی مجلس میں آیا تو لوگوں سے دریافت کیا کہ سب سے اچھے خادم کس کے ہیں تو حاضرین مجلس نے کہا امیرالمؤمنین کے خلیفہ نے کہا نہیں امام کسائی کے جنکی خدمت امین و مامون کرتے ہیں اور پھر پورا واقعہ کہہ سنایا[۲]۔

امین امام کسائی کا اسقدر خیال رکھتا تھا کہ ایک مرتبہ انکو صرف سبکی وشرمندگی سے بچانے کیلئے سازش کر ڈالی اور اپنے استاذ کی سبکی نہ ہونے دی، امام کسائی اور سیبویہ کے درمیان ایک مناظرہ ہوا سیبویہ ماہر قرأت و نحو اور بصری اسکول کے نمائندہ تھے امام کسائی نے سیبویہ سے دریافت کیا کہ کنت اظن الزنبور اشد لسعا من النحل فاذا ھو ایاھا میں فصاحت کس میں ہے، سیبویہ نے کہا ایاھا کی منصوب ضمیر لانا جائز نہیں صحیح فاذا ھو ھی ہے، بحث آگے بڑھی

---

[۱] المامون ص ۲۱ [۲] الفہرست ص ۹۷ ۔

تو ایک فصیح اللہجہ عرب دیہاتی کو حکم مقرر کیا گیا مگر امین نے سازش کی اور اپنے استاذ امام کسائی کے حق میں فیصلہ کر دیا اس واقعہ سے سیبویہ کو سخت صدمہ ہوا اور وہ دل برداشتہ ہو کر بغداد کو خیر باد کہہ دیا اور شیراز چلے گئے اور وہیں چالیس سال کی عمر میں وفات پائی [۱]

خطیب بغدادی اور کلیمنٹ ہارٹ [۲] نے بھی سیبویہ کی موت کا سبب اسی سازش کو قرار دیا ہے [۲]

زہد وورع

امام کسائی بعض واقعات کی روشنی میں زہد و ورع اور نیکی و شرافت کے نمونہ معلوم ہوتے ہیں ان کے شاگرد فرار کا بیان ہے کہ میں نے امام کسائی سے ملاقات کی دیکھا تو وہ رو رہے تھے میں نے رونے کی وجہ پوچھی تو امام کسائی نے کہا کہ بادشاہ یحیی ابن خالد مجھے بلاتا ہے کہ کسی چیز کے بارے میں سوال کرے اگر میں اس کا جواب دینے میں دیر کروں گا تو مجھ پر اس کا عتاب ہوگا اور اگر جواب دینے میں جلدی کروں تو مجھے غلطی کا خطرہ ہے میں نے کہا اے ابوالحسن آپ سے کون معترض ہوگا آپ تو کسائی ہیں امام کسائی نے اپنی زبان پکڑ لی اور کہا اے اللہ تو اس زبان کو کاٹ اگر میں ایسی بات کہوں جس کا مجھے علم نہ ہو [۳]

امام کسائی گو دربار سے وابستہ تھے مگر ان کے اندر سوائے لباس کے کسی اور قسم کی تبدیلی نہیں آئی تھی، تبدیلی لباس پر بعض علمائے کوفہ نے تنقید کی اور کہا اے ابوالحسن یہ کونسا لباس ہے؟ تو انھوں نے کہا:

ادب من ادب السلطان لا یثلم دینا — دربار شاہی کا ایک شعار جو نہ قرض پر مبنی ہے اور نہ
ولا یدخل فی بدعۃ ولا یخرج عن سنۃ [۴] — بدعت اور نہ ہی سنت کے خلاف ہے

---

[۱] وفیات الاعیان ۲/۱۰۴ [۲] تاریخ بغداد ۱۲/۱۰۵ [۲] کلیمنٹ ہرٹ اے ہسٹری آف عربک لٹریچر ص ۱۲۹۔ بیروت
[۳] نزھۃ البارص ۹۳ — [۴] تاریخ بغداد ۱۱/۴۱۱

تصانیف امام کسائی نے درس وتدریس کے علاوہ تصنیف وتالیف میں بھی حصّہ لیا اور علم قرأت ونحو سے متعلق متعدد کتابیں یادگار چھوڑی ہیں انکی جن کتابوں کے نام معلوم ہو سکے وہ یہ ہیں ۔

۱-کتاب معانی القرآن [۱] ابوعمرودوری فرماتے ہیں کہ یہ کتاب میں نے مسجد سواقین بغداد میں ابو مسحل، طوال اور سلمہ وغیرہ کے سامنے پڑھی تھی اس کتاب کے بارے میں ابو مسحل فرماتے ہیں :-

لو تری هذه الكتاب عشر مرات	یہ کتاب اگر دس مرتبہ بھی پڑھی جائے تب بھی
لاحتاج من قرأه ان یقرأه۔ [۲]	اس کے پڑھنے والے کو اسکی ضرورت باقی رہیگی،

۲/مختصر فی النحو، ۳/کتاب الحدود فی النحو [۳] ۴/کتاب القرآت، ۵/کتاب العدد، ۶/کتاب النوادر الکبیر، ۷/کتاب النوادر الاوسط، ۸/کتاب النوادر الاصغر، ۹/کتاب الہجاء، ۱۰/کتاب مقطوع القرآن وموصلہ، ۱۱/کتاب المصادر، ۱۲/کتاب الحروف، ۱۳/کتاب الہآت، ۱۴/کتاب اشعار المعاناۃ، ۱۵/المتشابہ فی القرآن، ۱۶/کتاب اختلاف العدد [۴]، ۱۷/کتاب الآثار [۵]

۱۸/ ماتلحن فیہ العوام :- یہ ایک مختصر رسالہ ہے جو ۱۶/صفحات پر مشتمل ہے اور اغلاط عام سے متعلق ہے اپنے موضوع کے لحاظ سے غالباً یہ سب سے قدیم ترین تصنیف ہے اسکا مخطوطہ کتب خانہ برلن میں ہے اسے بروکلمان (Brockelman) نے رسالہ (Zeitschr. F. Assyrial) کے شمارہ ۱۲ ۱۸۹۸ء میں ص ۲۹ تا ۴۶ پر شائع کیا تھا بعد ازاں عبدالعزیز میمنی کی تصحیح سے دوبارہ شائع ہوا جسے مجلہ الآشوریہ برلن نے شائع کیا تھا [۶]

---

[۱] تہذیب التہذیب ۷/۳۱۳ ۔ [۲] تاریخ بغداد ۱۱/۱۱/۴ ۔
[۳] الاعلام ۴/۲۸۳ ونزہتہ الالباء ص ۸۷ [۴] ایضاً وتہذیب التہذیب ۷/۳۱۳ وغایتہ النہایہ ۱/۵۳۹ ومعرفتہ القراء ۱/۱۲۱ ۔
[۵] تاریخ بغداد ۱۱/۴۰۴ [۶] الاعلام ۴/۲۸۳ واردو دائرہ معارف اسلامیہ ۱۷/۲۶۵

ان کتابوں کے علاوہ بھی مختلف کتابیں اور رسالے تھے لیکن ہم ان کی تفصیلات سے محروم ہیں۔ بعد میں انکی شخصیت اور فن پر بھی متعدد کتابیں لکھی گئیں۔

وفات

امام کسائی نے ۱۸۹ھ/۸۰۵ء میں رے کے قریب قریہ رنبویہ میں خلیفہ کے ساتھ خراسان جاتے ہوئے ستر سال کی عمر میں وفات پائی ہے[1] ان کا مزار قریہ ری میں ہے[2]

اسی دن ان کے خالہ زاد بھائی اور مشہور فقیہہ محمد بن حسن شیبانی نے بھی یہیں وفات پائی اسی پر خلیفہ نے کہا تھا کہ ہم نے فقہ اور نحو دونوں کو ایک ہی دن شہر ری میں دفن کر دیا[3]

صاحب تذکرۃ النحاۃ نے جائے وفات طوس لکھا ہے[4] مگر یہ درست نہیں ہے صحیح یہ ہے کہ طوس کیطرف جاتے ہوئے رنبویہ میں انتقال ہوا، وفات سے متعلق ۱۸۰ھ ۱۸۱ھ ۱۸۲ھ ۱۸۳ھ ۱۸۵ھ ۱۸۸ھ اور ۱۹۳ھ کے بھی اقوال ملتے ہیں مگر درست ۱۸۹ھ ہی ہے کیونکہ بہت سے علماء وحفاظ اور صاحب تذکرہ وتاریخ نے اسی کو درست قرار دیا ہے[5]

علامہ شبلی کی ایک تحریر سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام کسائی کی نماز جنازہ ہارون رشید کے حکم سے شہزادہ مامون نے پڑھائی۔[6]

چونکہ امام کسائی اور امام شیبانی دونوں نے ایک ہی دن انتقال کیا اس لئے مرثیہ نگاروں نے مشترکہ مرثیہ بھی لکھا ابو محمد یزیدی کے مرثیہ کے چند اشعار یہ ہیں۔ ؎

---

[1] غایۃ النہایہ ۱/ ۵۳۹ ومعرفۃ القراء ۱/ ۱۲۸ وشرح شاطبی ص ۱۵۔

[2] مرآۃ الجنان ۱/ ۴۲۲

[3] البدایہ والنہایہ ۱۰/ ۲۰۲

[4] تذکرۃ النحاۃ ص ۱۵ [5] ایضاً۔ [6] المامون ص ۲۶۔

تصرمت الدنیا فلیس خلود | وماقد نری من بھجة ستبید
دنیا ختم ہورہی ہے اور اسکو دوام وبقا نہیں ہے | جو خوشی بھی ہم دیکھ رہے ہیں بلد ہی ختم ہونیوالی ہے
لکل امرئی کاس من الموت مترع | وماان لنا الاعلیہ ورود
ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے | ہم سب کو اسی راہ سے گزرنا ہے
الم تر شیبا ملاینذر البلی | وان الشباب الغض لیس یعود
ہر چیز پر مصیبت آتی ہے | اس طرح جوانی بھی لوٹ نہیں سکتی
سنفنی کما افنی القرد التی خلت | فکن مستعد انالفناء عتید
جس طرح پچھلے لوگ گذر گئے ہم ختم ہو جائنگے | پس تیار رہو فنا تیار ہے
اسیت علی قاضی القضاة محمد | وفاضت عیونی والعیون جمود
ابھی ہم نے قاضی القضاة محمد کا ماتم کیا ہے | اور ہماری آنکھوں نے ان پر اشک بہائے ہیں
وقلت اذا ما الخطب اشکل من لنا | بایضاحہ یوما وانت فقید
اب ہماری مشکلیں کون حل کریگا | جب آپ نہیں رہے
واقلقنی موت الکسائی بعدہ | وکادت بی الارض القضاء تمید
اس کے بعد کسائی کی موت نے ہم کو رنجیدہ کیا | گویا یہ موت کا دوسرا جھٹکا تھا۔
واذھلنی عن کل عیش ولذة | وارق عینی والعیون ھجود
زندگی ہر لذت بھول گئی | اور آنکھیں اشکبار ہو گئیں
ھما عالمانا اودیا وتخرما | فما لھما فی العالمین نرید
یہ دونوں ہمارے بڑے عالم تھے جو گذر گئے | دنیا میں ان کا کوئی ہمسر نہ تھا۔
فخزنی متی یخطر، علی القلب خطرة | بذکرھما حتی الممات جدید[1]
جب بھی ان کی یاد آئے گی | ان کی یاد سے موت تک زخم تازہ ہوگا

بشارتیں

ابو مسحل کا بیان ہے کہ میں نے خواب میں امام کسائی کی زیارت کی وہ چاند کیطرح روشن تھے میں نے دریافت کیا

---

[1] غایة النہایہ ۱/ ۵۴۰

کہ اللہ تعالیٰ نے آپکے ساتھ کیا معاملہ فرمایا تو امام کسائی نے کہا قرآن پاک کیوجہ سے میری مغفرت فرمادی میں نے دریافت کیا امام حمزہؒ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا تو انھوں نے کہا کہ وہ مقام علیین میں ایک روشن ستارے کی طرح ہیں [1]

حمدان سے مروی ہے کہ ایک شخص امام کسائی کی غیبت کرتا تھا اسے منع کیا گیا بعد میں اسے کہتے ہوئے سنا گیا کہ ایک رات میں نے امام کسائی کی زیارت کی ان کا چہرہ چاند کی طرح چمک رہا تھا میں نے دریافت کیا کہ آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا معاملہ فرمایا تو انھوں نے کہا کہ میری مغفرت فرمائی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب عطا کیا تو آپؐ نے پوچھا تم کسائی ہو میں نے کہا ہاں تو آپؐ نے فرمایا پڑھو میں نے کہا کیا پڑھوں تو انھوں نے فرمایا پڑھو " والصافات صفا فالزاجرات زجرا فالتالیات ذکرا ان الٰھکم لواحد " پھر اپنا دست مبارک میرے کاندھے پر رکھا اور فرمایا ۔

لاباھین بک الملائکۃ غدا [2] کل تمہارے ذریعہ فرشتوں پر فخر کرونگا ۔

محمد بن یحیٰ کہتے ہیں کہ میں نے عبد الرحمٰن بن جریش سے سنا کہ انھوں نے امام کسائی کو خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا تو امام کسائی نے کہا قرآن کیوجہ سے میری مغفرت فرمادی [3]

---

[1] تاریخ بغداد ۱۱/ ۴۱۴ ۔
[2] نزہتہ البار ص ۹۰ و ۹۱ ۔
[3] نزہتہ الالبار ص ۹۴ ۔

امام لیث بن خالد بغدادیؒ

نام لیث نام ، ابوالحارث کنیت ، والد ماجد کا نام خالد ہے ، یہ اپنی کنیت ابوالحارث سے معروف ہیں ، ان کا شجرۂ نسب معلوم نہ ہو سکا ، ان کے حالات و سوانح سے متعلق بہت کم معلومات دستیاب ہیں ، بعض تذکرہ نگار لیث بن خالد مروزی اور لیث بن خالد مقری میں امتیاز نہ کر سکے چنانچہ علامہ دانی کا بیان ہے کہ احمد بن نصر نے ان کو لیث بن خالد مروزی لکھ کر صریح غلطی کی ہے کیونکہ لیث بن خالد مروزی اصحاب حدیث میں سے ہیں اور انھوں نے امام انس بن مالک وغیرہ سے احادیث کا سماع کیا ، اور انکی کنیت ابوبکر ہے [۱]

ولادت و وطن امام ابوالحارث بغدادی کی تاریخ ولادت تذکروں میں مذکور نہیں ان کا وطن بغداد ہے اور یہ بغدادی ہی کی نسبت سے مشہور ہیں ۔

شیوخ و تلامذہ امام ابوالحارث بغدادی نے علم قرأت کی تعلیم امام ابوالحسن علی کسائی سے حاصل کی ، علامہ دانی کا بیان ہے کہ ابوالحارث ، کسائی کے اجل تلامذہ میں سے تھے [۲] ابوالحارث نے کچھ حروف کی روایت حمزہ بن قاسم الاحول اور یحییٰ بن المبارک یزیدی سے بھی کی [۳]

---

[۱] معرفۃ القراء ۱/ ۲۱۱ و غایۃ النہایہ ۲/ ۳۴

[۲] ایضاً و محمد اسحاق بھٹی ، مضمون چند قراء ماہنامہ المعارف لاہور مارچ ۶۹ء ص ۲۹ ۔

[۳] غایۃ النہایہ ۲/ ۳۴ ۔

اور خود ابوالحارث کے حلقہ فیض سے بہت سے لوگوں نے اکتساب فیض کیا چند ارباب کمال کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

ابوعبداللہ محمد بن یحیٰ معروف بہ کسائی، سلمہ بن عاصم، فضل بن شاذان، یعقوب بن احمد الترکمانی وغیرہ [1]

قرأت

یوں تو امام کسائی کی قرأت کے راوی متعدد ہیں مگر جو مقبولیت ابوالحارث بغدادی کو ملی وہ کسی اور کو نہ مل سکی، تذکرہ نگاروں کی نظر میں وہ صاحب الکسائی، مقری اور مقری الکبیر ہیں، ابن العماد حنبلی رقمطراز ہیں۔

وکان من اعیان اھل الاداء ببغداد[2]۔	وہ بغداد میں اہل قرأت کے سرکردہ لوگوں میں سے تھے۔

حدیث

امام ابوالحارث کو حدیث سے بھی شغف تھا، ملا علی قاری کا بیان ہے کہ انھوں نے یحیٰ ابن المبارک یزیدی سے حدیث "القرآن غنی لافقر بعدہ ولا غنی دونہ" روایت کی ہے[3]، خطیب بغدادی نے اس روایت کی پوری سند بیان کی ہے[4]

یہ ثقہ تھے، علامہ ابن الجزری نے ثقہ معروف حاذق اور ضابط لکھا ہے[5]۔

وفات

امام ابوالحارث نے ۲۴۰ھ / ۸۵۴ء میں بغداد میں وفات پائی[6]

---

[1] ایضاً و معرفۃ القراء ۱ / ۲۱۱

[2] شذرات الذہب ۲ / ۹۵

[3] ملا علی قاری، شرح شاطبی ص ۱۶۔ [4] تاریخ بغداد ۱۳ / ۱۶

[5] غایۃ النہایہ ۲ / ۳۴۔ [6] ایضاً و غایۃ النہایہ ۱ / ۲۱۱

کتابیات

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	مطبع اور سنہ طباعت
۱	الاعلام (۱)	خیر الدین زرکلی	دار العلم للملایین بیروت ۱۹۸۴ء
۲	" (۲)	"	"
۳	" (۳)	"	"
۴	" (۴)	"	"
۵	" (۵)	"	"
۶	" (۶)	"	"
۷	" (۷)	"	"
۸	" (۸)	"	"
۹	الانساب (مکمل)	علامہ عبدالکریم سمعانیؒ	دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ۱۹۷۶ء
۱۰	ابرازالمعانی	حافظ ابو شامہؒ	
۱۱	بغیۃ الوعاۃ فی طبقات اللغویین والنحاۃ	علامہ جلال الدین سیوطیؒ	مطبع السعادۃ مصر ۱۳۲۶ھ
۱۲	البدایہ والنہایہ (۱۰)	ابن کثیرؒ (م ۷۷۴ھ)	مطبعۃ السعادۃ مصر ۱۳۵۱ھ
۱۳	تاریخ الصغیر	امام بخاریؒ	مطبع انوار احمدی الہ آباد ۱۳۲۵ھ
۱۴	تقریب التہذیب	ابن حجر عسقلانیؒ	دار النشر الکتب الاسلامیہ گوجرانوالہ پاکستان

۱۵	تذکرۃ الحفاظ	(۱)	علامہ شمس الدین ذھبیؒ	دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن
۱۶	〃	(۲)	〃	〃
۱۷	〃	(۳)	〃	〃
۱۸	〃	(۴)	〃	〃
۱۹	تاریخ بغداد	(۱)	خطیب بغدادیؒ	مکتبہ الخانجی قاہرہ مصر ۱۳۵۹ھ
۲۰	〃	(۲)	〃	〃
۲۱	〃	(۳)	〃	〃
۲۲	〃	(۴)	〃	〃
۲۳	〃	(۵)	〃	〃 ۱۳۴۹ھ
۲۴	〃	(۶)	〃	〃
۲۵	〃	(۷)	〃	〃
۲۶	〃	(۸)	〃	〃
۲۷	〃	(۹)	〃	〃
۲۸	〃	(۱۰)	〃	〃
۲۹	〃	(۱۱)	〃	〃
۳۰	〃	(۱۲)	〃	〃
۳۱	〃	(۱۳)	〃	〃
۳۲	〃	(۱۴)	〃	〃
۳۳	التیسیر		علامہ ابوعمرو عثمان دانیؒ	مکتبہ نعیمیہ مئو ۱۴۰۸ھ ۱۹۸۸ء
۳۴	تہذیب التہذیب	(۱)	علامہ ابن حجر عسقلانی	دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن ۱۳۲۵ھ
۳۵	〃	(۲)	〃	〃
۳۶	〃	(۳)	〃	〃

۳۶	تہذیب التہذیب	(۳)	علامہ ابن حجر عسقلانیؒ	دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ۱۳۲۵ھ
۳۷	"	(۴)	"	"
۳۸	"	(۵)	"	" ۱۳۲۶ھ
۳۹	"	(۶)	"	"
۴۰	"	(۷)	"	"
۴۱	"	(۸)	"	"
۴۲	"	(۹)	"	"
۴۳	"	(۱۰)	"	" ۱۳۲۷ھ
۴۴	"	(۱۱)	"	"
۴۵	"	(۱۲)	"	"
۴۶	تذہیب تہذیب الکمال فی اسماء الرجال		صفی الدین احمد الخزرجی	مکتبۃ الکبریٰ المیریہ مصر طبع اول ۱۳۰۱ھ
۴۷	حیاۃ الحیوان	(۱)	شیخ کمال الدین الدمیری	مطبعہ محمد علی مصر
۴۸	"	(۲)	"	"
۴۹	حسن المحاضرہ فی اخبار مصر والقاہرہ	(۱)	علامہ جلال الدین سیوطیؒ	مکتبہ الشریفیہ مصر ۱۳۲۷ھ
۵۰		(۲)	"	"
۵۱	دول الاسلام	(۱)	علامہ شمس الدین ذہبیؒ	دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ۱۳۳۷ھ
۵۲	"	(۲)	"	"
۵۳	روضات الجنات	(۱)	محمد باقر ابن الحاجی الموسویؒ	(پتہ درج نہیں، ۱۳۰۴ھ)
۵۴	"	(۲)	"	"
۵۵	"	(۳)	"	"
۵۶	سراج القاری المبتدی		ابن القاصح بغدادیؒ	دار الفکر مصر ۱۴۰۸ھ ۱۹۸۸ء
۵۷	شذرات الذہب	(۱)	ابن العماد حنبلیؒ	مکتبہ القدسی قاہرہ ۱۳۵۰ھ

۵۸	شذرات الذہب	(۲)	ابن العماد حنبلی رح	مکتبہ القدسی قاہرہ	۱۳۵۰ھ
۵۹	″	(۳)	″	″	
۶۰	شرح الشاطبی رح		ملا علی قاری رح	ء بحوالہ علم قرأت	
۶۱	طبقات ابن سعد	(۱)	محمد بن سعد رح	مطبع بریل لندن	۱۳۲۲ھ
۶۲	″	(۲)	″	″	
۶۳	″	(۳)	″	″	
۶۴	″	(۴)	″	″	
۶۵	″	(۵)	″	″	
۶۶	″	(۶)	″	″	
۶۷	″	(۷)	″	″	
۶۸	العبر فی خبر من غبر	(۱)	علامہ شمس الدین ذہبی رح	دائرۃ المطبوعات والنشر کویت	۱۹۶۰ء
۶۹	″	(۲)	″	″	۱۹۶۱ء
۷۰	غایۃ النہایہ فی طبقات القراء	(۱)	علامہ ابن الجزری رح	مکتبہ الخانجی مصر	۱۳۵۱ھ
۷۱	″	(۲)	″	″	
۷۲	کتاب الفہرست		ابن الندیم	مطبعۃ الرحمانیہ مصر	۱۳۴۸ھ
۷۳	کتاب التبصرہ		ابی طالب مکی	دار المعارف بمبئی۔	
۷۴	لسان المیزان	(۱)	ابن حجر عسقلانی	دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن	۱۳۲۹ھ
۷۵	″	(۲)	″	″	۱۳۳۰ھ
۷۶	″	(۳)	″	″	
۷۷	″	(۴)	″	″	
۷۸	″	(۵)	″	″	۱۳۳۱ھ
۷۹	″	(۶)	″	″	

۸۰	اللباب فی تہذیب الانساب (۱)	ابن الاثیرؒ	مطبعہ السعادہ مصر ۱۳۵۷ھ
۸۱	〃 (۲)	〃	〃
۸۲	〃 (۳)	〃	〃
۸۳	المعارف	ابن قتیبہ	مکتبہ الحسینیہ مصر ۱۳۵۳ھ
۸۴	مرآۃ الجنان وعبرۃ الیقظان (۱)	ابن الیافعی	دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن ۱۳۳۷ھ
۸۵	〃 (۲)	〃	〃 ۱۳۳۸ھ
۸۶	〃 (۳)	〃	〃 〃
۸۷	〃 (۴)	〃	〃 ۱۳۳۹ھ
۸۸	معرفۃ القرار الکبار علی الطبقات والاعصا	علامہ شمس الدین ذہبیؒ	مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۴۰۸ھ طبع دوم
۸۹	〃 (۲)	〃	〃
۹۰	میزان الاعتدال فی نقد الرجال (۱)	〃	مطبعہ السعادۃ مصر ۱۳۲۵ھ
۹۱	〃 (۲)	〃	〃
۹۲	〃 (۳)	〃	〃
۹۳	معجم الادبار (۱)	یاقوت رومی حموی	مطبوعہ ھندیہ بالموسکی مصر ۱۳۲۷ھ
۹۴	〃 (۲)	〃	〃
۹۵	〃 (۳)	〃	〃
۹۶	〃 (۴)	〃	〃
۹۷	〃 (۵)	〃	〃
۹۸	〃 (۶)	〃	〃 ۱۹۱۳ء
۹۹	المدارس النحویہ	دکتور شوقی ضیف	
۱۰۰	نزہتہ الالبار فی طبقات الادبار	ابو البرکات ابن الانباری	
۱۰۱	نکت الہمیان فی نکت العمیان	صلاح الدین صفدی	ی سرا پیرا مری لس پیرا بیڈیز مصر ۱۲۹۰ھ ۱۹۱۱ء

١٠٢	النشر فی القرآت العشر (١)	علامہ ذہبیؒ	
١٠٣	وفیات الاعیان (١)	ابن خلکان (م ٦٨١ھ)	مطبعہ میمنیہ مصر ١٣١٠ھ
١٠٤	″ (٢)	″	″
١٠٥	″ (٣)	″	″ ١٢٩٩ھ

اردو

١٠٦	اردو دائرہ معارف اسلامیہ	(مکمل)	دانش گاہ پنجاب لاہور پاکستان
١٠٧	اولیائے رجال الحدیث	عبد المصطفٰی اعظمی	قصبہ گھوسی ۔ اعظم گڈھ
١٠٨	پیشہ رزق حلال اور ارباب علم وکمال	مولانا عبد القیوم حقانی	العلا پبلیکشنز دہلی ۔
١٠٩	تبع تابعین (١)	مولانا مجیب اللہ ندوی	مطبع معارف اعظم گڈھ ١٩٧٨ء
١١٠	″ (٢)	ڈاکٹر نعیم صدیقی	″
١١١	تذکرہ قاریان ہند (مکمل)	مرزا کرنل بسم اللہ بیگ	حیدرآباد
١١٢	تاریخ ادب عربی (احمد حسن زیات)	ترجمہ وتلخیص ڈاکٹر طفیل احمد مدنی	الہ آباد
١١٣	سیرۃ النبیؐ (٢)	علامہ شبلی نعمانی رح	مطبع معارف اعظم گڈھ
١١٤	سوانح قرائے سبعہ	قاری حبیب اللہ	کراچی ۔ پاکستان
١١٥	شرح سبعہ قرأت	قاری محی الاسلام پانی پتی	علیمی پریس دہلی
١١٦	شجرہ سبعہ قرأت	سید کلیم اللہ حسینی	مطبع مجیدی جدید ۔ دہلی
١١٧	طبقات ابن سعد (اردو) ترجمہ		نفیس اکیڈمی کراچی پاکستان ١٩٧١ء
١١٨	علم قرأت اور قراء سبعہ	قاری ابو الحسن اعظمی	محمدی پرنٹنگ پریس دیوبند
١١٩	قواعد قرأت سبعہ وعشرہ	سید کلیم اللہ حسینی	دار القرآت کلیمیہ بازار نور خاں حیدرآباد
١٢٠	المامون	علامہ شبلی نعمانی	مطبع معارف اعظم گڈھ طبع سوم ١٩٩٢ء

فارسی

١٢١	تذکرۃ النجاۃ	مولوی جمیل احمد انصاری	مطبع مظہری کلکتہ ١٩٢٤ء

		انگلش	
۱۲۲	A History of Arabic Litrature	Clement Heart	Bearut
		رسائل	
۱۲۳	المعارف (ماہنامہ)	مدیر: مولانا محمد اسحاق بھٹی	لاہور پاکستان
۱۲۴	الرشاد (″)	″ مولانا مجیب اللہ ندوی	اعظم گڈھ ہندوستان
۱۲۵	دارالعلوم (″)	″ مولانا حبیب الرحمٰن قاسمی	دیوبند ″

مرتب کی دوسری کتابیں

(۱) اسہل التجوید :۔ فن تجوید کے اصول و قواعد کو نہایت آسان زبان میں سوال و جواب کی صورت میں لکھا گیا ہے۔ یہ کتاب بچوں کے لئے بے حد مفید ہے۔

(۲) علم الترتیل :۔ اس میں تحفۃ المبتدی اور جامع الوقف میں کیے گئے سوالات کے مفصل جوابات تحریر کیے گئے ہیں شروع میں حضرت مولانا قاری محب الدین صاحب کے حالات و کمالات پر ایک طویل مضمون بھی لکھا گیا ہے۔

(۳) مولانا عبدالسلام ندوی (کتابیات) زیر ترتیب

(۴) دارالمصنفین کی تاریخی خدمات زیر تالیف

ملنے کا پتہ

دانش بکڈپو۔ ٹانڈہ امبیڈکر نگر (یوپی)